غضبِ الٰہی کے اسباب، مظاہر اور غلط فہمیوں کا تنقیدی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

صدف شمروز

(ایم فل اسکالر)

رجسٹریشن نمبر(1418MPhil/IS/F17)

نگران مقالہ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2017-2020ء

غضبِ الٰہی کے اسباب، مظاہر اور غلط فہمیوں کا تنقیدی جائزہ

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

صدف شمروز

(ایم فل اسکالر)

رجسٹریشن نمبر (1418MPhil/IS/F17)

نگران مقالہ

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ، نمل، اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2017-2020ء

©صدف شمروز

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	VI
2.	حلف نامہ (Declaration)	VII
3.	انتساب(Dedication)	VIII
4.	اظہار تشکر(A word of thanks)	I X
5.	ملخص مقالہ(Abstract)	X
6.	مقدمہ	X I
7.	**باب اوّل: غضب کا معنی و مفہوم اور مترادفات**	1
8.	فصل اوّل: غضب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم	2
9.	فصل دوم: غضب کے مترادف کلمات	8
10.	**باب دوم: غضب الٰہی کے اسباب و وجوہات**	18
11.	فصل اوّل: صحیح عقیدہ سے انحراف	19
12.	فصل دوم: غضب الٰہی کے فکری اسباب	34
13.	فصل سوم: غضب الٰہی کے عملی اسباب	48
14.	**باب سوم: غضب الٰہی کی مختلف صورتیں اور عملی مظاہر**	68
15.	فصل اول: غضب الٰہی کی مختلف صورتیں	72
16.	فصل دوم: غضب الٰہی کے دنیوی مظاہر	84
17.	فصل سوم: غضب الٰہی کے اُخروی مظاہر	100
18.	**باب چہارم: غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں، معاشرتی اثرات اور عبرتیں**	111
19.	فصل اوّل: غضب الٰہی سے متعلق سابقہ اُمم کی روش	112
20.	فصل دوم: غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں اور معاشرتی اثرات	124
21.	فصل سوم: غضب الٰہی میں عبرتیں	149

.22	نتائج مقالہ	161
.23	تجاویز و سفارشات	163
.24	فہارس	165
.25	فہرست آیات کریمہ	166
.26	فہرست احادیث مبارکہ	172
.27	فہرست اعلام	174
.28	فہرست اماکن	175
.29	فہرست مصادر و مراجع	176

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **غضب الٰہی کے اسباب، مظاہر اور غلط فہمیوں کا تنقیدی جائزہ**

A Critical Analysis of Motives, Forms and Misconceptions about Allah's Wrath

ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار: صدف شمروز

رجسٹریشن نمبر: 1418MPhil/IS/F17

ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری ____________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی ____________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان ____________________

(پروریکٹر اکیڈمیکس) دستخط پروریکٹر اکیڈمیکس

تاریخ: ____________________

(Thesis and Defense Approval form)

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں **صدف شمروز** ولد **محمد شمروز خان** رول نمبر : MPhil-IS-(F-17)-299 رجسٹریشن نمبر : 1418MPhil/IS/F17 طالبہ ، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ بعنوان: **غضب ِ الٰہی کے اسباب، مظاہر اور غلط فہمیوں کا تنقیدی جائزہ**

A Critical Analysis of Motives, Forms and Misconceptions about Allah's Wrath

Ghazab-e-Ilahi k Asbab, Mazahir aur Ghalat Fehmion ka Tanqeedi Jaiza

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **صدف شمروز**

دستخط مقالہ نگار: ____________________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

اپنے والدین اور اساتذہ کرام کے نام جن کی دعاؤں اور رہنمائی سے میری کامیابی ممکن ہوئی

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اظہار تشکر

ابتدا ہے اس ذاتِ باری تعالیٰ کے بابرکت نام سے، جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے، جس کی بے پناہ رحمت نے ہمارے گناہوں کو ڈھانپ رکھا ہے اور جس کی لا انتہا شفقت نے ہماری کوتاہیوں کو چھپا رکھا ہے۔

سب سے پہلے میں رب کائنات کی شکر گزار ہوں جس نے اپنی بے پایاں رحمتوں سے مجھے علم دین اور فہم دین حاصل کرنے کا موقع اور توفیق عطا فرمائی۔

میں اپنے نگران مقالہ ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری صاحب کی بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے انتخاب موضوع اور دوران تحقیق پیش آنے والی مشکلات میں میری رہنمائی کی۔ میں پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز نمل، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جناب ڈاکٹر نور حیات صاحب کی بھی شکر گزار ہوں کہ جن کی رہنمائی ادارتی امور اور موضوع کے انتخاب میں میرے شامل حال رہی۔

اسی طرح میں ڈیپارٹمنٹ کے دیگر اساتذہ کرام کی بطور خاص ڈاکٹر شاہد ترمذی اور ڈاکٹر امجد حیات کی بھی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے دوران تحقیق میری رہنمائی کی۔

میں استاد محترم ڈاکٹر محمد ذوالقرنین کی بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ جنھوں نے مقالے کی تکمیل تک اپنی فاضلانہ سوچ، ناقدانہ طرزِ جستجو سے نہ صرف میری راہنمائی کی بلکہ اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی شفقت سے میری مدد کی۔ انہوں نے ہر قدم پر اپنے قیمتی مشورں اور آراء سے مجھے نوازا اور انتہائی باریک بینی سے میرے مقالے کا مطالعہ کیا اور لمحہ بالمحہ میری حوصلہ افزائی کی۔

بعد ازاں میں اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جن کی دعاؤں، شفقتوں اور رہنمائی کی بدولت میں ایم فل علوم اسلامیہ کی طرف گامزن ہوئی۔

آخر میں لائبریریوں کے عملے ، فیملی کے ارکان، کلاس فیلوز، اپنے بھائی (جنھوں نے ضرورت پڑنے پر میرے ساتھ مکمل تعاون کیا) اور ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں، جنہوں نے اس کاوش کے دوران میری ہر طرح کی کسی نہ کسی انداز سے مدد کی۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم سے نوازے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)

صدف شمروز

ایم فل علوم اسلامیہ

A Critical Analysis of Motives, Forms and Misconceptions about Allah's Wrath

Abstract

The purpose of this research work was to explore the concept of Allah's wrath with respect to Quran and *Sunnah*. Descriptive and thematic research approach was employed for collection, analysis, and demonstration of data. In addition to that the author also took views of experts of Islamic studies about motives, forms misconceptions about Allah's wrath. The systematic review of literature disclosed that previous nations were misunderstood about the concept of Allah's wrath and were destroyed through various forms of torment. Unfortunately, majority of Muslim *Ummah* was also found involved in same misconceptions which had seriously affected the religious, social, moral and economic life of Muslims and gave birth to number of problems into the society. The research was triggered by observing the results of these misapprehensions in the form of delict, disobedience, insubordination, non-compliance and social crimes. The author therefore intended to address the motives and causes of Allah's wrath on ideological and practical grounds, its forms in this world and hereafter, lessons and admonitions for Muslim *Ummah*, common misconceptions and effects of these misapprehensions on religious, social, moral and economic life. After drawing the conclusions, the research recommended that religious scholars, preachers, orators and authors of Islamic literature should explain the correct concept of Allah's wrath as well as expose the associated misconceptions in order to prevent Allah's anger.

Key Words: Islam, Allah's Wrath, Anger, Misconceptions, Divine Attributes, Mercy

مقدمه

إن الحمد لله، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن محمدا عبده ورسوله.

أما بعد

موضوع کا تعارف :

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔اس کی فطرت میں اچھائی اور برائی کو پہچاننے کی صلاحیت رکھی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰىهَا﴾[1].

ترجمہ:" پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو"

اچھائی اور برائی کی پہچان کی صلاحیت ودیعت کرنے کے بعد انسان کو اختیار دیا کہ ان دونوں میں سے جس کا چاہے انتخاب کرلے۔ صحیح اور درست راستے کے انتخاب پر انسان اللہ تعالی کی رحمت کا جبکہ غلط راہ پر چلنے کی صورت میں اس کی ناراضگی اور غضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ قرآن پاک میں جابجا باطل عقائد اور بُرے اعمال پر اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کی وعید سنائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت سے تو ہر خاص وعام واقف ہے لیکن صفت غضب کے بارے میں لوگ بڑی حد تک ناآشنا ہیں جبکہ قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی وجوہات کی بناء پر اللہ تعالی اپنی صفت غضب کا اظہار فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾[2]۔

ترجمہ:" اور تاکہ عذاب میں مبتلا کردے منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بُرے گمان رکھتے ہیں۔ انہیں پر ہے بُری گردش اور ناراض ہوا ہے اللہ تعالیٰ

1-سورۃالشمس:8/91

2-سورۃالفتح:6/48

ان پر اور (اپنی رحمت سے) انہیں دور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے جہنم۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے"۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾[3]۔

ترجمہ: "بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے"۔

یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہے لیکن ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کے بُرے اعمال اور نافرمانیوں کی وجہ سے غضبناک بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت:

اللہ تعالی کی رحمت اور مغفرت کے متعلق بے شمار قرآنی آیات موجود ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات رحیم و کریم ہے۔ احادیث میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو ماں کی محبت سے تشبیہ دے کر فرمایا گیا ہے کہ باری تعالی اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے لیکن قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اللہ تعالی رحیم و کریم ہے وہاں اللہ تعالی جبار و قہار بھی ہے۔ جہاں اس کی رحمت اور عفو درگزر کے دروازے ہر خاص وعام کے لیے کھلے ہیں وہاں اس کی اطاعت وفرمانبرداری سے منحرف ہونے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے مگر بد قسمتی سے مسلمانوں کے اندر ایک غلط تصور تیزی سے سرایت کر گیا ہے کہ اللہ تعالی کے غفور و رحیم ہونے کا تصور تو موجود ہے لیکن اللہ تعالی کے غضب اور اسکے عذاب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف تو مسلمان بے عملی کا شکار ہو کر نیکیوں، اطاعت خداوندی واطاعت رسول سے دور ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف معاشرے میں گناہوں اور بُرے کاموں کے رجحانات بھی بہت تیزی سے بڑھے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالی کی صفت غضب جو قران پاک اور احادیث مبارکہ میں کثرت سے وارد ہوئی ہے، کا صحیح تصور اُجاگر وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ موضوع اس وجہ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ قران پاک کی سب سے پہلی سورت میں ہمیں انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلنے اور مغضوب اور ضالین کی راہ سے بچنے کی دعا سیکھائی گئی ہے۔ اس دعا میں امت مسلمہ کے لئے سبق ہے کہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلے اور جو لوگ مغضوب ٹھہرے ان کے اسباب وعوامل کا ادراک کر کے اس سے بچے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس موضوع کا انتخاب کر کے اللہ تعالی کی صفت غضب کا صحیح قرانی تصور بیان کیا

3- سورۃ البروج: آیۃ: 12

گیاہے اور قرآن سے وہ اسباب و عوامل تلاش کئے گئے ہیں جن کی وجہ سے سابقہ اقوام غضب الہی کی مستحق ٹھہریں تاکہ امت مسلمہ ان سے بچ سکے۔اس کے علاوہ دور حاضر میں صفت غضب کے متعلق پائے جانے والے اوہام ، شبہات اور غلط فہمیوں کا جائزہ لے کر ان کے ازالے کے لیے سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

بنیادی مسئلہ:

مقالہ ہذا میں قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ تعالی کی صفتِ غضب سے متعلق اہم سوالات کو زیر بحث لایا گیاہے مثلا یہ کہ قرآن وسنت کی روشنی میں غضب الہی کا درست تصور کیا ہے؟ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے کوئی فرد، معاشرہ یا قوم اللہ تعالیٰ کے غضب کی مستحق بنتی ہے؟ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کی کون کون سی صورتیں اور شکلیں ہیں؟ امت مسلمہ میں اللہ تعالی کی صفت غضب کے متعلق کیا کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور ان غلط فہمیوں کے انسان کے عقائد و نظریات اور اعمال پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

تحقیق کے مقاصد:

مقالہ ہذا میں تحقیق کے درج ذیل بنیادی مقاصد پیش نظر رکھے گئے ہیں:

- قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ تعالی کی صفت غضب کے صحیح تصور کو واضح کرنا۔
- اللہ تعالی کے غضب اور اسکی مختلف صورتوں اور پہلوؤں کو واضح کرنا۔
- غضب الہی کے دنیوی اور اخروی مظاہر بیان کرنا۔
- اللہ تعالی کی صفت غضب کے متعلق امت مسلمہ میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا جائزہ لینا۔
- غضب الہی کے اسباب کے بارے میں آگاہی فراہم کر کے مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ترغیب دلانا۔

سابقہ تحقیق کا جائزہ:

میں نے اپنی استطاعت کے مطابق انٹرنیٹ ، اشاریوں، یونیورسٹیز سے شائع شدہ مقالہ جات کی فہرستوں اور مختلف لائبریریوں میں اس موضوع کو تلاش کیا مگر تلاش بسیار کے باوجود اس اہم موضوع پر کوئی مقالہ یا ریسرچ آرٹیکل نہ مل سکا البتہ کتب تفاسیر وحدیث اور علم الاخلاق کی کتابوں (جیسے احیاء العلوم، الکبائر، کبیرہ گناہ اور نواقض اسلام وغیرہ) میں اس موضوع کے بارے میں لکھا گیا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی کی صفت رحمت پر تو مختلف پہلوؤں

سے کام ہوا ہے مگر اللہ تعالی کی صفت غضب پر مقالے کی صورت میں کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا لہذا اس موضوع پر تحقیقی کام کی ضرورت تھی، اس وجہ سے میں نے اس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔

بنیادی سوالات:

اس مقالے میں اللہ تعالی کی صفت غضب کے متعلق درج ذیل اہم سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی ہے؛

- قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ تعالی کی صفت غضب کا صحیح تصور کیا ہے؟
- قرآن وسنت میں اللہ تعالی کے غضب کے کیا اسباب بیان ہوئے ہیں؟
- غضب الہی کے دنیاوی اور اخروی مظاہر کی کیا کیا صورتیں ہیں؟
- غضب الہی کے متعلق پائی جانے والی مشہور غلط فہمیاں کیا کیا ہیں؟
- ان غلط فہمیوں کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
- ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیسے کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کو ان سے بچنے کی کیسے ترغیب دلائی جاسکتی ہے؟

اسلوب تحقیق:

موضوع کی مناسبت سے مقالہ ہذا میں موضوعاتی، بیانیہ اور تنقیدی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ مواد کی جمع آوری کے لیے سب سے پہلے اولین مصادر یعنی قرآن و سنت کا موضوعاتی مطالعہ کیا گیا اور غضب اور اسکے مترادفات کے مختلف استعمالات اور ان کے مدلولات کو دیکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ثانوی مصادر یعنی کتب تفاسیر، کتب احادیث وشروح، مقالہ جات، معاجم اور کتب لغت وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ غضبِ الہی کے اسباب ووجوہات، اس کی مختلف صورتوں اور اس کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کی وضاحت کے لیے قرآن و حدیث اور اسلاف کے اقوال سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کے معاصر ماہرین کی آراء بھی شامل کی گئی ہیں۔ اسی طرح مواد کا تجزیہ کر کے معاصر حالات کے ساتھ تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ تحقیق محض نظریاتی نوعیت کی نہ ہو بلکہ عملی اور واقعاتی صورت حال سے مطابقت رکھتی ہو۔ غضب الہی کے مختلف مظاہر کو بیان کرتے ہوئے اعداد وشمار کو ٹیبل کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں علوم اسلامیہ میں تحقیق کے بنیادی قواعد وضوابط کی مکمل رعایت کی گئی ہے جن میں حواشی، حوالہ جات، فنی فہارس مثلا فہرست موضوعات، فہرست آیات، فہرست احادیث، فہرست اعلام، فہرست اماکن اور فہرست مصادر ومراجع وغیرہ شامل ہیں۔

خاکہ تحقیق

موضوع تحقیق کے خاکے کی تفصیل درج ذیل ہے۔

باب اول: غضب کا معنی و مفہوم اور مترادفات

فصل اول: غضب کا لغوی واصطلاحی مفہوم

فصل دوم: غضب کے مترادف کلمات

باب دوم: غضب الٰہی کے اسباب ووجوہات

فصل اول: صحیح عقیدہ سے انحراف

فصل دوم: غضب الٰہی کے فکری اسباب

فصل سوم: غضب الٰہی کے عملی اسباب

باب سوم: غضب الٰہی کی مختلف صورتیں اور عملی مظاہر

فصل اول: غضب الٰہی کی مختلف صورتیں

فصل دوم: غضب الٰہی کے دنیوی مظاہر

فصل سوم: غضب الٰہی کے اخروی مظاہر

باب چہارم: غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں، معاشرتی اثرات اور عبرتیں

فصل اول: غضب الٰہی سے متعلق سابقہ اُمم کی روش

فصل دوم: غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں اور معاشرتی اثرات

فصل سوم: غضب الٰہی میں عبرتیں

نتائج

تجاویز و سفارشات

فہارس مقالہ

فہرست آیات کریمہ

فہرست احادیث مبارکہ
فہرست اعلام
فہرست اماکن
فہرست مصادر و مراجع

باب اول

غضب کا معنی و مفہوم اور مترادفات

فصل اول: غضب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

فصل دوم: غضب کے مترادف کلمات

باب اول

غضب کا معنی و مفہوم اور مترادفات

اس باب میں غضب کا معنی و مفہوم قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور لغت کی کتابوں کی روشنی میں بیان کیا جائے گا مزید بر آں قرآن مجید میں جو غضب کے مترادفات استعمال ہوئے ہیں ان کا مفہوم بھی واضح کیا جائے گا کیونکہ جب تک غضب کے مترادفات کا صحیح مفہوم واضح نہیں ہو گا، غضب الٰہی کا صحیح تصور سمجھ میں نہیں آئے گا۔

فصل اول

غضب کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

ابن فارس لکھتے ہیں:

الغضب: الغين، والضاد، والباء أصلٌ صحيح يدلُّ على شدَّة وقُوّة[۱].

ترجمہ: غضب 'غ'، ض اور 'ب' کا مجموعہ ہے جو کہ ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے۔اور یہ شدت اور قوت پر دلالت کرتا ہے۔

ابن منظور غضب کے معنی یوں بیان کرتے ہیں:

الغضب نقيض الرضا وقد غضب عليه غضبا ومغضبة وأغضبته أنا فتغضب[۲].

ترجمہ: غضب رضا کی نقیض ہے (جیسے کہا جاتا ہے) اور اس پر غضب کیا گیا اور میں نے اس پر غضب کیا تو وہ غضب ناک ہو گیا۔

المصباح المنیر میں ہے:

(غَضِبْتُ) لفلان إذا كان حيا و(غَضِبْتُ) به إذا كان ميتا[۳].

ترجمہ: جب کسی زندہ پر غضب کا اظہار کرنا ہو تو غضبت لفلان کہا جاتا ہے اور جب کوئی مردہ ہو اس کے لئے غضبت بہ بولا جاتا ہے۔

۱- معجم مقاییس الغہ، ابی الحسین احمد بن فارِس بن زَکَرِیّا، تحقیق: عبد السَّلام محمد ھَارُون، اتحاد الکتاب العرب، طبع : ۱۴۲۳ ھ ، ۲۰۰۲ء، ۴/ ۳۴۲۔

۲- لسان العرب، ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری، دار صادر، بیروت، الطبع الاول: س ن، ۱/ ۶۴۸۔

۳- المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، رافعی احمد بن محمد المقری الفیومی، المکتبہ العلمیہ، بیروت، س ن، ۲/ ۴۸۸۔

اردو لغت میں غضب اسم مذکر ہے جو مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں سے کچھ معروف معانی یہاں بیان کیے جاتے ہیں [1]۔

غصہ، آفت، قہر، مصیبت، فتنہ، فساد، افسوس وغیرہ۔ اسی طرح غضب فعل کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: آفت آنا، بلا نازل ہونا، شامت آنا، ظلم ڈھانا، فساد برپا کرنا، غصہ کرنا وغیرہ۔

بعض اوقات لفظِ غضب مختلف محاوروں میں بھی استعمال ہوتا جیسے:

عذاب الٰہی میں پھنسنا، مصیبت کا پیش آنا۔

کسی کام سے نفرت کا اظہار کرنے کے لئے بھی غضب کا لفظ بولا جاتا ہے مثلاً: غضب خدا کا یہ کام بھی کرنے کا ہے۔

کبھی کبھی غضب کا لفظ تعجب اور حیرت کے اظہار کے لئے بھی بولا جاتا ہے:

غضب خدا کا کتنی بلندی سے کود پڑا۔ [2]

فیروز اللغات میں غضب کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

غضب: غ، ضاد، ب سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں: قہر، آفت، مصیبت، بے انصافی، کلمہ حیرت اور مبالغہ بمعنی بہت زیادہ، زبردستی، بڑھ چڑھ کر، عمدہ، اچھا [3]۔

غضب کی مذکورہ بالا لغوی تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ غضب شدت، قوت، اور غصہ وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دراصل یہ ایک انسانی جذبہ ہے جس میں عام طور پر انسان غصے اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔

غضب کا اصطلاحی معنی:

جیسے لغت میں غضب سے مراد غصہ، آفت قہر وغیرہ ہے اسی طرح اصطلاح میں غضب سے مراد غصے کی حالت میں بدلہ لینے کا ارادہ کرنا ہے۔ لغت میں صرف کیفیت بیان کی گئی ہے جب کہ اصطلاح میں کیفیت کے ساتھ ارادے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۱- رابعہ اردو لغت جامع، سعید اے شیخ، اسلامک بک سروس، ۲۰۰۷ء، ص: ۷۷۶۔

۲- ایضا، ص: ۷۷۷۔

۳- فیروز اللغات، فیروز الدین، فیروز سنز لمیٹڈ، س ن، ص: ۹۱۴۔

امام جرجانی غضب کے اصطلاحی معنی یوں بیان کرتے ہیں:

الغضب: تغيّر يحصل عند فوران دم القلب ليحصل عنه التشفّي في الصّدر[1].

ترجمہ: دل کے خون کے کھولنے کی وجہ سے جو تبدیلی ہوتی ہے اس کو غضب کہتے ہیں تاکہ اس سے سینے میں تشفی (سکون) حاصل ہو سکے۔

یعنی غصے کی حالت میں دل کا سکون حاصل کرنے کے لئے یا دل کو مطمئن کرنے کے لئے انسان میں تبدیلی رونما ہو جاتی ہے۔ اس ظاہر ہونے والی تبدیلی کو غضب کہتے ہیں۔

امام راغب غضب کے اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو ثوران دم القلب إرادة الانتقام، وإذا وصف الله تعالى به فالمراد به الانتقام دون غيره، قال

{فباؤوا بغضب على غضب} - {وباؤوا بغضب من الله}[2].

ترجمہ: غضب سے مراد انتقام کے ارادے سے دل کے خون کا جوش مارنا ہے اور جب اللہ کی صفت کے طور پر ہو تو اس سے مراد کسی سے انتقام لینا ہوتا ہے جیسے وہ غضب کے ساتھ لوٹے اور اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔

یعنی امام راغب کے نزدیک کسی سے بدلہ لینے کے وقت جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ غضب کہلاتی ہے۔

محمد بن علی تھانوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

بفتح الغين والضاد المعجمة، الغضب هو حركة للنّفس مبدؤها الانتقام، وقيل: هو كيفيّة نفسانيّة تقتضي حركة الرّوح إلى خارج البدن طلبا للانتقام[3].

ترجمہ: غین اور ضاد کے زبر کے مجموعے کے ساتھ غضب سے مراد انتقام لینے کے ارادے سے نفس کا حرکت میں آنا۔ اور کہا گیا ہے کہ روح کی حرکت کی وجہ سے ظاہری جسم میں نفسیانی کیفیت کا پیدا ہو جانا تاکہ انتقام لیا جا سکے۔

۱- التعریفات، علی بن محمد الجرجانی، تحقیق : ابراہیم الابیاری، دار الکتاب العربی ، بیروت، طبع اول: ۱۴۰۵ھ، ص: ۲۰۹۔

۲- مفردات فی غریب القرآن، ابو القاسم الحسین بن محمد، تحقیق: محمد سید کیلانی، دار المعرفہ، س ن، ۱/ ۳۶۸۔

۳- موسوعہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، محمد بن علی ابن القاضی التھانوی، تحقیق: علی دحروج، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، طبع اول : ۱۹۹۶ء، ۲/ ۱۲۵۴۔

امام غزالی رحمۃ اللہ غضب کے اصطلاحی معنی یوں لکھتے ہیں:

الغضب:غليان دم القلب بطلب الانتقام[1].

ترجمہ: انتقام کے ارادے سے دل کے خون کا جوش مارنا غضب کہلاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں کہ قوت غضب کا محل دل ہے اس لئے انتقام لینے کے لیے دل کا خون جوش مارتا ہے۔ انتقام لینا اس کی خواہش اور قوت کی غذا ہوتی ہے اسی سے اسے لذت اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ وَٱلۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَانُواْ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ﴾[2].

ترجمہ: اور ان پر ذلت اور بدحالی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے، یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے (بھی) ہوا کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

غضب کے درجات:

امام غزالی غضب کے درجات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يتفاوت النّاس في قوّة الغضب على درجات ثلاث وهي: التّفريط ،والإفراط، والاعتدال

قوت غضب میں لوگ فطرتاً تین درجوں پر ہیں:

(۱)۔ تفریط (۲)۔ افراط (۳)۔ اعتدال

أوّلا: التّفريط ويكون إمّا بفقد قوّة الغضب بالكلّية أو بضعفها، وحينئذ يقال للإنسان: إنّه لا حميّة له ويذمّ جدًّا.

ثانيا: الإفراط: ويكون بغلبة هذه الصّفة حتّى تخرج عن سياسة العقل والدّين والطّاعة ولا يبقى للمرء معها بصيرة ونظر وفكرة ولا اختيار، بل يصير في صورة المضطرّ.

ثالثا: الاعتدال: وهو المحمود وذلك بأن ينتظر إشارة العقل والدّين ...عجز عنه فليطلب القرب منه[3].

۱- احیاالعلوم، امام محمد بن محمد غزالی شافعی، مکتبہ مدینہ باب المدینہ کراچی، مطبع: ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء، ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳ء، ۳/ ۵۹۵۔

۲- سورۃ البقرۃ: ۲ / ۶۰- ۶۱

۳- احیاالعلوم، ۳/ ۵۹۶۔

تفریط: قوت غضب میں تفریط سے مراد غصہ کا بالکل نہ ہونا یا کم ہونا ہے اور یہ مذموم ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ ان میں غیرت نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ لہٰذا جس شخص میں غصہ اور غیرت نہ ہو تو وہ بالکل ناقص ہے۔

قرآن مجید میں صحابہ کرام کے غیظ اور غیرت کی تعریف بیان ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ﴾ (1).

ترجمہ: محمد ﷺ اور اُن کے ساتھی، کفار پر بہت سخت ہیں، آپس میں نرم دل ہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے غلط بات پر یا غلط لوگوں پر غصہ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ غصے کا نہ ہونا بھی اچھی بات نہیں ہے صحابہ کرام بھی کفار کے معاملے میں سخت ہوتے تھے جبکہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کا رویہ بہت نرم تھا۔ اگر غلط بات پر غصہ نہیں کیا جائے گا تو ایسے لوگوں کے لئے پھر یہی سمجھا جاتا ہے کہ ان میں غیرت نہیں ہے۔

افراط: قوت غضب میں افراط سے مراد یہ ہے کہ غصہ انسان پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ عقل و دین دونوں کی سوجھ بوجھ سے عاری ہو جائے اور اسکے پاس کسی قسم کی بصارت، فکر و نظر اور اختیار نہ رہے بلکہ وہ ایک پریشان اور بے بس قسم کا انسان بن جائے۔

اعتدال: ان دونوں کے مقابلے میں جو تیسری چیز ہے وہ اعتدال ہے۔ وہ غصہ قابل تعریف ہے جو عقل اور دین کے تابع ہو یعنی جہاں غیرت کا معاملہ ہو وہاں غصہ آئے اور جہاں ایسی صورت حال ہو کہ بُردباری سے کام لینا چاہیے وہاں غصے سے اجتناب کیا جائے۔ غصے میں اعتدال کا ہونا ہی بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندے کو اسی کا مکلف بنایا ہے اور اسی میانہ روی کی تعریف نبی رحمت ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ بہترین کام وہی ہے جس میں اعتدال پسندی اختیار کی جائے۔

جس شخص میں غصے کی کمی ہو کہ اس وجہ سے وہ خود میں غیرت کی کمی پائے اور بلاوجہ اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑے تو اسے چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کروائے تاکہ اس میں غصہ کی قوت پیدا ہو۔ ایسے ہی جس شخص کو غصہ بہت زیادہ آتا ہو کہ یہ غصہ اسے بُرے کاموں میں ملوث کر دے اسے اپنے غصے پر قابو پانا چاہیے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر اعتدال کے راستے پر چلے اور اعتدال کے راستے پر چلنا آسان نہیں ہے اس میں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے اگر راہ اعتدال پر چلنے سے عاجز ہو تو کم از کم اس سے قریب رہنے کی کوشش کرے۔

۱- سورۃ الفتح: ۲۹/۴۸

مذکورہ بالا کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ غضب رضا کا الٹ ہے اور لغت میں شدت، قوت اور غصہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح شدید غصہ اور انتقام کے لیے بھی لفظ غضب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ غضب کے محل کے اعتبار سے مختلف استعمالات ہیں جیسے زندہ کے لیے غضب لہ اور مردہ کے لیے غضب بہ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح غضب ایک اضافی لفظ ہے جس کا مفہوم نسبت کے اعتبار سے بدل جاتا ہے جیسا کہ اگر کسی حق کام کے لیے غضب کا اظہار کیا جائے تو وہ جائز بلکہ مستحسن ہو گا اور ناحق امر کے لیے غضب کا اظہار ناجائز اور قابل مذمت ہو گا۔ امام غزالی نے اس حوالے سے غضب کے تین پہلوؤں کو واضح کیا ہے جنہیں وہ افراط، تفریط اور اعتدال کا نام دیتے ہیں۔ افراط سے مراد کسی معاملے میں بے جا غصے کا اظہار ہے جب کہ تفریط سے مراد غضب کی جگہ خاموش رہنا یا غضب کا اظہار نہ کرنا ہے۔ یہ دونوں صورتیں قابل مذمت ہیں جب کہ اعتدال کی صورت یہ ہے کہ غیر شرعی امور میں غضب کا اظہار کیا جائے اور امور شرعیہ میں غضب کرنے سے احتراز کیا جائے۔

غضب کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کے بعد جاننا چاہیے کہ جب غضب کے لفظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کی جاتی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، رحمت سے دوری، عذاب، لعنت، قہر، انتقام، اور غصہ وغیرہ مراد ہوتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں یہ سارے کلمات اللہ تعالیٰ کے غضب کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان الفاظ کے معانی میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے لیکن غضب کا مفہوم ان سب کے اندر پایا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ بعض اوقات یہ الفاظ شیطان کے حق میں استعمال ہوتے ہیں اور بعض اوقات کفار، منافقین اور منکرینِ حق کے متعلق۔

فصل دوم

غضب کے مترادف کلمات

قرآن حکیم میں لفظ "غضب" کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ غضب کا صحیح اور جامع تصور جاننے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس لفظ کے تمام مترادفات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تاکہ غضب جب اپنے مترادف کلمات کے طور پر مستعمل ہو تو اس سے درست استدلال کیا جا سکے۔ قرآن کریم میں استعمال ہونے والے غضب کے اہم مترادفات ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

غیظ:

غ،ي،ظ: الْغَيْظُ الْغَضَبُ الْمُحِيطُ بِالْكَبِدِ وَهُوَ أَشَدُّ الْحَنَقِ. وَفِي التَّنْزِيلِ {قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ} وَهُوَ مَصْدَرٌ مِنْ غَاظَهُ الْأَمْرُ مِنْ بَابِ سَارَ[1].

ترجمہ: غیظ ایسے غصے کو کہا جاتا ہے جو دل اور جگر کو بھانپ لے اور یہ انتہائی ناپسندیدگی کی حالت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ کہہ دیجیئے کہ غصے سے مر جاؤ اور یہ غَاظَهُ الْأَمْرُ سے مصدر ہے اور یہ باب سَار سے ہے۔

غيظ [الغَيْظُ]: غضبٌ كامنٌ للعاجز. يقال: غاظه فهو مغيظ. قالت قُتَيْلَةُ بنت النَضْر ابن الحرث وقتل النبي ﷺ أباها صبراً: ما كان ضَرَّكَ لو مَنَنْتَ وربما * مَنَّ الفتى وهو المغيظُ المحْنِقُ * قال ابن السكيت: ولا يقال أغاظَهُ. وغيظ: اسم رجل، وهو غيظ بن مرة ابن عوف بن سعد بن ذبيان بن بغيض بن ريث ابن غطفان. وغايظه فاغتاظ وتغيظ بمعنى[2].

ترجمہ: غیظ سے مراد وہ غصہ ہے جو ایک بے بس آدمی اپنے دل میں چھپا لیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اسے غصہ دلایا اور اسے غصہ آگیا۔ قتیلہ بنت نضر بن حارث نے کہا اس وقت جب ان کے والد کو آپ ﷺ نے قتل کروایا باندھ کر، تیرا کیا نقصان ہو جاتا اگر توں احسان کر لیتا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ احسان کرتا ہے جب وہ غصہ میں ہو اور غصے کو ناپسند کرتا ہو ابن سکیت کہتے ہیں ایسا نہیں کہا جاتا کہ اس نے غصہ دلایا اور غیظ ایک بندے کا نام ہے۔ غيظ بن مرة ابن عوف بن سعد بن ذبيان بن بغيض بن ريث ابن غطفان اور کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کو غصہ دلایا اور وہ غصہ ہوا۔

۱- المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر رافعی، ۲/ ۴۵۹۔

۲- الصحاح تاج اللغہ و صحاح العربیہ، ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری الفارابی، تحقیق: احمد عبد الغفور عطار، دار العلم للملایین، بیروت، طبع چہارم: ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷ء، ۳/ ۳۱۲۔

مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ غضب کے لیے غیظ کا لفظ بھی مستعمل ہے جس کے قریب قریب وہی معنی ہیں جو غضب کے ہیں۔ اس میں بھی شدت، غصے اور ناراضگی کا اظہار پایا جاتا ہے۔

جبر:

لفظ جبر بھی غضب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا ۱۰ مرتبہ ذکر آیا ہے۔ ابن اثیر جبر کے معنی یوں لکھتے ہیں:

{جبر} في أسماء الله تعالى [الجبَّار] ومعناه الذي يَقْهَر العباد على ما أراد من أمْر ونَهْي . يقال : جَبَر الخَلْق وأجْبَرهم وأجْبَرَ أكْثَرُ .

ترجمہ: جبار اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا معنی بندوں پر نافذ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ چاہے وہ کسی کام کا حکم دینا ہو یا کسی کام سے منع کرنا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے مخلوق پر جبر کیا یعنی غالب ہوا اور ان کو مغلوب کیا۔ وأجْبَرَ لفظ زیادہ آیا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت جبر ہے جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کا سختی سے حکم دے کر اور کسی کام سے روک کر بھی اپنے غصے کا اظہار فرماتا ہے۔

ومنه الحديث في ذكر النار [حتى يَضَع الجبَّار فيها قَدَمه] المشهور في تأوِيله : أن المراد بالجبَّار الله تعالى ويشْهَد له قولُه في الحديث الآخر [حتَّى يَضَع ربُّ العِزة فيها قَدَمه] والمراد بالقَدَم : أهلُ النَّار الذين قَدَّمَهُم الله تعالى لها من شِرَار خلْقه كما أنّ المؤمنين قدَمُه الذين قَدَّمهم للجنة. [1].

ترجمہ: اور اسی طرح ایک حدیث جو جہنم کے بارے میں آئی ہے۔۔ (یہاں تک کہ جبار اپنا قدم رکھ دے گا) اس کی وضاحت میں یہی مشہور ہے کہ جبار سے مراد اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اس کی دلیل موجود ہے وہاں پر واضح ہے۔ (یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اپنا قدم رکھا)۔ اور قدم سے مراد وہ جہنمی ہیں جو جہنم میں بھیج دیے ہیں۔ اپنی مخلوق میں سے بُرے لوگوں کو۔ بالکل ایسے ہی جیسے أنّ المؤمنين قدَمُه پہلے جانے والے جنت میں۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء میں سے ایک اسم جبّار بھی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

۱۔ النہایہ فی غریب الحدیث والاثر، ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، تحقیق: طاہر احمد الزاوی، محمود محمد الطناحی المکتبہ العلمیہ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء، ۱/۲۷۱۔

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [1].

ترجمہ: وہی ذات ہے جس کے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے، بہت پاک، نقص سے سالم، امان دینے والا، نگہبان، بہت غالب، نہایت عظمت والا، سب سے بڑا، مشرکین اس کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں اس سے پاک ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ غضب کے مترادفات میں سے ایک جبر ہے جس کے اندر غلبہ اور قہر وغیرہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

قھر:

لفظ "قھر" بھی غضب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ قرآن کریم میں ۱۰ مرتبہ آیا ہے۔

القَهْرُ: الغَلَبَةُ، والأخْذُ من فَوْقُ. وأقْهَرَ الرَّجُلُ: صارَ ذا قَهْرٍ يَقْهَرُه كُلُّ أَحَدٍ. وأقْهَرَ: جاءَ بما يُقْهَرُ. واللّهُ القَهّارُ. ورِجالٌ قَوَاهِرُ: شامِخَةٌ عالِيَةٌ. والقاهِرَةُ من كلِّ شَيْءٍ:هي البادِرَةُ. وهي التَّرْبِيَةُ بين المَنْكِبِ إلى العُنُق. وهي الصَّدْرُ [2].

ترجمہ: القَهْرُ کا مطلب غلبہ پانا یعنی کسی کو اوپر سے آلینا۔ وأقْهَرَ الرَّجُلُ: کا مطلب وہ مغلوب ہو گیا ہر بندہ اس کو دباتا ہے۔ وأقْهَرَ سے مراد ایسا کام جس سے دوسروں کو مغلوب کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے قھار کا لفظ آیا ہے لوگ غالب آنے والے ہیں اسی طرح بلند وبالا / اونچی چیز کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اور ہر وہ جگہ جو ابھری ہوئی ہو اور وہ اُبھری ہوئی ظاہر جگہ کندھوں اور گردن کے درمیان ہے یعنی سینہ۔

قَهَرَ (الْقَافُ وَالْهَاءُ وَالرَّاءُ كَلِمَةٌ صَحِيحَةٌ تَدُلُّ عَلَى غَلَبَةٍ وَعُلُوٍّ. يُقَالُ: قَهَرَهُ يَقْهَرُهُ قَهْرًا. وَالْقَاهِرُ:الْغَالِبُ. وَأُقْهِرَالرَّجُلُ، إِذَاصُيِّرَفِيحَالِيُذَلّ فِيهَا. قَالَ:

تَمَنَّى حُصَيْنٌ أَنْ يَسُودَ جَذَاعَهُ ... فَأَمْسَى حُصَيْنٌ قَدْ أَذَلَّ وَأَقْهَرَا[3].

ترجمہ: وأقْهَرَ: قاف، ھاء اور ر سے بنا ہے جو کہ ہفت اقسام کے اعتبار سے صحیح ہے جس سے غالب آنے اور اونچا آنے کا معنی مراد لیا جاتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے غالب ہوں۔

قَهَرَهُ يَقْهَرُهُ قَهْرًا تینوں کا مطب ایک ہے۔ یعنی غالب ہونا، اقھر یعنی فلاں بندے کو مغلوب کر دیا۔ یہ تب کہا جاتا ہے جب اسکو اس حالت میں رکھا جائے جس میں وہ بے بس اور مجبور ہو۔ کہا گیا ہے

۱- سورۃ الحشر: ۵۹ / ۲۳

۲- المحیط فی اللغہ، صاحب بن عباد، س ن، ۱/ ۲۷۶۔

۳- معجم مقاییس اللغہ، ۵/ ۳۵۔

حصین نے یہ خواہش کی کہ اس کا قبیلہ فتح یاب ہو
لیکن حصین مغلوب، اور ذلیل ہو کر رہ گیا

صفات باری تعالیٰ میں سے ایک صفت قہر ہے قرآن پاک میں اللہ رب العزت کے قہار ہونے کا تذکرہ یوں ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّٰرُ ﴾(١).

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے کے ساتھ ساتھ جبار اور قہار بھی ہے۔

اس بحث سے پتہ چلتا ہے کہ غضب کے مترادفات میں سے ایک کلمہ قہر بھی ہے۔ قرآن حکیم میں یہ اللہ تعالی کے صفاتی نام کے طور پر اسم مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس میں شدت اور ناراضگی والا مفہوم پایا جاتا ہے۔

سخط:

سخط يسخط سخطا وسخطا وهو مأخوذ من مادّة (س خ ط) الّتي تدلّ على الكراهية للشّيء والغضب منه وعدم الرّضا به، يقال: سخط فلان أي غضب فهو ساخط، وأسخطه أي أغضبه(٢).

ترجمہ "سخط کا لغوی معنی کسی شی سے کراہت محسوس کرنا ہے۔ کسی چیز کی طرف عدم رغبت کو بھی سخط کہا جاتا ہے۔ غضب سخط کا ہم معنی لفظ ہے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ "سخط فلان" أي "غضب فهو ساخط"۔

سخط کے اصطلاحی معنی کچھ اس طرح بیان کیے گئے ہیں:

الغضب الشّديد المقتضي للعقوبة، وهو من الله (السّخط) صفة فعل الله عزّ وجلّ حقيقة على ما يليق بجلاله ومن لوازمه إنزال العذاب(٣).

ترجمہ: "سخط ایسے شدید غضب کو کہتے ہیں جو کہ سزا کا متقاضی ہو اور یہ اللہ کی صفت فعل ہے جو کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اسکے لوازم میں سے عذاب کا نازل ہونا ہے۔

۱- سورۃ الرعد: ۱۶/۱۳

۲- سورۃ التوبۃ: ۹/ ۵۸

۳- التوقیف علی مھمات التعاریف، زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین المناوی، عالم الکتب ۳۸ عبد الخالق ثروت، القاھرہ، طبع اول: ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء، ۱/ ۱۹۲۔

الکفوی سخط اور غضب میں یوں فرق کرتے ہیں:

سّخط لا يكون إلّا من الكبراء والعظماء بخلاف الغضب فإنّه يكون منهما ومن غيرهما[1].

ترجمہ: سخط کبراء اور عظماء کی طرف سے ہوتا ہے جبکہ غضب کبراء اور عظماء اور ان کے ماسوا کی طرف سے بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ سخط بھی غضب کے مترادفات میں سے ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے اندر کراہت، عدم رغبت اور ناراضگی والا مفہوم پایا جاتا ہے۔

عذاب:

غضب کے مترادفات میں ایک لفظ عذاب بھی ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ۳۷۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

لسان العرب میں عذاب کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

أراد بغلل الجنس، فلذلك جمع الصفة. وفي حديث الحجاج (ماء عذاب). يقال : ماءة عذبة [2].

ترجمہ: جنس ختم کرنے کا ارادہ کرنا، اسی وجہ سے یہ صفت کی جمع ہے۔ حجاج کی حدیث میں (عذاب کا پانی) ذکر ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے تازہ پانی۔

الازھری کہتے ہیں:

القول في العذوب والعاذب أنه الذي لا يأكل ولا يشرب أصوب من القول في العذوب أنه الذي يمتنع عن الأكل لعطشه[3].

ترجمہ: عذوب کے مفہوم کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ایسا شخص جو نہ کھاتا ہے اور نہ ہی پیتا ہے، زیادہ بہتر اور ثواب ہے اس معنی سے مراد وہ بندہ جس کو اس کی پیاس کھانے سے روک دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ جس پر غضب ناک ہوتا ہے اس کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویہ، ایوب بن موسی الحسینی القریمی الکفوی، ابو البقاء الحنفی، تحقیق: عدنان درویش، محمد المصری، موسسہ الرسالہ، بیروت، س ن، ۱/۵۱۵۔

۲-لسان العرب، ۱/۵۸۳۔

۳- تاج العروس من جواھر القاموس، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسینی، تحقیق مجموعہ من المحققین، دار الھدایہ، ۳/۳۲۶۔

﴿ وَمَن يَقۡتُلۡ مُؤۡمِنٗا مُّتَعَمِّدٗا فَجَزَآؤُهُۥ جَهَنَّمُ خَٰلِدٗا فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهُۥ وَأَعَدَّ لَهُۥ عَذَابًا عَظِيمٗا ﴾ (۱).

ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو ارادے سے قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہو گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اگر مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا جائے گا تو ایسا کرنے والے پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو گا اور لعنت کا مستحق ٹھہرا کر اُسے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

غضب کے مترادفات میں عذاب قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر یہ تباہی، ہلاکت، اذیت، تکلیف اور رسوائی وغیرہ کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں عذاب کی مختلف صورتوں اور قسموں کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔

نقم:

غضب کے مترادفات میں سے ایک "نقم" ہے۔ لغت میں نقم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

النقم يدلّ على إنكار شيء وعيبه. ومن ذلك قولهم: نقمت عليه أنقم: أنكرت عليه فعله، أو عاتبته عليه، ومن ذلك النّقمة من العذاب، كأنّه أنكر عليه فعاقبه(۲).

ترجمہ: نقم کسی شے کے انکار یا عیب کو بیان کرتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے اسکا انکار کیا یعنی میں نے اسکے فعل کا انکار کیا یا میں نے اس پر عتاب کیا اسی طرح نقمہ عذاب سے ہے جیسا کہ اس نے انکار کیا پس اسکو سزا دی۔

اور نقم ضرب اور علم کے وزن پہ آتا ہے جس کا مصدر نَقْماً وتَنَقُّماً آتا ہے اسی سے وانْتَقَمَ ہے أی عاقَبَه یعنی اس نے اسکو سزا دی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ أنْكَرَهُ إمّا باللّسان/ وإما بالعقوبة اس نے زبان یا سزا کے ذریعے انکار کیا(۳).

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۹۳

۲- معجم مقاییس اللغہ، ۵/ ۴۶۴۔

۳- بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی، تحقیق: محمد علی النجار، المجلس الاعلی للشون الاسلامیہ، لجنہ احیاء التراث الاسلامی، القاہرہ، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء، ۵/ ۱۱۶۔

اسی طرح کہا جاتا ہے: نقمت الأمر أيضا ونقمته إذا كرهته، وجمع النّقمة نقمات ونقم مثل كلمة وكلمات وكلم [1].

نقمت الأمر یعنی میں نے اس سے انتقام لیا جب مجھے وہ برا لگا اور النقمۃ کی جمع نقمات ہے اور نقم کلمہ، کلمات اور کلم کی طرح ہے۔

مناوی نقمہ کی تعریف یوں کرتے ہیں: النّقمة: عقوبة المجرم بمبالغة [2].

نقم سے مراد مجرم کو سختی سے سزا دینا ہے۔

نقمہ سے ملتا جلتا ایک لفظ انتقام بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر نقمہ اور انتقام میں یہ فرق ہے کہ نقمہ افعال قلوب، جبکہ انتقام افعال جوارح سے متعلق ہے کیونکہ نقمہ انتقام سے پہلے ہو اور انتقام اسکا نتیجہ ہوتا ہے جیسا کہ لغت میں ہے:

أنّ النّقمة من أعمال القلوب والانتقام من أعمال الجوارح، كما أنّ النّقمة تسبق الانتقام وهو كالنّتيجة لها[3].

ترجمہ: نقمہ اعمال قلوب جبکہ انتقام اعمال جوارح میں سے ہے کیونکہ نقمہ انتقام سے پہلے ہوتا ہے اور انتقام نقمہ کا نتیجہ ہے۔

مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نقمہ کا لفظ بھی غضب کے مترادفات میں سے ہے اور اس کے اندر سزا اور سختی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

لعن:

لعنت عربی زبان میں اسم مؤنث ہے اور سہ اقسام سے ثلاثی مجرد (لعن يلعن لعنة) جبکہ ہفت اقسام کے اعتبار سے یہ صحیح ہے۔ لغوی اعتبار سے اسکا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دوری جیسا کہ کہا جاتا ہے

لَعَنَهُ، كمَنَعَهُ: طَرَدَهُ، وأبْعَدَهُ، فهو لَعِينٌ ومَلْعونٌ[4].

اس پر لعنت ہوئی جیسے اس کو روکا، چھوڑا، دور کر دیا پس وہ لعنتی ہے۔

۱- الصحاح تاج اللغہ صحاح العربیہ، ۵/ ۲۰۴۵۔

۲- التوقیف علی مہمات التعاریف، ص: ۳۲۹۔

۳- نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، صالح بن عبد اللہ بن حمید، امام وخطیب الحرم المکی، دار الوسیلہ نشر والتوزیع، جدۃ، طبع چہارم، س ن، 11/ ۵۶۴۶۔

۴- القاموس المحیط، محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، تحقیق: مکتب تحقیق التراث فی موسسہ الرسالہ، موسسہ الرسالہ للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، طبع ہفتم: ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵ء، ۱/۱۲۳۱۔

الله لعنا طرده وأبعده من الخير فهو ملعون (ج) ملاعين ورجل لعين وامرأة لعين[1].

ترجمہ: اللہ نے اس پر لعنت کی اور اس کو خیر سے دور کر دیا پس وہ ملعون ہو گیا۔ ملعون کی جمع ملاعین آتی ہے۔
اسی طرح رجل لعین یعنی لعنتی مرد اور امراۃ لعین یعنی لعنتی عورت بھی کہا گیا ہے۔

لعن اردو زبان میں بھی کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ فیروز اللغات میں لعنت کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

پھٹکار، نفرتیں، سرزش، دھتکار، سخت سست اور برا بھلا[2]۔

عربی میں لعنت کا اصل مطلب رحمت اور اس کی جگہوں سے دور ہونا، اور لعین و ملعون وہ ہے جو لعنت کا مستحق ہو، یا جس پر بد دعا کی گئی ہو۔

ابن اثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لعنت کی اصل اللہ سے دور کرنا اور دھتکارنا ہے، اور مخلوق کی طرف سے لعنت کا مطلب بد دعا اور گالی دینا ہے[3]۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَعَنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيرًا﴾[4].

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت میں لعنت کا لفظ انتہائی درجے کا کلمہ شر ہے جس کا مطلب اللہ کی رحمت سے دوری، سب و شتم اور بد دعا دینا ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ کلمہ استعمال کرنے میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

اسی طرح لعنت کے مشتقات میں سے لعان اور لاعن ہیں:

(اللعان) (في الشريعة) أن يقسم الزوج أربع مرات على صدقه في قذف زوجته بالزنى والخامسة باستحقاقه لعنة الله إن كان كاذبا وبذا يبرأ من حد القذف ثم تقسم الزوجة

۱- المعجم الوسیط، ابراھیم مصطفی احمد الزیات، حامد عبد القادر۔ محمد النجار، تحقیق: مجمع اللغہ العربیہ، دار الدعوۃ، س ن، ۸۲۹/۲۔

۲- فیروز اللغات، ص: ۱۱۵۔

۳- تیسیر العزیز الحمید، سلیمان بن عبد اللہ آل الشیخ، مکتبہ اسلامیہ، س ن، ص: ۱۹۰۔

۴- سورۃ الاحزاب: ۳۳ / ۶۴

أربع مرات على كذبه والخامسة باستحقاقها غضب الله إن كان صادقا فتبرأ من حد الزنى [1].

ترجمہ: لعان شریعت میں مرد کا حد قذف کے معاملے میں چار بار قسم کھانا اور پانچویں دفعہ جھوٹے ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو لعنت کا مستحق ٹھہرانا ہوتا ہے۔(اس قسم کھانے والے مرد کو لاعن کہا جاتا ہے) پھر عورت حد زنا سے بچنے کے لیے چار دفعہ قسم کھاتی ہے اور پانچویں دفعہ جھوٹے ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو غضب کا مستحق ٹھہراتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ غضب کے مترادفات میں سے لفظ لعنت کثیر الاستعمال ہے اور اس کے اندر اللہ کی رحمت سے دوری اور اللہ کی نارضگی وغیرہ کا مفہوم شامل ہے۔

ذم:

غضب کے مترادفات میں سے ذم بھی ہے۔ یہ کلمہ قرآن مجید میں ۳مرتبہ غضب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

خلیل بن احمد فراھیدی لکھتے ہیں کہ :

ذم: الذَمُّ: اللَّوْمُ في الإساءة، ومنه التَذَمُّم، فيقال من التَّذَمُّم: قد قَضَيْتُ مَذَمَّةَ صاحبي، أي أَحْسَنْتُ أن لا أُذَمَّ. [2].

ترجمہ: ذم سے مراد بُرائی کے بارے میں ملامت کرنا۔ اسی سے تذمم مراد ہے۔ تذمم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں نے اپنی ساتھی کی مذمت کرنی چاہی۔ اچھا ہے میں نے مذمت نہیں کی ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذمت بھی غضب کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اس سے مراد بُرائی کے بارے میں ملامت کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی میں بُرائی دیکھ کر اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّا تَجۡعَلۡ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُومًا مَّخۡذُولًا﴾ [3].

ترجمہ: تو اللہ کے ساتھ کسی کو عبادت کا مستحق نہیں بناؤ کہ تو ناکام اور مذمت کیا ہوا بیٹھا رہ جائے۔

۱- المعجم الوسیط، ۲/ ۸۲۹۔

۲- کتاب العین، ابی عبد الرحمن الخلیل بن احمد الفراہیدی، تحقیق: مہدی المخزومی ابراہیم سامری، دار ومکتبہ ہلال، س ن، ۱۷۹/۸۔

۳- سورۃ الاسراء:۱۷/ ۲۲

عربی میں ذم کے مختلف صیغے استعمال ہوئے ہیں جیسے:تذامَّ يتذامّ، تَذَامَمْ/ تذامَّ، تذامًّا، فهو متذامّ- تذامَّ القومُ: عاب بعضُهم بعضا "احفظوا ألسنتكم ولا تذامّوا حتى لا تتفرّقوا[1].

تذامَّ القومُ: سے مراد لوگوں نے ایک دوسرے کی مذمت کی "اپنی زبانوں کی حفاظت کرو اور ایک دوسرے کو بُرا بھلا نہ کہو تاکہ تم تفرقہ میں نہ پڑو۔

مندرجہ بالا بحث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم میں لفظ غضب متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ جن میں سے زیادہ مشہور سخط، نقمہ، لعنت، عذاب، ذم، جبر، قہر، غیظ وغیرہ ہیں۔ غضب کے صحیح اور مکمل تصور کی درست تفہیم کے لیے ان مترادفات کا جاننا ضروری ہے۔

ا- معجم اللغہ العربیہ المعاصرہ، د احمد مختار عبدالحمید عمر، عالم الکتب، طبع الاول : ۱۴۲۹ ھ، ۲۰۰۸ ء، ۱/ ۸۲۰۔

باب دوم

غضب الٰہی کے اسباب ووجوہات

فصل اول: صحیح عقیدہ سے انحراف
فصل دوم: غضب الٰہی کے فکری اسباب
فصل سوم: غضب الٰہی کے عملی اسباب

باب دوم

غضب الٰہی کے اسباب ووجوہات

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہے وہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا۔ دراصل اللہ تعالیٰ کے غضب کی بنیادی وجہ انسان کے اپنے عقائد واعمال ہیں۔ سابقہ اقوام صحیح عقیدے سے منحرف ہو کر طرح طرح کی بُرائیوں اور بداعمالیوں کا شکار ہوگئی تھیں اس لیے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوئیں۔ ذیل میں سابقہ اقوام پر اللہ تعالیٰ کے غضب ناک ہونے کے اسباب ووجوہات کا جائزہ لیا جائے گا اور یہ بھی دیکھا جائے گا کہ امت محمدیہ میں اِن میں سے کون سی وجوہات پائی جاتی ہیں۔

فصل اول

صحیح عقیدہ سے انحراف

اسلامی تعلیمات دو حصوں یعنی عقائد اور اعمال میں منقسم ہوتی ہیں اگر عقیدے کو بنیاد سمجھا جائے تو اعمال اس پر تعمیر ہونے والی عمارت کہلائیں گے۔ چنانچہ عقیدے کی مثال ایک بیج جیسی ہے اور عمل اس بیج سے اُگنے والے پودے کی طرح ہے۔ پودے میں وہی خصوصیات ہوں گی جو بیج میں پوشیدہ ہوں گی لہذا تمام عبادات کی درستگی کا دارومدار صرف اور صرف صحیح عقیدے پر ہے۔ اگر عقیدہ صحیح ہوگا تو اعمال بھی درست ہوں گے اور اگر عقیدہ فاسد ہوگا تو انسانی فکر اور اعمال بھی فاسد ہوں گے۔

اسلام میں عقیدہ بہت اہمیت کا حامل ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسولوں نے سب سے پہلے لوگوں کو عقیدہ صحیحہ کی طرف دعوت دی۔ نبی کریم ﷺ نے تیرہ سال مکہ میں دعوت وتبلیغ کی اور اس عرصے میں آپ ﷺ نے صرف عقائد کی درستگی پر زور دیا جیسا کہ دیکھا جاسکتا ہے کہ فرائض واجبات اور حلال وحرام کے احکامات مدینہ منورہ میں نازل ہوئے۔ عقیدے کی اہمیت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ابتداء میں آپ نے لوگوں کے عقیدے کی درستگی کا حکم دیا جیسا ارشاد نبوی ہے کہ:

«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ يَعْنِي أَطَاعُوكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ

عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ بِذَلِكَ فَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ» [1].

ترجمہ: تم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے پاس پہنچو گے، تم انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اس کا رسول ہوں، اگر وہ اسے مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات و دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ اسے مان لیں تو تم انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زکوٰۃ لینا ضروری قرار دیا ہے یہ اُن کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی اگر وہ یہ بھی مان لیں تو اُن سے کہنا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے عقیدے کی تعلیم دی گئی اور اس کے صحیح ہونے پر زور دیا گیا۔ جب ہم سابقہ اقوام کی تباہی کے اسباب دیکھتے ہیں تو ان میں سے ایک واضح سبب صحیح عقیدے سے انحراف ملتا ہے۔ ذیل میں دیکھا جائے گا کہ عقیدہ صحیحہ سے انحراف کی بدولت، فرد، معاشرہ اور اقوام کس طرح اللہ تعالیٰ کے غضب، عذاب اور لعنت کا شکار ہوئی۔

اسلام میں بنیادی عقائد کی تعداد چھ یعنی توحید، رسالت، ملائکہ، آسمانی کتابوں، تقدیر اور آخرت پر ایمان لانا ہے۔ ان میں سے تین یعنی عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت زیادہ اہمیت کے حامل ہونے کی وجہ سے "مہمات القرآن" کہلاتے ہیں۔

۱- سنن ابی داوٗد، سلیمان بن اشعث سجستانی، کتاب الزکاۃ، باب فی زکاۃ السائمہ، دار الکتاب العربی-بیروت، ۲/۱۶، رقم الحدیث: ۱۵۸۴۔

حدیث صحیح: دیکھیے: سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السیئ فی الامہ، ناصر الدین البانی، دار المعارف، الریاض-المملکہ العربیہ السعودیہ، طبع اول: ۱۴۱۲- ۱۹۹۲م، ۳/۲۲۳۔

عقیدہ توحید سے انحراف اور اس کے نتائج:

اسلامی عقائد میں سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ توحید پر ایمان لانا ہے۔ عقیدہ توحید کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کو ذات [۱]، صفات [۲] اور عبادت [۳] میں یکتا ماننا ضروری ہے اور ان میں سے کسی چیز میں شریک ٹھہرانا ظلم عظیم اور ناقابل معافی گناہ ہے کیونکہ یہ انسان کی تخلیق کے بنیادی مقصد ہی کی نفی کرتا ہے۔ شرک کرنے والوں کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ [۴]۔

ترجمہ: بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لئے چاہیے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس سے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

ڈاکٹر سید حامد [۵] رقم طراز ہیں کہ:

”شرک ایک عظیم گناہ اور سنگین جرم ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا دراصل ذات الٰہی کے ساتھ بغاوت کرتا ہے اور یہ بہت بڑا بُہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات، اسکی ذات سے ہیں۔ دوسروں کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا عطیہ ہیں وہ بالذات نہیں ہیں اس کی مرضی جب چاہے لے لے۔ کسی سے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا کچھ مانگنا گناہ نہیں ہے لیکن خدا سمجھ کر مانگنا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سبب اور علت سے پاک ہے۔ انسان کو اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور اسباب میں پڑنا گناہ بھی نہیں بلکہ مسبب الاسباب کو بھول جانا گناہ ہے“[۶]۔

۱- سورۃ الزمر: ۳۹/ ۶۲

۲- سورۃ الشوریٰ: ۴۲/ ۱۱

۳- سورۃ الذاریات: ۵۱/ ۵۶

۴- سورۃ النساء: ۴/ ۴۸

۵- ڈاکٹر سید حامد، تفسیر فیوض القرآن کے مصنف اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے رئیس الجامعہ تھے۔ 1326 ھ کو بھارت کے علاقہ میں پیدا ہوئے اور بہاولپور کے قیام کے دوران یہ تفسیر تحریر فرمائی اس پر علامہ کاظمی کی تقریظ بھی ثبت ہے ۱۴۲۱ھ کو وفات ہوئی۔

۶- تفسیر فیوض القرآن، ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی، سعید ایم ایچ کمپنی، ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۳ء، ۱/ ۱۸۸۔

اس آیت اور اسکی تفسیر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شرک کتنا سنگین جرم ہے ایسا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہوتا ہے اسی لیے ذات صفات غرض ہر لحاظ سے خدا کو ایک ماننے سے ہی عقیدہ توحید کی تکمیل ہوگی۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب بچھڑے کی عبادت شروع کر دی تو خدا کے غضب نے ان کو آن لیا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمان خداوندی ہے کہ:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ ٱلْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُفْتَرِينَ﴾(۱).

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے ہم بہتان باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

جنھوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنایا انہیں دنیا میں رسوائی اور آخرت میں اللہ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کچھ گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے جیسے سامری اور اس کے ساتھیوں نے صحیح توبہ نہیں کی تھی تو انہیں دنیا میں ذلیل ورسوا ہونا پڑا کوئی انسان اس کے پاس نہیں جاتا تھا وہ ساری زندگی جانوروں کے ساتھ پھرتا رہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسا عذاب مسلط کر دیا تھا کہ اگر یہ کسی کو چھوتا تھا یا کوئی اسے چھو لیتا دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا(۲)۔

ان آیات کی تفسیر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عقیدہ توحید سے انحراف عظیم گناہ ہے اللہ کی ذات میں شریک ٹھہرانے والوں کو یہ گناہ عظیم سرزد کرنے کی بدولت دنیا میں بھی ذلیل ہونا پڑا اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جو لوگ توحید اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اُن پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت ان کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتا رہتا ہے قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ ٱلشَّيْطَـٰنُ لَهُۥ قَرِينًا فَسَآءَ قَرِينًا﴾(۳)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت بُرا ساتھی ہے۔

۱- سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۵۲

۲- معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ المعارف کراچی، طبع: ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۱ء، ۴/ ۷۳۔

۳- سورۃ النساء: ۴/ ۳۸

مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان کو عقیدہ توحید کا انکار کرنے والوں کا دوست بنادیا جاتا ہے پھر شیطان انہیں ہر وقت کفر کی طرف دھکیلتا رہتا ہے قرآن پاک کی متعدد آیات میں عقیدہ توحید سے انحراف کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔(۱)

اسلام صرف عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوۃ، حج کی ادائیگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں محبت، امید اور خوف کے جذبات بھی شامل ہیں یہ تمام جذبات صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی وابستہ ہونے چاہئیں اگر انسان اپنی محبت، وفاداریاں اور بیم ورجا خدا کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے تو وہ اللہ کے غضب کا مستحق قرار پاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓا۟ إِذْ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ أَنَّ ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعَذَابِ﴾(۲).

ترجمہ: اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برابر اوروں کو بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہئے اور ایمان والوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ زیادہ محبت ہے اور کاش ظالموں کو (آج) معلوم ہو جائے (جیسا کہ اس وقت معلوم ہو گا) جب وہ عذاب دیکھیں گے کہ سب قوت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص صفات مثلاً دعائیں قبول کرنا، مشکلات حل کرنا، حاجات پوری کرنا، حلال وحرام کی حدود مقرر کرنا وغیرہ ان تمام باتوں میں دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور اپنے معبودوں کو فوقیت دیتے ہیں (۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان تمام معاملات میں جن میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے جب کوئی خدا کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر سخت غصہ اور غیرت آتی ہے حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

۱- سورۃ الفتح:۴۸/ ۱۳، سورۃ النحل:۱۶/ ۱۰۶، سورۃ الاعمران:۳/ ۱۵۱، سورۃ البقرۃ:۲/ ۶-۷

۲- سورۃ البقرہ:۲/ ۱۶۵

۳- تیسر القرآن، عبدالرحمٰن کیلانی، مکتبہ السلام، طبع:۱۴۳۲ھ، ۱/ ۱۲۵۔

«لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ: تَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللهِ لأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللهُ أَغْيَرُ مِنِّي وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ» (۱).

ترجمہ: اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو سیدھی تلوار سے اس کی گردن ماردوں پھر یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں سعد بن عبادہ کی غیرت پر حیرت ہے؟ بلاشبہ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے توخدا نے غیرت ہی کی وجہ سے فواحش کو حرام قرار دیا ہے۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو برداشت نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیسے برداشت کرسکتا ہے بلاشبہ شرک ایک ایسا جرم ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوتا ہے اور جو قومیں مجموعی طور پر شرک کا ارتکاب کرتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تباہ وبرباد کردیتا ہے جیسا کہ کتاب ہدایت میں پچھلی امتوں کا تذکرہ یوں آیا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ (۲).

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تمہارے اردگرد کی بستیاں ہلاک کردیں اور ہم نے مختلف نوع کی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کریں۔ پس اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر جن کو معبود بنارکھا تھا، انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ (معبود) توان سے گم ہوگئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا، اور بہتان تھا جس کو وہ تراشتے تھے۔

مندرجہ بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جھوٹے خداؤں کو مانتے ہیں ان کی تعظیم کرتے ہیں یا خدا کے علاوہ کسی کو اپنی محبت اور امید کا مرکز بناتے ہیں تو دنیاو آخرت میں ذلت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

توحید کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان محبت، وفاداریاں، مشکل کشائی، دعا اور حاجت روائی وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف رجوع کرے اور شرک کی تمام صورتوں سے اجتناب کرے نیز حرام اور حلال کی حدود سے کسی

۱- صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل ابوعبداللہ البخاری، کتاب المحاربین، باب: مَنْ رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً فَقَتَلَهُ، تحقیق: محمد زهير بن ناصر، دار طوق النجاه، طبع اول: ۱۴۲۲ھ، ۸/۱۷۳، رقم الحدیث: ۶۸۴۶۔

حدیث صحیح: دیکھیے: التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان وتمییز سقیمه من صحیحه، وشاذه من محفوظه، ناصر الدین البانی، دار باوزیر للنشر والتوزیع، جدة - المملکه العربیه السعودیه، طبع اول: ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م، ۸/۲۵۶، رقم الحدیث: ۵۷۴۳۔

۲- سورة الاحقاف: ۴۶/ ۲۷ - ۲۸

صورت تجاوز نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر وقت حاضر و ناظر جانے مگر دیکھا جائے تو مسلمان اللہ تعالیٰ کو تو ایک مانتے ہیں لیکن عملی توحید میں کمزور ہیں۔ مشکل وقت میں خدا سے مانگنے اور اسی سے اپنی حاجات طلب کرنے کے بجائے غیر اللہ پر بھروسہ کرلیتے ہیں اور تعظیم میں اس حد تک تجاوز کرلیتے ہیں کہ رب کے راستے میں صدقہ خیرات کرنے کے بجائے غیر اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ حلال و حرام کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی وجہ سے معاشرے میں اخلاقی، معاشرتی اور معاشی بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں۔

عقیدہ رسالت سے انحراف کے نتائج:

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔ انبیاء اور رُسل معاشرے کے بے حد پارسا اور نیک انسان ہوتے ہیں۔ رسولوں پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر اُمت کے لئے انبیاء اور رسل بھیجے۔ [۱]. انبیاء کو مبعوث کرنے کے بعد ہر اُمت کے لیے اُن کے تمام احکامات کی پیروی کرنا لازمی قرار دی گئی [۲].

مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے لیے سابقہ انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنا اور اُن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کسی ایک رسول کا انکار کرنے والا بھی عقیدہ رسالت سے اِنحراف کرنے والا ہو گا اور کُفر کے دائرے میں جا پڑے گا۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے رویے کو کُفر سے تعبیر کیا گیا ہے جو بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اس ضمن میں ارشاد باری تعالی ملاحظہ ہو:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا﴾ [۳].

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں رسول پر تو ایمان لاتے ہیں اور فلاں کا انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان (ایک تیسری) راہ اختیار کریں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یقینا کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱- سورۃ النحل:۱۶/ ۳۶

۲- سورۃ النساء: ۴/ ۶۴

۳ - سورۃ النساء: ۴/ ۱۵۰ - ۱۵۱

ایمان اور کفر کے مابین کوئی درمیانی چیز نہیں ہے۔ایمان کی تکمیل کے لئے تمام انبیاء کی نبوت کا اقرار ضروری ہے۔اس لیے انبیاء کا انکار کرنے والے کافر ہیں اور ان کافروں میں یہودی بھی ہیں جو بعض انبیاء پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کرتے ہیں، ان سب کے لئے رسوائی والا عذاب ہے (۱)۔

مذکورہ بالا کلام سے معلوم ہوا کہ عقیدہ رسالت کی تکمیل کے لئے تمام انبیاء کی رسالت پر یقین کرنا لازم ہے کیونکہ سب انبیاء اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ ہیں انھوں نے وہی احکامات لوگوں تک پہنچائے جن کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا اس لیے ایک نبی کا انکار بھی عقیدہ رسالت سے انحراف تصور ہوگا۔

خاتم النبیین کی بعثت سے پہلے یہودیوں کے ساتھ کسی کی طرف سے زیادتی کی جاتی تو یہودی اُسے یہ کہہ کر ڈراتے تھے کہ عنقریب ہم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کے ساتھ مل کر تم سے جنگ کریں گے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں آیا ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَٰبٌ مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ ۚ فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ (۲).

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایسی کتاب آگئی جو اس کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے جو ان (یہود) کے پاس ہے اور اس سے پیشتر وہ کفار کے مقابلہ میں (آنے والے نبی کے ذریعہ سے) فتح ونصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے، تو جب ان کے پاس وہ چیز (کتاب یا رسول، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آگئی، جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر دیا۔ سو ایسے کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ عربوں میں مبعوث فرمائے تو یہودیوں نے حسد کے مارے آخری نبی کا انکار کیا کہ آخری نبی عربوں میں کیوں مبعوث ہوئے اس لیے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا شکار ہوئے۔ صرف یہود ہی نہیں بلکہ جس قوم نے بھی عقیدہ رسالت کا انکار کیا دنیا میں ہی ذلیل وخوار ہوئے۔ سورہ الفرقان میں اللہ نے قوم نوح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا۟ ٱلرُّسُلَ أَغْرَقْنَٰهُمْ﴾ (۳).

ترجمہ: اور نوح علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے جب رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو غرق کر دیا۔

۱- تفسیر مظہری، محمد ثناء اللہ، دارالاشاعت کراچی، طبع:۱۹۹۹ء، ۳/ ۲۰۹۔

۲- سورۃ البقرہ: ۲/ ۸۹

۳- سورۃ الفرقان: ۲۵/ ۳۷

قوم نوح نے صرف اپنے نبی کی نہیں بلکہ تمام رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ انھوں نے تو واضح کہا کہ کوئی انسان نبی بن ہی نہیں سکتا(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ قوم نوح نے تمام انبیاء کی تکذیب کی اسی طرح قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو غضب الٰہی جوش میں آیا اور پوری قوم کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔ قوم عاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾(۲).

ترجمہ: عاد نے تکذیب کی تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا اڈرانا۔

قوم عاد حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھی انھوں نے عذاب کے نزول سے پہلے عذاب سے ڈرانے کے باوجود اپنے نبی سمیت باقی انبیاء کی تکذیب کی۔ اللہ تعالی نے ان کو آندھی کے عذاب میں مبتلا کیا اور آنی والی اقوام کے لئے عبرت کا نشانہ بنادیا(۳)۔

اسی طرح سورہ الشعراء میں انبیاء کی تکذیب کرنے والوں کا تذکرہ یوں آیا ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ﴾(٤).

ترجمہ: لوط علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی۔

قوم لوط کی بُری عادتوں میں سے ایک یہ تھی کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی حاجت روائی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے اپنا نبی بھیجا اور اس فعل سے باز رہنے کی تاکید کی لیکن اپنے فعل سے باز آنے کے بجائے انھوں نے حضرت لوط علیہ السلام اور باقی انبیاء کی تکذیب کی جس کی بناء پر خدا کے عذاب میں پکڑے گئے اور ہلاک ہو گئے(۵)۔

قوم لوط بہت بُرے فعل میں ملوث تھیں ان کو ہدایت کی طرف بلایا گیا لیکن انھوں نے انبیاء کی تکذیب کی اور اسی بناء پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا گئے ان کے اس فعل کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱- تفہیم القرآن، مولانا مودودی، ترجمان القرآن، لاہور، س ن، ۳/۴۵۱۔

۲- سورۃ القمر: ۵۴/ ۱۸

۳- تفسیر مظہری، ۱۱/۱۲۶۔

۴- سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۱۶۰

۵۔ تفسیر ابن کثیر، عماد الدین، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء، ۴/۵۳۔

«لاَ يَنْظُرُ اللهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى رَجُلاً ، أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا»[1].

ترجمہ: اللہ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا کسی عورت کی دبر میں صحبت کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے کتنی سخت سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نگاہِ رحمت سے محروم کر دے گا اور اللہ تعالیٰ کا رحمت کی نگاہ سے نہ دیکھنا کوئی معمولی سزا نہیں ہے۔

اسی طرح قوم شعیب نے آپ علیہ السلام کو جھٹلایا جس کے نتیجے میں عذاب الٰہی کا شکار ہو گئی۔ قرآن مجید اُن کے اس جرم کی وعید یوں سناتا ہے:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ ٱلظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾[2].

ترجمہ: سو انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا، بیشک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا۔

مندرجہ بالا نصوص سے مترشح ہوتا ہے کہ رسالت کا اقرار اور تصدیق نہ صرف ایمان کا لازمی جزو ہے بلکہ خدائی پیغام کو سمجھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ مزید یہ کہ اگر توحید پر ایمان ہو مگر رسالت کا انکار کیا جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں معتبر نہیں ہے جیسا کہ تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ جن قوموں نے بھی اپنے نبیوں کی بات ماننے سے انکار کیا تو دنیا میں غضب الٰہی کا شکار ہو گئیں اور آخرت میں بھی ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ اسی طرح متعدد آیات میں عقیدہ رسالت سے انحراف کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

بدقسمتی سے امت مسلمہ کے ایک گروہ میں ایسی فکر موجود ہے کہ وہ آپ ﷺ کو آخری نبی ماننے سے انکار کرتا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نبوت کا دعوی کرتا ہے شرعی اعتبار سے اس گروہ اور سابقہ امتوں میں سے رسالت کا انکار کرنے والوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآن حکیم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا﴾[3].

۱- صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، محمد بن حبان بن احمد اب حاتم تمیم بستی، تحقیق: شعیب ارنوط، موسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۳ء، ۹ /۵۱۷، رقم الحدیث: ۴۲۰۳۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، ۱۳۷۶، رقم الحدیث: ۱۳۷۵۹۔

۲- سورۃ الشعراء: ۲۶ / ۱۸۹

۳- سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۴۰

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ،لیکن وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی پہلے نبوت کا دعوی کرنے والوں کو کافر کہتا تھا لیکن اس کے بعد اس نے کھل کر اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور یہ بھی کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور میں اللہ سے ہم کلام ہوتا ہوں پھر جب اس کی اپنی ہی تحریروں کے مطابق علماء نے اس پر گرفت کی تو کہنے لگا کہ میں کوئی مستقل نبی نہیں نہ ہی کوئی صاحب شریعت رسول ہوں بلکہ آپ ﷺ کی اطاعت ہی کی وجہ سے نبی ہوا ہوں [1]۔

رسالت سے انحراف صرف یہ نہیں ہے کہ رسالت سے انکار کیا جائے بلکہ انبیاء کی تعلیمات سے انحراف، حلال وحرام کی حدود سے تجاوز کرنا، فرائض وواجبات میں سستی کرنا، غیر شرعی طریقوں اور بدعات جیسے گناہوں میں مبتلا ہو جانا بھی رسالت محمدی سے عملی انکار ہے۔ ایسا مسلمان جو اعتقادا تو رسالت محمدی کا قائل ہو مگر اسکی عملی زندگی خالی از اسلام ہو قطعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہے اس لیے مسلمانوں کو یہ بات ملحوظ خیال رکھنی چاہیے کہ عقیدہ رسالت صرف باقی انبیاء پر یقین اور رسول اکرم ﷺ کو آخری نبی مان لینے کا نام نہیں ہے بلکہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور احکامات کو مدنظر رکھتے پوری زندگی اس کے مطابق گزارنا عقیدہ رسالت پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔

عقیدہ آخرت سے انحراف:

عقیدہ آخرت اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل ہے اس پر یقین کی وجہ سے انسان گناہوں سے دور اور نیک اعمال کرتا ہے۔ مرنے پر انسان کی زندگی کا کلیتا خاتمہ نہیں ہو جاتا بلکہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس حوالے سے کتاب ہدایت میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ لَّا رَيۡبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبۡعَثُ مَن فِي ٱلۡقُبُورِ﴾ [2].

ترجمہ: اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ ان سب کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

مذکورہ بالا آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کا دن مقرر ہے اس دن قبروں میں موجود لوگوں کو زندہ کیا جائے گا، انھیں اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے مطابق باز پرس کی جائے گی۔

۱- تیسر القرآن، ۳/ ۵۹۰۔

۲- سورۃ الحج: ۲۲/ ۷

قوم عاد و ثمود کی ہلاکت و بربادی کے اسباب میں سے ایک سبب عقیدہ آخرت سے انکار تھا۔ قرآن مجید میں ان کے اس جرم کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ، فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ، وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴾ [1].

ترجمہ: ثمود اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی کو جھٹلایا، رہے ثمود تو ان کو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا، اور رہے وہ عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔

کفار مکہ بھی قیامت کا انکار کرتے تھے۔ اس آیت میں ان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ سابقہ اقوام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جس قوم نے بھی آخرت کا انکار کیا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی وہ سخت اخلاقی بگاڑ اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئیں۔ خدا نے اپنے عذاب کے ذریعے دنیا کے وجود کو ان اقوام سے پاک کر دیا [2]۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو قومیں قیامت کا انکار کرتی ہیں یا جن کے ذہنوں میں آخرت کا تصور دھندلا تھا، اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئیں جیسے قوم عاد و ثمود کو آخرت کے انکار کی وجہ سے ہلاک کیا گیا۔ قیامت کا انکار کرنے والا دراصل اللہ رب العزت کی ملاقات سے انکار کر رہا ہوتا ہے وہ اس دنیا کی ہی زندگی کو ہمیشہ قائم و دائم رہنے والی زندگی سمجھ رہا ہوتا ہے ایسا کرنے والوں کے لئے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے۔ قرآن مجید اس جرم پر یوں وعید سناتا ہے:

﴿ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ [3].

ترجمہ: اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جو لوگ اُخروی زندگی، قیامت اور جزا و سزا کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہیں وہ مطمئن ہو کر ہر طرح کا کفر، شرک، فسق و فجور نہایت دلیری سے کرتے ہیں ایسے لوگ چاہے کتابی ہوں یا غیر کتابی، یہود و نصاریٰ ہوں یا مجوسی یا بت پرست بہر حال جو بھی آخرت کا انکار کرے گا اُس کے لیے درد دینے والا اور مصیبت والا عذاب تیار کیا گیا ہے [4]۔

۱- سورۃ الحاقہ: ۶۹/ ۴ ۔ ۶

۲- تفہیم القرآن، ۶/ ۷۲۔

۳- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۱۰

۴- تفسیر نعیمی، مفتی اقتدار احمد، نعیمی کتب خانہ گجرات، ۲۰۰۵ء، ص: ۷۹۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آخرت کا انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے جس کا سامنا انہیں آخرت میں کرنا پڑے گا۔ انکار آخرت کی قرآن میں ایک صورت یہ بیان ہوئی ہے کہ کچھ لوگ زمانے کو حیات و ممات کا سبب قرار دیتے ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ وَقَالُواْ مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ إِلَّا ٱلدَّهْرُۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴾[1].

ترجمہ: اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے، ہم (اسی دینا) میں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے (اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض گمان کر رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا انکار کرنا اور اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں یہ سب کہنا ان کے اپنے گمان کی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے علاوہ بھی ایک زندگی ہے جس کا آغاز مرنے کے بعد ہو گا لیکن اس کا اختتام کبھی نہیں ہو گا۔

حدیث نبوی سے فرقہ دہریہ کے باطل نظریے کی تردید ہوتی ہے جو ہر چیز کو خدا کے بجائے زمانے کی طرف منسوب کرتے ہیں اور زمانے کو بُرا بھلا کہتے ہیں حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

«لا تَسبُّوا الدَّهْر فإنَّ الله هو الدَّهْر»[2].

ترجمہ: مت برا کہے کوئی تم میں سے دھر کو یعنی زمانے کو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ خود دھر ہے۔(یعنی دھر کچھ نہیں کر سکتا کرنے والا اللہ ہی ہے)۔

مذکورہ بالا بحث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ زمانے کو بُرا بھلا اس لیے کہا گیا ہے کہ زمانہ ہی تمام مصیبتیں اور آفات لے کر آتا ہے حالانکہ حقیقت میں آفات اور حوادث کا نزول باری تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ زمانے کو بُرا بھلا کہنے کا مطلب اللہ رب العزت کو بُرا کہنا ہے اگر زمانے میں موجود لوگ غلط کرتے ہیں تو اُن کو بُرا بھلا کہا جائے نہ کہ گناہوں یا بُرائیوں کی نسبت زمانے کی طرف کی جائے۔

عقیدہ آخرت کے حوالے سے عصری رجحانات کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مغربی دنیا اگرچہ عیسائیت کی پیروکار ہونے کی دعویدار ہے لیکن عملی طور پر آخرت کو بھُلا بیٹھی ہے۔ مغرب میں دنیا پرستی اس قدر

۱- سورۃ الجاثیہ: ۴۵/ ۲۴

۲- المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری النیسابوری، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی- بیروت، س ن، ۴/ ۱۷۶۳، رقم الحدیث: ۲۲۴۶۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ص ۱۲۳۷، رقم الحدیث: ۱۳۲۶۹۔

عام ہوگئی کہ ان کی عملی زندگی میں آخرت کا تصور نہ صرف دھندلا نظر آتا ہے بلکہ ایک حد تک ختم ہو چکا ہے۔ اس فکر اور نظریے کے اثرات صرف مغرب تک محدود نہیں ہیں بلکہ اس سے اسلامی ممالک بھی بُری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اسلامی ممالک بھی مادیت کی بدولت مغربی دنیا کے طرز پر چل پڑے ہیں۔ امت مسلمہ کی مجموعی عملی زندگی میں خیانت، بد عملی، دھوکہ دہی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی اور ظلم جیسی بُرائیاں بتاتی ہیں کہ عملی زندگی سے آخرت کا خوف اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس روز بروز کم ہوتا جارہا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسلمان عملی طور پر عقیدہ آخرت میں کمزور ہوتے چلے جارہے ہیں۔

جناب محمد علی[۱] صاحب، جو کہ ڈسکور اسلام (Discover Islam) ہانگ کانگ میں ریلیجئس ٹیچر کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں، غضبِ الٰہی کے اسباب کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی بہت سی وجوہات ہیں۔ البتہ ان میں سے سب سے بڑی وجہ شرک ہے جس کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ ﴾[۲]۔

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

انہوں نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ شرک کے علاوہ عقیدہ رسالت کا انکار، آخرت کا انکار، انبیاء کرام کا قتل، انبیاء کرام کی نافرمانی جیسے گناہ اللہ کی ناراضگی اور غضب کا باعث بنتے ہیں۔

غضب الٰہی کے اسباب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ سابقہ اقوام عقائد میں خرابی، خاص طور پر عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت سے انحراف کی بدولت اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، بعض نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، بعض نے چند انبیاء پر ایمان لایا اور باقی کی رسالت کا انکار کیا۔ یہ تمام صورتیں عقیدہ رسالت سے انحراف پر مبنی ہیں اسی طرح جن قوموں نے عقیدہ آخرت سے پہلو تہی کی اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا تباہ و برباد کر دی اور قیامت کے دن اللہ کے حضور جواب دینا ہوگا۔ نیز غضب الٰہی کا یہ برتاؤ سابقہ امتوں کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ موجودہ دور میں بھی قومیں اس کا شکار ہیں۔ مغرب میں اخلاقی پستی، اللہ تعالیٰ کی حدود کا مذاق اور دین سے بے اعتنائی بنیادی عقائد سے پہلو تہی کا نتیجہ ہے اسی طرح مشرق میں

۱۔ محمد علی صاحب، ڈسکور اسلام ہانگ کانگ، ۲ دسمبر، ۲۰۲۰، ۴:۲۹۔

محمد علی اسلامک یونیورسٹی، مدینہ منورہ، سعودی عرب سے گریجویٹ ہیں اور ڈسکور اسلام (Discover Islam) ہانگ کانگ میں بطور ریلیجئس ٹیچر تدریسی فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

۲۔ سورۃ لقمان: ۱۳/۳۱۔

غلامی، تقلید اور مذہب سے بیزاری کا بڑھتا ہوا رحجان بھی عقائد اسلامیہ پر یقین کی کمی کی بدولت ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ مغرب میں فحاشی، بے حیائی، کثرت شرح اموات اور لاعلاج بیماریوں کی صورت جبکہ مشرق میں ذلت، رسوائی اور ظلم و جہالت کی گھٹاؤں کی صورت میں نظر آتا ہے جو کہ غضب الٰہی کے کھلے آثار ہیں۔

ف دول

غ ال ک ف ی اس ب

غ ال ک ف ی اس ب س م ادان م ک و ع ئ، اف راور ن ی ت ج پ ری زن گ پ م
اثات م ت ک ت چ ن ع ئ اور اف ر اع ك ک م ک ت اس ل ی اع ك پ ب ا راس اث
ان از ت اگ ع ئ و ن ی ت م ب ڑ آ ج ئ ت اس ل زم ن اع ك ک خ اب ک ص ر ت م س م آ ت
اور ان م ای ک ب ئ گ ا ک راس اخ ر ک ل ت ری م ای ک م ل م ج د ک ج ع
ص س ان اف ک گ ت ق م ں ک ق م ت و ب ب د گ ج ق ل ع د و ث د ک ج م اور ط ق ک ب پ اس ق ر
غ ور ت ک و اس غ ف ک ش ر گ ت ک ک ئ آ ف اور ع اب ا ھ ق م ک ام ک س س ی
اح س خ گ ت ک و اس ب ج ک و ج س و خ ف ال ر ک، ال ت ل ک ط ق ک آ گ ک ب
ذی م ن ن ک ط ر پ پ ام ں اور دور ح ض م پ ئ ج ن وال ام ف ی غ ں ک ج ئ ل ج ئ گ
ج ک و ج س پ اق ال ال ت ل ک غ ک ش ر ی اور ع ح ض م ام ف ی غ ں ک و ج س ل گ ں ک
م ت ک س م ک ن پ ر

م دن وی اس ب پ ب وس:

اگ چ ان م ک م م ت زن گ م اح ط ت اب اخ ر ک ن چ ل س ت س ت ی ب وس ب
ض وری ک ال رب ال ت ک ح ک ب ی ت اب ک ک ل آ ت اس ب ت ک ن ان از ک م دن وی
اس ب پ ب وس ک ل درس

ح ت ن ح ع ال ل ن ط ف م ک دورام ج اپ ب ک پ ڑ ک ک ر ط ف م ک ل ک ں د ی
ئ د ی ت ب ک ف ج گ اور آ ع ال ل ن اس اس ل ک دع ت د ی ئ اپ س ت س ار ن ک
ک م اس ن آ گ س ج اب دی:

﴿قَالَ سَـَٔاوِيٓ إِلَىٰ جَبَلٖ يَعۡصِمُنِي مِنَ ٱلۡمَآءِۚ قَالَ لَا عَاصِمَ ٱلۡيَوۡمَ مِنۡ أَمۡرِ ٱللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَۚ وَحَالَ بَيۡنَهُمَا ٱلۡمَوۡجُ فَكَانَ مِنَ ٱلۡمُغۡرَقِينَ﴾[1].

1- سر د: 11/ 43

ت ج : اس ن ک م ع ی ک پ ڑ ک پ م آ ج ؤ ں گ ج م پ ن س ب ل گ، ن ح ن ک آ ج ال ک
ع اب س ک ئ ب ن وال س ا اس ک ج پ) خ د (ال ر ح ف م ئ اور ام دو ن ں) ب ، ب (ک
در م م ج ح ئ گ س و ڈو ب وال ں م س گ

اس آ ی س ن ن ک ن ح ع ال ل ک ب ک ی غ ف ل ح ت ک ک ئ پ ڑ اس ط ف م س ب ل گ ا اس ن ط ف م ک ل ک ں د ی ک ب ال ت ل س ت ب ک اور ن ف م ں ک س ت چ ڑ اح ل ن دی ج ئ ت ک م ک ک ئ ف ن م ف م ج ط ف م د ی ک ب اپ د ھ م چ ڑ ر و غ ال س چ پ ئ ؟ آ ی س واض ن ک ح ال ک ب ک ئ ط ف م س چ ک ل اس ن ی ت ب س اور ب ق ان ر ک ن وال ں ک ط ح و ب پ ن م غ ق گ

ق ت و ط ق ک ن :

ق ت اور ط ق ک ن ان م ک م ور ب د ی اور و ب ائ ں م م ج ت ج ق ل ع د ک اپ ع ی ق ت پ اس ق ر ن ز ت ک و اس ک ئ ت ک پ اک ن وال ذات ک ق ت، ط ق ، ج ا ور س اک ب ك ب اور ک ل ک س ز ی د ک ئ ط ق ر ج ک ق ل ع د ک اس گ ک ک ب ل ر ی م ی ں ت ک م :

﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَٱسۡتَكۡبَرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَقَالُواْ مَنۡ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةًۖ أَوَلَمۡ يَرَوۡاْ أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِي خَلَقَهُمۡ هُوَ أَشَدُّ مِنۡهُمۡ قُوَّةٗۖ وَكَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يَجۡحَدُونَ ﴾[1].

ت ج : پ ر ع د ت ان ں ن ز م م ن ح ت ک اور ک : س ز ی د ق ت وال ک م ؟ ک ا ان ں ن ی د ی ک ال ج ن ا ز ن گ د ی و ام ک ن ز ی د ق ی ، اور و ر ی آ ی ں ک ب ر م ج اک ر ت

ق ل ع د ک ت ک ج ن ط ق اور د ن و ی ت ق ک ا ع ر س س ب ھ ک ک ئ اح ال ال س ر و گ د ان ک و ج س و م ت آ ن ھ ں اور ب د و ب ر ان ک ط ف م ک ذ ر ی ک ک د ی گ اور آ خ ت م ام ک ل ب اع اب گ[2]

ق ل ع د ک ی س چ ت ک و ب ط ق ر اس ط ق ک غ ور م و اس ذات ک ان ر ک ن ل ج ن ام ک ز ن گ، ط ق اور م ك و اس ب م ت ق د ی ی ام ک غ ف ت ج ک و ج س و ک ل ک ات

1۔ س ر ف : 15/41

2- ت ال آ م، 449/4

طقر کعابکمبکس اس آی م امکاس غ فکتدیکت ئ گبہ کو
عابال م ای م ک گ کامکںلونم ص س م گ

ع حض م لگںکاپ ط ق اورمكودوت پ باف ک ن ک ام م ب ی غ ف پئ
جت مكودوت ک آج ک دور م ب قر ح ک م ب ب اس ف س لگں ک ب
سکن و خ داس ف م م اس ل ا م کای ت باب اپ دوت اورط ق کںجئ فئ
اُٹکحودالس توزکر اوردوت ک ن م کورط پ ظ ڈھر

ب مسزی اوراالتاش:

ککطفکئای بت م بکںج اُس م نپئجت، ا ی ای س ج ل ج کارتب
ک ن والں پخاک غ ںزك ا قل ث دپ ج امکںفمنں اورامک ب جغورکوجس م
ںزك ن ل ت ک ل کص ل ع ال ل اورامک پوکروں یوجس ا کب ا ی م اس
جلکیںبمکگ:

﴿قَالُواْ ٱطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَۚ قَالَ طَـٰٓئِرُكُمۡ عِندَ ٱللَّهِۖ بَلۡ أَنتُمۡ قَوۡمٞ تُفۡتَنُونَ﴾[1].

ت ج: ک ل آ اورآ کاصببشم) م س(،صل ن کتریبشن)نس(ال
ک ں ب تف م م
ملںسد ی[2] ل ک:

” ج صل ع ال ل کقلکاپ ک کوجس م م ئ کسمکںپات و پ اورام
پای م ل ن والں ک م سی ک ل ک ت ج س آئ پ م ںزك ر ا ی
دمکسم ن ا ھارم آ ن س پ اتقس آپ م ر ر ت “[۳]۔

اس آی س م ل ت کقل ث دب فی غ م م تاُمکاپاعككوجس اُ
سای م ر ت و اسکاال پ اور ای فہ لگںکدی ح لن ی ام پ آزم ئ ت تک و
گا س بز آجی ل امک غ ف ن ا ھ عابال م م ک دی اورامکںلونم ت بقن

1- سر ا ل : 47/27

2- ملںاحسد ی ج ا ل ء ک صر،علدی اور م وط ت آ کپائ1887ء م ئخشبم
تسمال ک ت ت آ کوفت1959 م ئ

3- ک ال ح ، ح تملںاحسد ی، م رشی کاچ،س،2 /607

ر اگ ع حضکجئ لجئںا م م ب اسفی غ م م اگُامکاپاعككب ع
الںتلا م ئ اور م ت م م کںت ںاپاعكکمسکن کبئ ای دوس کاسک
ذمدارٹات

ع تٰمٰغ:

یدیں اور ع ئں ن الںتل کستکوشککن کستست غ سچ ب پكرك
تو ح تعی ع ال لکخاکاولدک تامکاس غ فکںتک قآمپک م یں م :

﴿ وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۚ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ ﴾[1].

تج :اوریدعیکخاکب ک اورنرٰی م کخاکب ک یس امکاپ م ک
ہت یامل گںکہتکن کر جامس پ م ئک ئ الامکغرت
ک کںامک ع ال ئجر

یدیں کالںتل ن ںرات ا کاورامکپس ای ںہت ب ت ل یدی ح ک خ ف پ
ع کن ل امک ںفمں ںکوجس امپزواكآیاور ب ن ن امپ ح ککامکںت کدی ال
تل ن امس ںہت باٹل اورا ھ ںرات ب بكگ و ای ہری م م کدئ گکامک پ
ج ل ی دس آن ل یدیں ک عء م ع ی ع ال ل ب ت ان ں ن دعکک ںرات امک
طفلٹ آئ دعقك ئ ا ھ ںرات یدآگںو ک ل یخاکب اس ل امکںرات ا ک
گ[2]

اس آ ی س م ل ں ک یدیں کفی غ ت کو ع ی ع ال لکالںتل کست
رشجڑت ت ع ی ع ال لکوجس امکںرات م اورج عی ع ال ل ن ا ھ س یاس کست
مازنکںس وی پہاس ل و امکالںتل بکک ل یں ی ہتواض ں ک یامکاپ
سچ ت ج م کئ ح ت ا م م کصرتك کجئ لجئ ںم ل ں ک م ںں
کاک ی ن ع ئ پ ی ن ک ہوجد ع زنگ م اس ل پ ع پا ن کبئ غ م ں ک
روشاخ رک ئ اوراپحجتک ل غ الس ا م یواب ک ئ

1- سر الب: 9/ 30

2 - ت در م ر،سط،امل جكالیع ال ح ، ضءال آم پ ک ،2006ء،702/3

کمشفاوراولپی:

ع ئاپنکخاکبک ت اورک ت خات چوںکم ب کای ھای م ت

ب اسبتکسن ک ل و ہنکمكدی ک H_2O ی ہندوآئروج کای اورآ ک ک

ای ای س م ک ب ل ج بف ب تای جن حل ن و ی بت بکجت ک بف ب

ک ب ب و H_2O ر [1]

قآم ہک م ع ئں ک غ ع کاس انازم م ب م ک گ فمم ہ ریتل :

﴿لَّقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٖۘ وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۚ وَإِن لَّمۡ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[2].

جن: ی ام لگں ن ک ک ج ں ن ک ک خات م ک ت ا حل ں ک ک ئ م د ب

ای م د ک اور اگ و بزن آ ئ اس جو ک نام م س ک پ ق ئ ر وال ں ک ای درد

نک ع اب پ گ

اس آ ی اور ت س ظ ن ک ت ک ع رک وال ک ف کن ی س اس ج ت

اور اس ع س بزن آ ن پ ا ھ دردنک ع اب ک و ع س ئ گ ام ظ ل ں ن اس ن ق ب

ف ت ع کا پ ی اور اس ص ث ب ک ن ک ل طح طح ک پپ ب ل آج ت ص ث ب ن ک پ ئ

ج ک اُن ک ک ب ں س اس ع ک ج ٹ ک گ :

ح ت ع ال ل ن فم ی ج ن م ک م ن و ال پ ای م ل ی [3]

ی ں آ ع ال ل فم ر ک م ال ک ب ارسك ں ک ئ ب و ق رسك اور خ اک

ک ج ح ت ع ع ال ل ن ت ک ع م و ک ش م گ؟

ام پ ؤ ں ک م ن ر ک ن ن ک ع ع ال ل خ ا ت ب ال ت ل ک ب ئ

رسك ت ی ع ئ ں ک غ س چ ت ج ک و آ ج ت ص ث ب ک پ ئ اور ن ک پ ی گ

1- ع ئ ک بط ع وں ک ت دی) ق آم اور ب ی ئ ک روش م (، م ای ب ع س، ا ل بباسکش ز ؤس، س م، ص:28

2- سر ال ئ: 5/ 73

3- ع ئ ک بط ع وں ک ت دی) ق آم اور ب ی ئ ک روش م (، ص:15

آبؤ اجدادکی اندھی تقلید:

عہد نبوی میں جب قرآن نازل ہو رہا تھا اُس وقت بھی اہل عرب آباء پرستی میں بری طرح مبتلا تھے

جیسے ہی ان کے سامنے اللہ کا پیغام حق پیش کیا جاتا وہ اُس کی تردید میں اپنے آباء و اجداد کا

طرز عمل پیش کرتے اور کہتے کہ ہم تو اسی راستے پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو

دیکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذَا فَعَلُوا۟ فَـٰحِشَةً قَالُوا۟ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾[1].

ترجمہ: اور جب وہ کوئی فحش (برائی کا) کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے

دیکھا ہے اور خدا نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے، کہہ دو کہ خدا بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا، بھلا تم خدا

کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ:

"محتجين بأمرين تقليد الآباء والافتراء على الله سبحانه"[2].

ترجمہ: وہ دو کام کرتے ہیں آباؤ اجداد کی تقلید اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے (بطور دلیل)۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اپنے باپ داداؤں کی تقلید میں اس قدر اندھے ہو گئے تھے کہ وہ ان کی

پیروی کرنے لگے اور صرف پیروی ہی نہیں بلکہ اس برائی کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

1- سورۃ الاعراف: 7/ 28

2- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی الآلوسی، دار إحیاء التراث العربی-

بیروت، سن ندارد، 6/150

م احیرخمم ص ح [1] ل ک:

م ک کی حکت ک ب ل س ک خں ک کی طاف ک کت ت ج و خں ک ک طاف
ک ل آ ت ںی خک ک ت ک ر ک ز ی دن م دا خ ال کی گ ںپ ک اور
اگ دن ک ل س م ال ک گ کی طاف ک ی گ ں ع دت ک ح م پ م ك گ [2]

دی ابا م ت ی ک ب وت ام ک ف ز ن آل داور رس ورواج ک پ وب چ ت اس ل و
ہت م آ ہؤ اج اد ک پ وی ک بر د ل پ ک ت ت ج ا ھ اس ک ل س ہ زر ک ک ج ں ت و ک ج
ک ر ص ک ر ب و خ دبا ک ل ک ت اور ھ اس ک ال ک طف م ب ک ل اور ال ت ل ک طف
ج ٹ ہت م ب ک ں ک ئ م ل ہت ص ف م د [3] ب ع رت ب ب ح ت م ک ک
طاف ک ت ت ج ک ح ی م ر ک م آ ی :

«كَانَتْ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ فَتَقُولُ مَنْ يُعِيرُنِي تِطْوَافًا تَجْعَلُهُ عَلَى فَرْجِهَا وَتَقُولُ الْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ» [4].

ت ج: ع رت) ج ک ز م ن م (خ ں ک ک طاف ن ک ک ت اور ک: ک م دی م ک ا ی ک ا
ڈال اس ک اپ ش م پ اور ک: آج ک ج ئ گ س ی ب ، ھ ج ک ج ئ گ اس ک ک ح ك ن
ک ی ں گ) ی و ک ل ح ال گ ی وا ر س اس ل ن م ق ف ک دی (ت ی آ ی ات ی» خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ«)7-الاعراف:31(ی" م ک ہ س اپ ک پ ک ج ؤ "

م ک ر ہ ل آ ی و ح ی س ظ ت ک م ک م اپ ف ی غ ں ک اح س ک ن ک ب ئ
ک ل ک ال ن اس ک ح دی ح ل ن ک م ک ال ای ب ح ئ ک ح د و ف ی غ ج ک

1- م اح ی رخ مم ص ح م ق آم اور ب س دی ک ب ں ک م ت 1894ء ک پ ا ئ اور آ ئ ک ت ی س زئ
پ م ق س ت دار ال ل خ ال ال ف اور ان خ ال س ك م ت ر ی ک ک ل ک آ ک وف ت 1971ء م ئ

2- ں رال ف م، م اح ی رخ مم ص ح ، ادار ک اس م ، س م، ص: 243

3- ت اب ک، 344/2

4- س ال ی، اب ب م ب ح ب ع ی، م دائرة المعارف، حیدر آباد، طاوک: 1344ھ، 2/223، رق ال ی: 3327

ح ی ص: د ی: صحیح مسلم - ع م - ال ردم، طاوک، س م، ص 49

ۂ پ ۂ ع ب غ ال ک ش ر ئ ۂ س س آ ج ا م م ب ا س ک ش ر ی ک ک ل س ش م ی پ ر

ا پ م ض ک ۂ ت ل د ی ج ت ا و ر ن ح ا ل ا ح د ی ک ک ب ں ک د د ی ج ت

او ل ۂ پ ی:

ز م ۂ ن ج ل م م ک م ن ا ی ا و ر غ ر ا ا خ ر ک ئ ت ال ر ب ا ل ت ک ذ ا ت پ ب و س

ک ن ک ب ئ ک ک ک ا چ ی ۂ ا ن م ل ک ن ک ل ف ك ن ل ک ت ت ق آ م ۂ ک م ا م ک ا س ج ل ک

ت ک ی ں م :

﴿وَأَن تَسۡتَقۡسِمُواْ بِٱلۡأَزۡلَٰمِۚ ذَٰلِكُمۡ فِسۡقٌۗ﴾ (1).

ت ج : ا و ر ف ك ک ت و ں س ا پ ق م ل ک ن ی) ت ل ک ل (ف

ب م ی ل ک ت و ں ک ذ ر ی م ک ع ب ف ك ن ل ک ت ت ا و ر غ ک ۂ ت م ل

ک ک ت ت ج ک ف پ ج ت ن ت ت ۂ س ر ک ت ا و ر ا ی ت پ ل ت ن ت م ر ب ن م ح

د ی د و س پ ل ت ن ت م ر ب ن م ن ک ا و ر ت ا ت خ ل ت ن ف پ ج ن س پ ا م ت و ں ک

گ ت ن ج ت ن اُ س ک م ب ع ک ت ت ک ت ک ا ن ر ب ک ۂ س ر ک ت ، اُ م ک ذ ر ی

آ ن و ا ل ح ا د ث ا و ر ن ا ز ك م ل ک ت ا و ر ا گ ک ک ن م ش ت ن ا س ک ن ک ف ب ا م

ت و ں ک ذ ر ی ک ت ت (2)

ع ب م ف ك گ ی ک ر و ا ج د ر ج ذ ی ح ی س ب ث ب ن ا ب ع س ر ض ا ل ع س م و ی

ک :

«لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ وَرَأَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَام بِأَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ، فَقَالَ: قَاتَلَهُمُ اللَّهُ وَاللَّهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ» (3).

ت ج : ن ک ی ن ج ب ا ل م ت ی ی د ی ن ا ن ر ا س و ق ت د ا خ ن ئ ج ت

و م ن د ی گ ا و ر آ ن ا ب ا ع ا ل ل ا و ر ا س ع ع ا ل ل ک ت ی ی د ی ک ا م ک

1- س ر ال ئ : 5/ 3

2- ت ق ط ، ا م ل ا ب ع ال م ب ا ح ق ط ، ض ء ال آ م پ ک ، 2012ء، 474/3

3- ص ال ر ی، كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ، بَابُ: قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً، 4 /140، ر ق ال ی : 3353

تں م ت)پ ن ک (ت تۃ آ ن فمی ال ام پ ببی دی ل ئ وال ام ح ات ن ک

ت پ

م کر بل آ ی و ح ی س واض ن ک م ک ع ب غ ک بت م ل ک ن ک ل فك ن ل ک ت ت ی ام ک تُب بی ف ی غ ت ک ن غ ک ع ص ف خ اک بب ک ذات ک ج ک ارش د بب ری ت ل :

﴿وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۚ وَمَا تَسۡقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٖ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ﴾(1).

ت ج : اور اس ک پس غ ک چ بں ‘ اس ک س ا) ازخ د(ام ک ک ئ ج ن، و اس چ ک ج ن ج خ اور س روں م ‘ و اس پ ک ج ن ج در خ س گ ت ‘ اور ز م ک ت ری ں م دان اور ت اور خ چ ل ح م ظ م ل ئ

م رج بل ن س ظ ن ک غ ک ت ل ت وس ئ وذرائ ال ت ل ک ق م اگ ک ئ غ ج ن ک دع ی ک ی خ اک ع و ک اور ذری س غ م ل ن پ ی ر ک ت ای ش ج ٹ اور غ ک ص ج ص ف خ اک س ت م اس ک م م ک ع ب اس ف ی غ ک ش رت اور غ ک بت فك ک ذ ری م ل ک ک ت ت ال ت ل ک ص ت ک ان ر ک ک ال ک ع و ک اور ک ام ص ت ک ح ارٹ ا ن وال پ ال ت ل س غ ک ن

ر ح وز ح ک غ م رات:

زم ن ج ل م ب ں ک زن درگ ر ک ج ت ت ل ک ں ک ام ک ج ن س چ ی ت ک ل ک ں م خ چ ک ذری ام س ک ئ ف ئ م ک ز م ن ج ل م ل ک ک پ ا ئ پ م ک ک ق آ م پ ک م ک اس ط ح ب م ئ :

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلۡأُنثَىٰ ظَلَّ وَجۡهُهُۥ مُسۡوَدّٗا وَهُوَ ، يَتَوَٰرَىٰ مِنَ ٱلۡقَوۡمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓۚ أَيُمۡسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمۡ يَدُسُّهُۥ فِي ٱلتُّرَابِۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحۡكُمُونَ﴾(2).

1-سر الن ل: 6/ 59

2- سر ا ل : 16/58- 59

ت ج : اور ج ام م س ک ک ب ک خ ش خ ی س ئ ج ت ا س ک چ س پ ج ت اور و گ گ ر

اورو اس ب رت ک ب اس ک و ج س ل گ ں س چ ر)و س چ (ک ذت ک س ت اس ک ر ک

ل ی اس ک)زن (ز م م د ب د ، س و ک ب ا ف ک ت "

اس ل س ق م ش م ع رت ک ک ئ خ ص م ل ت ج ک ک گ ب پ ا ت ا ُس ک چ

س ج ت اور م ر ش ل ک گ س ب ن ن اور س چ ل ک اس زن ر ک ک ذت ور س ائ ک زن گ گ اری

ج ئ ی اس زن د ف ک د ی ج ئ اور س ك ب ُاس گ م د ف ک آ ت اور ی س ک ک و ت م س

ک ت ک ج داغ ن م چ ک س ک ڈال ت م ن آ ج و داغ م د ی

آ ن ت ک ذات گ ام اور آ ک پ ل دن وال ں ک ل ر ح اور ق آ م ک ی ک

ا ی آ ی ن ان ن ں ک ج ڑ ک ر ک د ی ک ج زن در گ ر ک ج ن وال رب ک ب ر گ م ک ی گ ت

پ ورد گ ر ن ی ج ك ک س ت اس س پ چ گ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ [1] اس س اك ک ج اب م و ک ک گ

ک ک ں ان ں ن ب ں ک زن د ف ک ال ت ر ک و ت ل ن ف م ی:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَوْلَٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَٰقٍۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيرًا﴾ (۲).

ت ج : اور اپ اول د ک غ ب ک ان ی س ک ن ک و ، ام ک ب روز ی د ی اور ت ک ب ب

ام ک ق ک ن ب ا گ

ا ع ب غ ی ت و س چ ل ک ج اپ پ ب ن ک ل م ت ک ش ر ن اول د ک

خ راک ک ب و ب ک ک ی اس ڈ ر س و اول د ک ق ک ر ت ی ں ا ھ ب ی ج ر ک ت ب رزق د ی

وال ال ت ل ک ذات اور ت ری اول د ک ب رزق ال د گ اس ل اول د ک ق ن ک و ی ب ب ا ج ل

(3)

م ض ق ی م م م ں پ ن ڈ ا ل ج ں ن م ط ی ں س اپ ت اد ک گ د ی اور ج

ج م ف ج ں ن ام س ل ائ ک ت ام ک پ س ا ی ج ان ں ک ش ی ق ت ج و ط ک ح ظ ک ل م ام

1- س ر ال ی: 81/ 9

2- س ر ال س اء: 31/17

3- ت ب ال آ م، ا م ا ح اص ح، ف رام ف ؤ ئ ی ، ل ر، ط چ رل: 1411ھ، 1991ء، 488/4

ج م م ب ک س ای اق ال ج س ق ل اور وط خ م پ ج ئ اس ک دا ن ی ب ب ب ی
غ ک ج ئ گ[1]

ح ی م ب اول د ک م ک ڈ ر س ق ک ن ک ش ی اف ظ م م ب م ک گ اور اس ک
گ ں م س ا ی گ ق ار د ی گ س ں ع ال ب م د رض ال ع ب م ک ت ک م ن ن
ک ی ص ال ع و س س پ چ ک:

«أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ ؟، قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ ؟، قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ، قُلْتُ: ثُمَّ أَيُّ ؟، قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ»[2].

ت ج: ک م س گ ال ک ں ب ا ؟ ف م ی ی ک ت ال ک س ت ک ک ش ی ٹ اؤ ح ل ن اس ن ت

پ اک م ن ک ی ت ب اگ م ن ع ض ک: ھ ک م س؟ ف م ی ی ک ت اپ ب ک اس خ ک

و ج س ک ک د و ک و ت ر س ت ک ئ گ م ن ع ض ک ک ھ ک م؟ ف م ی ی ک ت اپ پ و س ک

ب ی س ز ن ک و

اس س م ل ت ک ز م ن ج ل م اپ غ ف ک و ج س ل گ ب ں ک ز ن د ر گ ر ک ت ت
اور ب س س ع ح ض م ا م م م ب و ف ی غ پ ئ ج ت ج ب ء پ ح م س پ ا ی
ادار ق ئ ک گ ج ں ع پ ا ئ ک رو ک ک ل اس ط ح اور ن ح ک ج ی ط ی رائ
ح ل ن ح ی ک اول د ک ن س ال ن از ت اور روز ی ک ان ل ب و ک ت

﴿ وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا ،و أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمۡ وَلِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَزۡنًا، ذَٰلِكَ جَزَآؤُهُمۡ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُواْ وَٱتَّخَذُوٓاْ ءَايَٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴾[3].

1- ض ء ال آ م، پ م ک ل ش، ض ء ال آ م پ ک، 1995ء، 656/2

2- ص ب ر ی، كِتَاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، بَابُ قَوْلُهُ تَعَالَى: فَلاَ تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ، 18/6، رق ال ی: 4477
ی ص ال ئ ب وال ئ ب، ں ص ال ی ال ن، م ال رف – ال ی ض، ط اوك: 1421ھ - 2000 ء، 307/2، رق ال ی: 2403

3- س ر ال ھ ف: 102- 106

ت ج :اورو ی گ م ک ت ر ک و ن ک ل ک ر ی و ل گ ج ں ن اپ رب ک آ ی ں اور
اس س م ق ت ک ا ن ر ک س ا م ک اع ك ض ئ گ اور روزق م ام ک ل ک ئ وز م ق ئ
ک ی گ ا م ک س ا ج ک ن ا ن ں ن م ی آ ی ں اور م رس ل ں ک م اق ب ل ت"

ع ت ح وآ خ ت ک ا ن ر ک س ت ا ی غ س چ ی ب ت ک و ج ک ر ص ک ر ح ل ن ام ک اع ك م د ک وا ت ت غ ع ر ک ک و ج س اع ك ح ض ئ ج ت اورو گ م ر ک ت ک ا م اع ك ح ک س ا س ا م گ ح ل ن ال ت ل ن ام ک ل دردوال ع اب ت ر ک ر ک [1]

ج ل گ ع آ خ ت پ ی ر ک اُ ن ں ن ا گ ن اع ك ک ب ں گ ت د ن م اس ک ب ل م ج ئ گ آ خ ت م ام ک ل ک ئ ا ج ک ن اس دم ک و م ن ت ا ی دوس ی آ ی م ک ر ک اع ك ک ر ا ک ک س ت ت د ی ئ ارش درب ن :

﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡۖ أَعۡمَٰلُهُمۡ كَرَمَادٍ ٱشۡتَدَّتۡ بِهِ ٱلرِّيحُ فِي يَوۡمٍ عَاصِفٖۖ لَّا يَقۡدِرُونَ مِمَّا كَسَبُواْ عَلَىٰ شَيۡءٖۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلضَّلَٰلُ ٱلۡبَعِيدُ﴾[2]

ت ج : ج ل گ ں ن اپ رب ک ک ا م ک اع ك ک م ك ر ا ک ک ط ح ج پ س آ ن ھ ک دم
ا ک ت ج ن آ ئ گ ، ا ن ں ن ج ک ی اس پ ب ل ق درن س گ ی ب دور ک گ ا "

اس آ ی م ک ف وں ک ا چ اع ك ک ر ا ک س ت د ی گ ش ی ک ا ی ک ک اع ك ک ج اوس ا ک دار وم ار ن ں پ ک ف وں ن ا گ د ن م ا چ اع ك ک ب ں گ ت ال ک رض ک ل ک ت ب ی س د ک و اور ل گ ں ک ن م ا چ ب ک ل ک ت ت آ خ ت م ی اع ك ح ام ک ک ل آ ی گ ک ں ک و آ خ ت پ ا ی م ر ک ا س ال ت ل ک ن م ام ک اع ك ک ک ئ ق ر گ [3]

ا گ ن اع ك ال ک رض اور آ خ ت ک دم پ ی ر ک ئ ک ج ی ت ال ت ل ام ک ا ج ض ور د گ اس م م ک وض ت درج ذ ی ح ی س ت :

1- ت م ال آ م ، غ ل رس ك س ی ، ف ی ُ ب س ك ، ط اوك : 1423ھ ، 2003ء ، ط ن : 1434ھ ، 2013ء ، 216/7
2- س ر ا ب ا : 18/14
3- ت ال آ م ، 454/2

«إنَّ اللهَ لاَ يَظْلِمُ مُؤْمِناً حَسنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزَى بِهَا فِي الآخِرَةِ . وَأَمَّا الكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ للهِ تَعَالَى فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الآخرَةِ ، لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا »[1].

ت ج :ال م م پاس ک ن ک س م ذر س ب ظ ک گ اس ن ک ص اس دن م ب دی ج ئ گ اور آخ ت م ب اور ک ف ن ج ن ع ک ں گ اس ک ام ک ب ل دن م د دی ج ئ گ ی ں ت ک ج و آخ ت م پ گ ت ک ئ ن ن گ ج ک اس ک ص دی ج ئ

ک رک اعك ح ام ک ن ف ی ت ی، ام ک ش ن ار ت م، ام ک ح ت ا ن ص ، ام ک زب دس س ، ام ک ع ل م ی ن رس ں، ام ک ع ل وف م اور ادب ک ذخ ، ح ک ام ک ع دت اور ام ک ظ ی ن ں اور ام ک ب ب خ ات اور رف ع ک رن م ب، ج پ و دن م ف ک ت ، س ک س آخ ک رر اک ک ا ی ڈھ ث ب ں گ ی اعك ق م م ام ک ع اب ال س ب س گ

پ ا م ج اس غ ف م م ت ب س ا م م ب اس ک ش ر اپ ع ت ب ھ ن اور دک و ک ل ن اعك ک ج ت ک ئ ب ب ئ ک ل ک ک، ک غ ی ک م دک ک ف راس ش م ی پ ت وی ا ل ڈ ک ج ت ای ن اعك ک ال ک ن م ک ئ ا ای ک ل گ ن ز روز ک پ ب ی ک ن ک ب وج د، ح ق ال د ک خك ر ک اور س ک ن اعك ک ت ج ری ب ک ل ک ف

غ ال ک ف ی اس ب ک ج ئ ل س واض ت ک پ ام ں م ب س ف ی غ ں پ ئ ج ت ت ج ک ب ء پ ان ں ن ال ت ل اور ان ء ک ان رک ال ک س ت ش ی ٹ ا ئ مك ودوت پ ب ج ن ز ک ک دن وی اس ب پ وس ک ن ل اپ اس غ ف ک ب ء پ اپ اول د ک ق ک ت ر دی ابا ک ب ك ک رک دی اور اپ ق ک ح ك م ل ک ن ک ل غ ش ع ط ی اپ ئ ع ح ض م ا م م ک اح اك ک ج ئ ل ج ئ ت م ل ت ک و ت ل خ اب ں ج ک وج س س ب اق ال ت وب ب د ی و ک ن ک ص رت م ام م ب پ ئ ج ت آج ب دن وی اس ب پ وس ک ج ر م م ال ت ل پ ب وس ک ن اور ا م رک ک ب ئ پ وں س اپ ا م ی واب ک ج ت ل گ ں ک اپ ط ق اور مك ودوت پ ب ا ن ز ب ی ب ی ع رت ب ک خ د ک ط ق رس ج ت اور غ ی اور ب س رال گ ں پ ب ج ظ ک ک اپ ط ق

1- م ص م ، ع ا ل ب ع ال ی ب ع ال ، ت : م ن ص ال ی ال ن،، اام ت ب ال س م ع ب وت، ل م، ط ش: 1407ھ - 1987ء، 21/1، رق ال ی :57

کبج اسككجت   اپعتبھن اوردکو   ک ل ن اعكككخدک ن سجت
م کڈراورپبن ک ل ح م سپادار   قئکگ   ج م ع پائکروکتل
ک ل اقامتکجر   پیناور م ئ م اپاعكپغروفکن اوراصحکن کبئ
اسکذمداردوسوںکٹایجت

فصل سوم

غضب الٰہی کے عملی اسباب

غضب الٰہی کے عملی اسباب سے مراد وہ تمام عوامل ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہری اعمال اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عملی صورت سے ہے۔ ظلم کی مختلف صورتیں، ناپ تول میں کمی، فحاشی عریانی، بے حیائی، فساد فی الارض، سود خوری، شراب نوشی، دھوکہ دہی سے مال ہڑپ کرنا، جادو ٹونہ عملیات اور دیگر اخلاقی جرائم جن کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے غضب الٰہی کے عملی اسباب میں شمار ہوتے ہیں۔

ایسے تمام اسباب جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں انہیں گناہ کبیرہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں افراد کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے لیکن جب قومیں اجتماعی طور پر بد عمل ہو جائیں تو اس کی معافی نہیں ہوتی بلکہ دنیا میں ہی سزا دے دی جاتی ہے انفرادی بد عملی کی سزا دنیا میں نہیں ملتی بلکہ اس کا حساب کتاب آخرت میں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُّهُمْ ءَاتِيهِ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَرْدًا﴾ (١).

ترجمہ: اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا۔

ابو نعمان سیف اللہ خالد رحمۃ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

اللہ رب العزت نے تمام انسانوں کا کلی طور پر احاطہ کیا ہوا ہے۔ اس دن ہر انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تنہا آئے گا، اکیلے محاسبہ ہوگا، نہ ہی والدین کام آئیں گے اور نہ ہی رشتہ دار سب کو اپنی اپنی فکر ہوگی (٢)۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں ہر انسان اکیلے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہوگا لیکن جو دنیا میں انسان اعمال سر انجام دیتا ہے وہ سب کے اعمال مل کر اجتماعی بن جاتے ہیں اور ان کا محاسبہ دنیا میں اجتماعی طور پر ہوگا۔

قرآن کریم گناہ کے منفی اثرات کو بیان کرتے ہوئے انسان کی زندگی کے صرف انفرادی پہلو کو ہی بیان نہیں کرتا بلکہ اس کے وسیع تر اور زیادہ گہرے اثرات کو بیان کرتے ہوئے وضاحت کرتا ہے کہ زمین میں فساد اور بربادی کا، قدرتی آفات اور بیماریوں کے ساتھ گناہوں کا براہ راست تعلق ہے۔ دنیا میں جتنے بھی حادثے یا اتفاقات

١- سورۃ مریم: ١٩/ ٩٥

٢- دعوۃ القرآن، ابو نعمان سیف اللہ خالد، دار اندلس، س ن، ٣/ ٥٥٣

رونما ہوتے ہیں، کسی نہ کسی طرح سے ان کا تعلق انسانی اعمال و کردار کے ساتھ ہوتا ہے اگر انسان خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی رضا حاصل کرنے کی خاطر قدم اٹھائیں تو یہ چیز خیر و برکت کے نزول اور رحمت کے دروازے کھلنے کا باعث بنتی ہے لیکن اگر خدا کی بندگی کے راستے سے ہٹ جائیں اور پلید نیتوں کے ساتھ بُرے اعمال انجام دیں، گمراہی اور سرکشی میں غوطہ زن ہوں تو اس کے نتیجے میں خشکی اور دریا میں فساد برپا ہو جاتا ہے اور ہر طرف تباہی پھیلنے لگتی ہے اس صورت میں زمین پر سے امن و امان اٹھ جاتا ہے اور ظلم کا نظام قائم ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِي عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[۱].

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں سے کی ہوئی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔

اگر فساد کے زمانے میں باری تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا جائے، حلال اور حرام کی تمیز اٹھا دی جاتی ہے ان اعمال کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں قحط، وبائی امراض، آگ لگنے، پانی میں ڈوبنے کے واقعات کی کثرت، ہر چیز کی برکت کا مٹ جانا اور نفع بخش چیزوں کا نفع کم نقصان زیادہ ہو جانا ایسی آفات میں مبتلا کر دیتا ہے اور ان سزاؤں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیں[۲]۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تباہی و بربادی اور عذاب الٰہی کو دعوت دینے والے امور دراصل بندوں کے گناہ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزیاں ہیں۔ ذیل میں ان اہم عملی اسباب کا جائزہ لیا جائے گا جن کی وجہ سے سابقہ امتوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے دوچار ہونا پڑا اور موجودہ دور میں مسلمان غضب الٰہی کا شکار ہو رہے ہیں۔

ظلم اور اسکی مختلف صورتیں:

ظلم خواہ کسی نوعیت کا ہو خدا کے غضب کا سبب بنتا ہے۔ قیامت کے دن ظالم کا بہت بُرا ٹھکانا ہو گا اور اس کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔ ظلم کی بہت ساری شکلیں ہیں مثلاً رشوت دے کر بے گناہوں کو سزا دلوانا، قتل کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، مزدور کو اسکا حق نہ دینا وغیرہ اسکے علاوہ جب معاشرے میں زنا، چوری، فحاشی و عریانی عام ہو جائے تو یہ بھی قوم پر ظلم ہے۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ظالم کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

۱- سورۃ الروم: ۳۰ / ۴۱

۲- تیسر الرحمٰن، محمد لقمان سلفی، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱ء، ص: ۱۱۴۶۔

﴿أَن لَّعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [1].

ترجمہ: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے اسی طرح نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ ظالم تھے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿فَأَخَذَهُمُ ٱلطُّوفَانُ وَهُمۡ ظَٰلِمُونَ﴾ [2].

ترجمہ: پھر ان لوگوں کو طوفان نے آگھیرا کہ وہ ظالم تھے۔

اسی طرح قوم عاد کو ان کی عالیشان عمارات اور جسمانی توانائی نے متکبر بنا دیا تھا اور اسی تکبر کی وجہ سے وہ انسانیت کے ساتھ نرمی کرنا بھول گئے تھے ان کے یہی اعمال ان کی بربادی کا سبب بنے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا بَطَشۡتُم بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِينَ﴾ [3].

ترجمہ: اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو سخت جبر سے پکڑتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں بطش تلوار سے قتل کرنا اور کوڑے سے مارنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ابوالبرکات نسفی فرماتے ہیں:

"قتلاً بالسیف وضرباً بالسوط"[4].

ترجمہ: تلوار سے قتل کرنا اور کوڑے سے مارنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو تلوار سے قتل کرنا اور کوڑے مارنا بھی ظلم میں شامل ہے قوم عاد کو جس نوعیت کی بھی سزا ملی وہ ان کے اپنے اعمال بد کی بناء پر ملی کیونکہ وہ بھی ظلم کیا کرتے تھے۔ حدیث نبوی میں ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ شدید الفاظ میں ظلم کی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

«إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِي لِلظَّالِمِ، فَإِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ، ثُمَّ قَرَأَ وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ، إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ» [5].

۱۔ سورۃ الاعراف: ۷/۴۴

۲۔سورۃ العنکبوت : ۲۹/۱۴

۳۔ سورۃ الشعراء: ۲۶/۱۳۰

۴۔ تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التأویل)، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی، حققه وخرج احادیثی: یوسف علی بدیوی، دار الکلم الطیب، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۹ - ۱۹۹۸ م، ۲/۵۷۴۔

۵۔ صحیح مسلم، باب: تحریم الظلم، ۴/۱۹۹۷، رقم الحدیث: ۲۵۸۳ ۔

ترجمہ: بیشک اللہ جل جلالہ مہلت دیتا ہے ظالم کو اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے تاکہ خوب شرارت کرلے اور عذاب کا مستحق ہوجائے پھر جب پکڑتا ہے اس کو تو نہیں چھوڑتا ". بعد اس کے آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: «وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ» "اسی طرح تیرا رب پکڑتا ہے جب پکڑتا ہے بستیوں کو یعنی ان بستیوں کو جو ظلم کرتی ہیں بے شک اس کی پکڑ دکھ والی ہے سخت"۔

اس حدیث میں مظلوموں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم پر صبر کریں کیوں کہ ظالم کو ایک نہ ایک دن اپنے ظلم کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

ضرورت کے وقت کسی سے مال لے کر استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن کسی کے مال کو ناجائز طریقے سے استعمال کرنا بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ»(۱).

ترجمہ: اگر کسی شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی کسی دوسرے کی ظلم سے لے لی تو سات زمینوں کا طوق قیامت کے دن اس کے گردن میں ڈالا جائے گا۔

ایک شخص اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے محنت مزدوری کرتا ہے اور کام کرنے کے بعد بھی مزدور کو اسکی اجرت نہ دینا اس پر ظلم کرنا ہے حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

«أَعْطُوا الأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»(۲).

ترجمہ: مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ سوکھنے سے قبل دی جائے۔

مندرجہ بالا آیت وحدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بے جا ظلم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے عصر حاضر میں بھی پچھلی امتوں کی طرح ظلم کی بہت سی صورتیں رائج ہیں مثلاً اسلامی

۱- مسند الامام احمد بن حنبل، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی، تحقیق: شعیب ارنوط، عادل مرشد، مؤسسہ الرسالہ، طبع اول: ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱ء، ۴۰/ ۴۱۲، رقم الحدیث: ۲۴۳۵۳۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ص، ۱۱۳۴، رقم الحدیث: ۱۱۳۳۱۔

۲- سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید ابوعبداللہ، کتاب الرهون، بَابُ: أَجْرِالأُجَرَاءِ، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، دار الفکر- بیروت، س ن، ۳/ ۵۱۱، رقم الحدیث: ۲۴۴۴۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/ ۱۸۳، رقم الحدیث: ۱۸۷۷۔

نظام کا مطالبہ کرنے والوں کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے، اقتدار سے ناجائز فائدہ حاصل کرکے اپنے مخالف بے گناہوں کو مار دیا جاتا ہے اسکے علاوہ جھوٹے مقدمے بناکر اور رشوت لیکر عدالتوں سے بے گناہوں کو سزا دلا کر مجرم کو چھوڑ دینا، قومی ذمہ داری بغیر رشوت پوری نہ کرنا یعنی جو لوگ قومی خدمت پر مقرر تنخواہ دار ملازم ہیں وہ عوام کا کام رشوت لئے بغیر نہیں کرتے، غریبوں کا خون پینا اور ان کی غربت سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور پوری مزدوری نہ دینا وغیرہ عام ہے۔

فساد فی الارض:

پہلی امتوں کو اس لیے بھی ہلاک کیا گیا کہ وہ زمین میں فساد برپا کرتے تھے جیسا کہ قوم نوح کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ٱلَّذِينَ يُفۡسِدُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُونَ﴾ (۱).

ترجمہ: ”جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے“۔

قوم ثمود میں وہ نو آدمی جو حاکم تھے جنھوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔ یہ زمین میں فساد برپا کرتے تھے اور اللہ کی فرمانبرداری کرکے لوگوں کی اصلاح کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے انھیں بُرائی کی طرف مائل کرتے تھے۔ (۲)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود زمین پر فساد کرنے کی وجہ سے غضب الٰہی کا شکار ہوئی انہیں بلاوجہ ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ ان کے اپنے بُرے کاموں کی وجہ سے ایسا ہوا۔

ایک دوسری آیت میں فساد پھیلانے والوں کے لیے سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسۡعَوۡنَ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوۡ يُصَلَّبُوٓاْ أَوۡ تُقَطَّعَ أَيۡدِيهِمۡ وَأَرۡجُلُهُم مِّنۡ خِلَٰفٍ أَوۡ يُنفَوۡاْ مِنَ ٱلۡأَرۡضِۚ ذَٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡيٞ فِي ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۳).

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری

۱- سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۱۵۲

۲- تفسیر مظہری، ۸/ ۳۶۲

۳- سورۃ المائدہ: ۵/ ۳۳

جانب سے کاٹ دیے جائیں یا ان کو (اپنے وطن کی) زمین سے نکال دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اس آیت میں زمین میں فساد برپا کرنے والوں کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ، چوری اور ڈاکے فساد فی الارض کے ضمن میں آتے ہیں۔ دنیا میں ان کو یہ رسوائی ملے گی کہ ان کو قتل کیا جائے گا اور سولی پر لٹکایا جائے گا اور آخرت میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب کی شدت اس سے بھی زیادہ ہو گی۔

فحاشی، عریانی اور بے حیائی:

اسلام کی اولین ترجیح یہ ہے کہ معاشرہ پاکیزہ بنیادوں پر قائم ہو۔ معاشرے میں فحاشی پھیلانا ایسا فعل ہے جس سے اللہ کی پکڑ لازم آتی ہے اور فحاشی پھیلانے والے افراد دنیا ہی میں اللہ کے غضب سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید اس جرم پر یوں وعید سناتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ ٱلْفَٰحِشَةُ فِى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (۱).

ترجمہ: بیشک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

آیت میں واضح طور میں بیان فرمایا گیا ہے کہ بے حیائی پھیلانے والوں کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں ہی اللہ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حدیث مبارکہ میں بھی فحاشی کی شدید الفاظ میں مذمت بیان کی گئی ہے ۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ، وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا» (۲).

ترجمہ: جب کسی قوم میں علانیہ فحش فسق و فجور اور زناکاری ہونے لگ جائے، تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں میں نہ تھیں۔

۱- سورۃ النور: ۲۴/ ۱۹

۲- المعجم الاوسط، ابو قاسم سلیمان بن احمد طبرانی، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابراہیم حسینی، دار الحرمین - القاہرہ، ۱۴۱۵، ۵/۶۱، رقم الحدیث: ۴۶۷۱۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ص، ۱۳۹۴، رقم الحدیث: ۱۳۹۳۸۔

نبی کریم ﷺ نے امت کو پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا کہ فحاشی کی وجہ سے طاعون کی بیماری پھیلتی ہے لیکن اس کے باوجود اُمت مسلمہ نے اس بُرے فعل سے اجتناب نہیں کیا عصر حاضر میں فحاشی عام ہے اور اسی طرح بیماریاں بھی عام ہوگئی ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ خوراک میں ملاوٹ بتائی جاتی ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اصل سبب اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ بیماریوں کی کثرت کی جہاں اور بہت ساری وجوہات ہیں ان میں سے ایک انسان کے اپنے اعمال بھی ہیں۔

عزت کی حفاظت شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے اس لیے نہ صرف فحاشی بلکہ ہر اس کام سے منع کیا جو بُرائی کی طرف لے جائے۔ اس لیے مردوں کو نظریں نیچے رکھنے کا کہا گیا جبکہ عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا زنا کے بارے قرآن مجید حکم دیتا ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُواْ ٱلزِّنَىٰٓۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَسَآءَ سَبِيلًا ﴾[1].

ترجمہ: اور زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

زنا کو بے حیائی اور بُرائی کا راستہ قرار دیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو زنا کی نحوست سے نازل ہونے والی مصیبتوں سے آگاہ کر دیا تا کہ امت مسلمہ اس گھناؤنے فعل سے خود کو بچائے رکھے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم کچھ اسطرح سے ہے کہ زنا کی وجہ سے انسان چھ مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جن میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا آخرت سے ہے۔ دنیا میں رزق کم ہو جاتا ہے، زندگی مختصر ہو جاتی ہے اور چہرہ مسخ ہو جاتا ہے، نیکی کی توفیق سے محرومی ہو جاتی ہے، لوگوں کے دلوں میں اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور آخرت میں اللہ کا غضب، عذاب کی سختی اور دوزخ میں داخلہ جسے اللہ تعالیٰ نے النار الکبریٰ فرمایا ہے کہ وہ سب سے بڑی آگ ہے۔

مذکورہ بالا نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ زنا جیسے سنگین جرم سے خود کو بچایا جائے بلکہ زنا کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ زنا کی وجہ سے انسان پر مصیبتیں نازل ہوتی ہیں دور حاضر میں دیکھا جائے تو زنا عام ہے یہاں تک کہ معصوم بچیوں کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی جاتی ہے اور پھر اُن سے زندگی جیسی عظیم نعمت بھی چھین لی جاتی ہے۔

ناپ تول میں کمی:

ناپ تول میں کمی کرنا اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کو دعوت دینے والے امور میں سے ہے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دھوکے میں رکھا جاتا ہے اور قیمت پوری وصول کر کے مال دینے میں کمی کی جاتی ہے قرآن مجید اس جرم یوں وعید سناتا ہے:

۱-سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۳۲

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾[1].

ترجمہ: سو انہوں نے شعیب کی تکذیب کر دی تو ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا' بیشک وہ بہت بھاری دن کا عذاب تھا۔

اس آیت میں اسی عذاب کا ذکر کیا گیا ہے جو ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم میں نازل ہوا تھا۔ ناپ تول میں کمی کرنا اور پچوری کرنا ایسے جرائم ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوتا ہے اور اس جرم کے پیش نظر قوم شعیب کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

«وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَشِدَّةِ الْمَئُونَةِ، وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ»[2].

ترجمہ: جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ قحط، معاشی تنگی اور اپنے حکمرانوں کی زیادتی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں دیکھا جائے تو صورتحال بہت ہی خطرناک ہے کہ ہمارے حکمران مہنگائی، ٹیکس، لوڈشیڈنگ کر کے عوام پر ظلم کر رہے ہیں، روزگار میں بھی کمی ہے، پڑھے لکھا طبقہ قابلیتیں ہونے کے باوجود مناسب روزگار نہ ملنے پر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اور اسی طرح تاجر حضرات حکومت کے ہی لگائے ہوئے ٹیکس ادا کرنے کے لیے ناپ تول میں کمی کرتے ہیں قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب زیادتیوں کے ذمہ دار ہم خود ہیں اور یہ سب ہمارے گناہوں کے سبب ہے۔

سود اور حرام خوری:

سودی نظام انسان کو خود غرض اور مفاد پرست بنا دیتا ہے۔ انسان ہر وقت مال بڑھانے میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ حلال و حرام کی تمیز بھی بھول جاتا ہے۔ سود کی انہی قباحتوں کی وجہ سے انسان کے اندر سے اچھی صفات ختم ہو جاتی ہیں۔ سود خور کا انجام بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱-سورۃ الشعراء:۲۶/۱۸۹

۲-سنن ابن ماجہ، كتاب الفتن، بَابُ: الْعُقُوبَاتِ ،۲/۱۳۳۲، رقم الحدیث:۴۰۱۹۔

حدیث صحیح: دیکھیے: السلسلہ الصحیحہ، ناصر الدین البانی، مکتبہ المعارف - الریاض، ۱/۲۱۶، رقم الحدیث:۱۰۶۔

﴿وَأَخۡذِهِمُ ٱلرِّبَوٰاْ وَقَدۡ نُهُواْ عَنۡهُ وَأَكۡلِهِمۡ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (۱).

ترجمہ: اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے، اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہود سب سے بڑی سود خور قوم تھی آج بھی دیکھا جائے تو سب سے مالدار اور حرام خور قوم یہود ہی ہے لیکن اپنی مالداری کے باوجود آج تک بیشتر ممالک نے اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور وہ ذلت سے دوچار ہیں اسی طرح آخرت میں غضب الہی کی مختلف صورتوں کا سامنا کرنا پڑے گا (۲)۔

مندرجہ بالا مواد سے ظاہر ہوا کہ یہودیوں کو اپنے ہی عمل یعنی سود کھانے کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی والی سزا ملی ہے اور اس بُرے عمل کی وجہ سے وہ آخرت میں بھی غضب الہی کا شکار ہوں گے۔ حدیث مبارکہ میں سود کھانے والوں کی ان الفاظ میں مذمت بیان کی گئی ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

«لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ قَالَ: هُمْ سَوَاءٌ» (۳).

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور سود لکھنے والے پر اور سود کے گواہوں پر اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں سود خور پر لعنت بھیجی گئی ہے لیکن اس کے باوجود عصر حاضر میں سودی نظام رائج ہے۔ سودی نظام کی وجہ سے آج کتنے ہی لوگ خودکشی کرنے پر مجبور ہیں، یہاں تک کہ بڑے بڑے آئی ٹی پروفیشنل اور تاجر سود جیسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ سود کی وجہ سے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتی ہے اور ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ سود سے تنگ آکر لوگ خاندان سمیت خودکشی کر لیتے ہیں۔

جادو، ٹونہ اور عملیات:

اسلام میں جادو کی سخت مذمت اور ممانعت آئی ہے بلکہ جادو کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے جو صرف افراد کو ہی نہیں قوموں کو بھی ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور آخرت سے پہلے ہی آخرت جیسی تباہی جادو کی بدولت دکھائی دیتی ہے۔ آسمانی اور زمینی آفات کے ذریعے خدا کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اس جرم کا تذکرہ یوں ملتا ہے:

۱-سورۃ النساء: ۴ / ۱۶۱

۲-تیسیر القرآن، ۱/۴۸۶

۳-سنن ابی داؤد، كِتَاب الْبُيُوعِ، باب فِي آكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ، ۳/۲۴۹، رقم الحدیث: ۳۳۳۵۔

﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾ [1].

ترجمہ: وہ اس چیز کو سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچائے اور ان کو نفع نہ دے۔

جب بنی اسرائیل پر اخلاقی اور مادی انحطاط کا دور آیا تو انھوں نے اپنی توجہ جادو ٹونے اور عملیات کی طرف مبذول کی اور ایسی تدبیریں ڈھونڈنے لگے جس سے بغیر کسی مشقت کے سارے کام بن جایا کریں۔ پھر شیطان نے انہیں بہکا دیا اور وہ کتاب اللہ اور حق کی بات کو بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لیے دو فرشتے بھیجے وہ انہیں بتاتے بھی کہ ہم آزمائش کے لیے بھیجے گئے ہیں تم اپنی عاقبت خراب مت کرو۔ لیکن اس کے باوجود یہ لوگ باز نہیں آئے اور جادو سیکھتے رہے [2]۔

بلاشبہ جادو ایک حقیقت ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔ سورہ الفلق اور سورہ الناس جادو سے پناہ مانگنے کے لئے نازل کی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے سات ہلاکت خیز گناہوں میں جادو کو بھی شمار کیا ہے۔

دور حاضر میں دیکھا جائے تو ہر چھوٹے بڑے شہر کے درودیوار پر اشتہارات ان الفاظ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں "تمنا کیسی ہی کیوں نہ ہو صرف چند گھڑیوں میں پوری ہوگی" "جو چاہو پوچھو نوری سفلی علم" "وہ تمنا ہی کیا جو پوری نہ ہو"، "ہر پریشانی کا حل"، "گھریلو مسائل"، "محبت کی شادی" "بیماری اور نافرمان اولاد وغیرہ اس قسم کے اشتہارات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ ان اختیارات کا دعوی کرتے ہیں جو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں۔ غیب کی باتوں کا علم صرف اللہ کو ہے۔ جادو کرنا، ان پیروں عاملوں پر یقین کرنا اللہ کے ساتھ صریح شرک کے مترادف بلکہ بعض صورتوں میں عین شرک ہے۔

جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسم کھانا:

دین اسلام میں جھوٹ کی سخت مذمت اور جھوٹ بولنے پر وعید آئی ہے۔ قرآن میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّعْنَتَ اللهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ﴾ [3].

ترجمہ: جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۰۲

۲- تفہیم القرآن، ۱/ ۹۹۰۔

۳- سورۃ الاعمران: ۳/ ۶۱

جھوٹ بولنے کے دنیا اور آخرت میں نقصانات ہی نقصانات ہیں۔ جھوٹے شخص کا لوگ اعتبار نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی کوئی عزت ہوتی ہے۔ قیامت کے دن جھوٹے شخص کو کرم کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا اور نہ ہی پاک کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: " وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ، شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ»[1].

ترجمہ: تین آدمیوں سے اللہ بات نہ کرے گا قیامت کے روز، نہ ان کو پاک کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، اور ان کو دکھ کا عذاب ہے۔ ایک تو بوڑھا زنا کرنے والا، دوسرے بادشاہ جھوٹا، تیسرے محتاج مغرور۔

اس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی الگ وعید ہے۔ ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوں گے قرآن مجید میں اس بات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حوالے سے بیان کیا جب مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ پر الزام لگایا کہ نبی کریم ﷺ جادوگر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾[2].

ترجمہ: اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے پھر ہم ضرور ان کی شہ رگ کاٹ دیتے۔

اس آیت میں جو دھمکی دی جا رہی ہے یہ کسی عام شخصیت کو نہیں بلکہ انبیاء کو دی جا رہی ہے کہ اگر وہ اللہ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتے تو ان کے ہاتھ کاٹ دیتے اور انہیں ہلاک کر دیتے لیکن وہ تو اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔ انھوں نے ایک ذرہ برابر بھی قرآنی تعلیمات میں اضافہ نہیں کیا۔ یہ تو مشرکین ہیں جو نبی کریم ﷺ پر الزام لگاتے ہیں[3]۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی عام انسان اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے تو اللہ اس پر کتنا غضب ناک ہو گا اور اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرنا اس سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کے سر پر اللہ کا غضب منڈلاتا رہتا ہے۔

۱- صحیح مسلم، باب فی عذاب المتکبر، ۲/۴۷۴، رقم الحدیث: ۱۷۸۰۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ۵۳۸، رقم الحدیث: ۵۳۸۰۔

۲- سورۃ الحاقۃ: ۶۹/۴۴

۳- تیسر الرحمٰن، ص: ۱۶۳۶۔

ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے سے جھوٹ بولا ہی جاتا ہے بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ کام سوشل میڈیا پر زیادہ ہو رہا ہے۔ اپنی طرف سے پوسٹ تیار کر کے قرآن وحدیث کا حوالہ دے دیا جاتا ہے۔ یہ انتہائی سنگین جرم ہے اور ایسا کرنے والوں کو ایک دن اللہ کے غضب کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا۔

اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہے۔ سچے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾[1].

ترجمہ: اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

مولانا وحید الدین[2] رقم طراز ہیں کہ:

عصر حاضر میں جو بھی غلط کام ہیں جھوٹ کو بنیاد بنا کر ان کو ظاہری طور پر خوش نما بنایا گیا ہے ہر باطل پرست اپنے نظریے کو خوش نما الفاظ میں بیان کرتا ہے اور اسی ظاہری فریب کی وجہ سے لوگ ان بُرائیوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں اگر یہ جھوٹ نہ ہو تو لوگ ان چیزوں کی حقیقت جان کر ان کے قریب بھی نہ جائیں[3]۔

نبی کریم ﷺ جھوٹی گواہی سے بچنے کی سختی سے تاکید فرماتے رہے اور اسکے انجام سے ڈراتے رہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبائِرِ ثَلاثًا، قَالُوا: بَلى يا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الإِشْراكُ بِاللهِ وَعُقوقُ الْوالِدَيْنِ وَجَلَسَ، وَكانَ مُتَّكِئًا، فَقالَ أَلا وَقَوْلُ الزّورِ قَالَ فَما زَالَ يُكَرِّرُها حَتّى قُلْنا لَيْتَهُ سَكَتَ»[4].

۱- سورۃ الفرقان: ۲۵/۷۲

۲- مولانا وحید الدین ۱۹۲۵ء کو بھارت میں پیدا ہوئے۔ عالم الدین اور مفکر تھے اور اے گریٹ سائنٹیفک سینٹ آف مسلم ورلڈ بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی مرکز نئی دہلی کے چیرمین اور ماہنامہ الرسالہ کے مدیر ہیں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی اصلاح اور ذہنی تعمیر ہے تاکہ وہ منفی سوچ کو چھوڑ کر مثبت سوچیں۔

۳- تذکیر القرآن، موالانا وحید الدین، فضلی سنز لمیٹیڈ، س ن، ۲/۲۲۶۔

۴- صحیح بخاری، كِتَاب الشَّهَادَاتِ، بَابُ مَا قِيلَ فِي شَهَادَةِ الزُّورِ، ۳/۱۷۲، رقم الحدیث: ۲۶۵۴۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/۲۸۲، رقم الحدیث: ۲۲۹۹۔

ترجمہ: کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتادوں؟ تین دفعہ یہی فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا سنو اور جھوٹی گواہی دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کاش رسول اللہ ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔

قرآن و سنت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب ناک ہونے کے اسباب انسان کے اپنے اعمال ہیں جھوٹی گواہی کی وجہ سے ایک مجرم سزا سے بچ سکتا اور ایک مظلوم کو سزا مل سکتی ہے۔ عصر حاضر میں یہی نظام رائج ہے قصوروار سر عام گھومتے رہتے ہیں اور مظلوموں کو سزا مل جاتی ہے۔ ایسا کرنے والے دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوں گے۔

بہتان اور الزام تراشی:

جس طرح زنا ایک گھناؤنا جرم ہے اسی طرح زنا کا بہتان لگانا بھی سنگین جرم ہے۔ اسے معمولی بات خیال کر کے نظر انداز نہیں کر دیا جائیگا بلکہ اس کے لیے ثبوت ہونا ضروری ہے تا کہ آگاہی مل جائے کہ کسی پر الزام لگانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ قرآن حکیم اس بابت بیان کرتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(1).

ترجمہ: "اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ فاسق ہیں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر لوگوں نے بہتان لگایا تھا اور قرآن پاک میں ان کی برات کے سلسلے میں آیات نازل ہوئی ہیں۔ امہات المومنین پر تہمت لگانا کوئی عام جرم نہیں ہے اسلئے ایسا کرنے والے دنیا میں ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب کی صورت میں غضب الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا قرآن مجید اس جُرم کی یوں وعید سناتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(2)

ترجمہ: "بیشک جو لوگ پاک دامن بے خبر ایمان والی عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے"۔

۱- سورۃ النور: ۲۴/ ۴

۲-سورۃ النور: ۲۴/ ۲۳

نیک اور پاکباز عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ دنیا میں ایسا کرنے والوں کو ملعون کا لقب دیا گیا۔ اس واقعہ کے تناظر میں یہ آیت امہات المومنین کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن عام قانون کے تحت یہ باقی عورتوں کو بھی شامل ہے کیونکہ اگر کسی واقعہ کی وجہ سے کوئی قانون لاگو ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر اس طرح کا کوئی اور واقعہ پیش آجاتا ہے تو تو اسکو اس قانون میں داخل کیا جائے گا(۱)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ،قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاَتِ الْمُؤْمِنَاتِ»(۲).

ترجمہ: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو۔ وہ سات چیزیں یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا، جادو کرنا، کسی بے گناہ کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگ آنا، پاک دامن، انجان ایماندار خواتین پر جھوٹی تہمت لگانا۔

ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بہتان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بہتان کو ہلاک کر دینے والی چیز کہا گیا ہے مگر بد قسمتی سے آج کل یہ تو معمولی بات ہے کہ اپنے مفاد کے لیے کسی پر بھی بہتان لگا دیا جاتا ہے اور ایسا کرنے والوں کو کوئی شرمندگی نہیں ہوتی ہے۔

شراب نوشی:

اسلام دین فطرت ہے اور یہ انسانیت کو پاکیزگی، شرم وحیا سے مزین دیکھنا چاہتا ہے اس لیے اسلام میں ان چیزوں کے کھانے پینے کی اجازت دی ہے جو حلال و پاکیزہ اور صحت کے لئے مفید ہیں جبکہ ان چیزوں سے منع کیا گیا ہے جن کے استعمال سے صحت ایمانی اور صحت جسمانی کی خرابی کا اندیشہ ہو۔ ان حرام چیزوں میں ایک شراب بھی ہے جس سے انسان کے ایمان اور صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ قرآن پاک میں تین مقامات پر شراب کی حرمت وممانعت کا ذکر آیا ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

۱- اشرف التفاسیر، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، س ن، ۱۴۶/۳۔

۲- سنن نسائی، احمد بن شعیب عبد الرحمٰن نسائی، عبد الفتاح ابو غدة، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، طبع دوم: ۱۴۰۶، ۱۹۸۶، ۲۵۷/۶، رقم الحدیث: ۳۶۷۱۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۵۸/۲۔

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ﴾ (۱).

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ بڑا ہے۔

شراب کی حرمت سے پہلے کچھ لوگ اسے پینا گوارہ نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ اسکے بعد بعض لوگوں نے شراب ترک دی اور بعض پیتے رہے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے شراب پی لی اور نماز کا وقت قریب آگیا۔ انھی میں سے ایک نے امامت کرائی اور قرآن کی غلط تلاوت کی تو درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَقْرَبُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنتُمْ سُكَٰرَىٰ﴾ (۲).

ترجمہ: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت میں شراب پی کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا اور لوگوں نے نمازوں کے اوقات میں شراب پینی چھوڑ دی اسکے بعد شراب کی مکمل طور پر ممانعت سورہ المائدہ میں نازل ہوئی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (۳).

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں شیطانی کاموں میں سو تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

قرآن کریم کی ان آیات کے علاوہ آنحضرت کے ارشادات مبارکہ میں شراب نوشی، اس کی خرید وفروخت اور اس کے پینے پلانے کو ایسا سنگین جرم قرار دیا ہے کہ جنہیں پڑھ کر ایک سلیم الطبع اور سلیم الفطرت مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۹

۲-سورۃ النساء: ۴/ ۴۳

۳-سورۃ المائدہ: ۵/ ۹۰

«كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِنَّ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: «عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ» أَوْ «عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ»[1].

ترجمہ: جو نشہ کرے حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے جو نشہ پیے اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ آخرت میں (لوگوں نے عرض کیا: طینۃ الخبال کیا ہے یارسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا" :یہ جہنمیوں کا پسینہ ہے۔

نشے کی حالت میں انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے ایک تو شراب پی کر گناہ کرتا ہے اور نشے کی حالت میں ہوش نہ ہوتے ہوئے مزید گناہ کر بیٹھتا ہے یعنی شرب بذات خود ایسا خطرے ناک گناہ ہے جس سے مزید گناہ جنم لیتے ہیں حدیث مبارکہ میں آیا ہے :

«أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا تَشْرَبْ الْخَمْرَ , فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ»[2].

ترجمہ: میرے خلیل رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی : شراب مت پیو، اس لیے کہ یہ تمام برائیوں کی کنجی ہے ۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں واضح طور پر شراب کو حرام قرار دیا گیا اور اس کے خطرات سے امت کو آگاہ کیا گیا ہے جن کے کرنے سے امت کے بہک جانے کا اندیشہ ہو لیکن عصر حاضر میں بھی شراب کھلے عام پی جاتی ہے اور اس سلسلے میں کوئی روک ٹوک نہیں ہے اس ایک گناہ کی وجہ سے معاشرے میں بُرائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں جیسے شراب پی کر حواس کھونے کی وجہ سے انسان قتل اور زنا کا ارتکاب لیتا ہے اس کے علاوہ شراب کے لیے پیسے نہ ہونے کی صورت میں قرض، چوری، ڈکیتی جیسے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے پھر ان گناہوں کی وجہ سے اللہ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔

یتیم کا مال کھانا:

یتیم کے ساتھ نیکی کرنا اور حسن سلوک کرنا بے حد اجر و ثواب کا باعث ہے لیکن یتیم کا مال ظلم و زیادتی کے ساتھ کھانا انتہائی گھٹیا فعل ہے اسلئے ایسا کرنے والوں کے لئے جہنم کی وعید ہے اس ضمن ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- صحیح مسلم، باب الخمر من خمسة اشياء، ۲/۳۴۳، رقم الحدیث:۱۲۶۴۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/۳۰۱، رقم الحدیث:۲۳۷۳۔

۲-مصنف عبد الرزاق، ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، تحقیق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع سوم : ۱۴۰۳ھ، ۱۱/۱۳۲، رقم الحدیث: ۲۰۱۲۲۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح ابن ماجہ، ناصر الدین البانی، بدون الناشر والسنہ، ۲/۲۴۱، رقم الحدیث:۲۷۱۷۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَـٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[1].

ترجمہ: بیشک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں۔ اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یتیم کا مال کھانے والے والے پر اللہ تعالیٰ کیسے اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ یتیم چونکہ معاشرے کا بے بس اور ناتواں شخص ہوتا ہے اس وجہ سے اس کے حقوق کا بھی زیادہ خیال رکھنے کا حکم دیا گیا ہے احادیث مبارکہ میں بھی یتیم کا مال کھانے والے کی شدید الفاظ میں مذمت بیان کی گئی ہے اور اسے ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے قرار دیا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ،قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلاَتِ الْمُؤْمِنَاتِ»[2].

ترجمہ: سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو، پوچھا گیا: اللہ کے رسول! یہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، بخیلی، کسی شخص کا قتل جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگ جانا، اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا"۔

اس حدیث میں یتیم کا مال کھانے والے کو خبردار کیا گیا ہے کہ ایسا کرنے سے بچو کیونکہ یہ فعل ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ یہ بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ یتیم بے سہارا ہوتا ہے جب اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا تو بڑے ہو کر اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ بُرائی کی طرف بھی مائل ہو سکتا ہے اسطرح معاشرے میں خرابیاں پیدا ہوں گی۔

اسی طرح زکوۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اس کی ادائیگی سے انکار کرنے ولے قیامت کے دن تو عذاب کا شکار ہوں گے ہی البتہ دنیا میں بھی اللہ کے غضب سے دوچار ہوں گے ارشاد نبوی ہے:

۱- سورۃ النساء: 10/4

۲-سنن ابی داود، كِتَاب الْوَصَايَا، باب مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي أَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ،۳/۷۴،رقم الحدیث:۲۸۷۶ ۔ حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۲/۵۸۔

«وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا» (1).

ترجمہ: جب لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے، اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا اور بارشیں روک دیتا ہے بارشیں رُکنے کی وجہ سے قحط سالی عام ہو جاتی ہے اور معاشرے میں غربت پھیل جاتی ہے اس لیے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اس کی ادئیگی سے معاشرے سے غربت کا خاتمہ اور بہت سارے جرائم سے معاشرے کو پاک کیا جاسکتا ہے جیسے چوری، ڈکیتی، سود جیسی نحوست وغیرہ۔ آج کل لوگ اپنی ضروریات پر لاکھوں خرچ کر دیتے ہیں لیکن توفیق ہونے کے باوجود زکوٰۃ کی ادئیگی نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بلاوجہ کسی پر ظلم نہیں کرتا انسان ہو یا معاشرہ خود اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ دور حاضر میں معاشرے کی جو صورت حال ہے اور لوگوں کو جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس کا ذمہ دار تقدیر، قسمت اور ایک دوسرے کو قرار دیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سب انسان کے بداعمال کی بدولت ہیں۔ عصر حاضر میں لوگ انہی بُرائیوں میں ملوث ہیں جن میں پہلی قومیں مبتلا تھی جیسے شراب، سود، زنا، فحاشی، ناپ تول میں کمی اور ایک دوسرے پر بہتان الزام تراشی کے علاوہ معاشرے میں ظلم کی بہت ساری صورتیں عام ہیں۔ عہدے کے بل بوتے پر حقداروں کو حق سے محروم کیا جاتا ہے، بے گناہوں کو سزا دی جاتی ہے اور مجرموں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اسکے علاوہ پیر، فقیر اور عامل ان اختیارات کا دعوی کرتے ہیں جو صرف خدا کے اختیار میں ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے جھوٹی احادیث نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ انسان کے یہی اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور کا غضب کا باعث بنتے ہیں۔

۱- سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، بَابُ: الْعُقُوبَاتِ، ۲/۱۳۳۲، رقم الحدیث: ۴۰۱۹۔

حدیث حسن: دیکھیے: السلسلہ الصحیحہ، ناصر الدین البانی، مکتبہ المعارف- الریاض، ۱/۲۱۶، رقم الحدیث: ۱۰۶۔

غضبِ الٰہی کے اسباب و وجوہات کی وضاحت کے لیے قرآن و حدیث اور اسلاف کے اقوال سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کے معاصر ماہرین کی آراء بھی لی گئی ہیں۔ ذیل میں نمونے کے طور پر چند آراء ذکر کی جاتی ہیں:

ڈاکٹر نبیل فولی محمد [۱] نے غضب الٰہی کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اہم اسباب میں توبہ نہ کرنا، دین کو دنیا کے حصول کے لیے بیچنا اور کسی پر بہتان لگانے جیسے گناہ شامل ہیں۔

ڈاکٹر احمد عبد العاطی [۲] نے غضب الٰہی کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کبیرہ گناہوں پر اصرار، حرام مال کھانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کے باوجود نعمتوں کی کثرت اور فراوانی اللہ کی ناراضگی کے اہم اسباب ہیں۔

ڈاکٹر نوید الطاف خان [۳] کے مطابق غضب الٰہی کے تین بنیادی اسباب ہیں۔ جن میں حقوق اللہ، حقوق النفس، اور حقوق العباد کی عدم ادائیگی شامل ہے۔ حقوق اللہ کی عدم ادائیگی میں سب سے پہلے شرک آتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی عبادت سے منہ موڑنا یا عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جیسے گناہ شامل ہیں۔ حقوق النفس میں صحت، زندگی، عقل اور دیگر صلاحیتیں جو انسان کے پاس اللہ کی امانت ہیں، کا غلط استعمال شامل ہے۔ اسی طرح حقوق العباد میں والدین کی نافرمانی، جھوٹ، غیبت، خیانت، دھوکہ دہی وغیرہ جیسے گناہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا سبب بنتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے بڑے بڑے اسباب میں کبیرہ گناہوں کا ارتکاب، گناہوں پر اصرار، گناہوں کی تشہیر اور توبہ نہ کرنا وغیرہ شامل ہے۔

مذکورہ بالا بُرائیوں کے علاوہ بھی بہت سے گناہ ایسے ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کا باعث بنتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ان گناہوں کو ہلکا سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان پر عذاب کی وعید آئی ہے، اور ان میں سے ایک گناہ بھی جہنم میں لے جانے کیلئے کافی ہے۔ اختصار کے پیشِ نظر ذیل میں ان گناہوں کے صرف نام ذکر کیے جاتے ہیں۔ جیسے بد گمانی کرنا، بلاوجہ کسی کو بُرا بھلا کہنا، حقارت سے کسی پر ہنسنا، طعنہ

۱- ڈاکٹر نبیل فولی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، سلطان محمد علی فاتح یونیورسٹی، استنبول، ترکی، ۵ دسمبر، ۲۰۲۰، ۱۱:۴۰۔
ڈاکٹر نبیل فولی کا شمار دنیائے اسلام کے نامور اسکالرز میں ہوتا ہے۔ آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ عقیدہ و فلسفہ میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں اور آجکل سلطان محمد علی فاتح یونیورسٹی، استنبول، ترکی میں شعبہ علوم اسلامیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۲- ڈاکٹر احمد عبد العاطی، لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ احمد دحلان، یوگیاکارتا، انڈونیشیاء، ۴ دسمبر، ۲۰۲۰، ۳:۳۰۔
ڈاکٹر احمد عبد العاطی جامعہ عین شمس سے عربی زبان و ادب میں پی ایچ ڈی ہیں۔ آپ آج کل جامعہ احمد دحلان، یوگیاکارتا، انڈونیشیاء میں شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور لیکچرر تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۳- ڈاکٹر نوید الطاف خان، لیکچرار، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ۳ دسمبر، ۲۰۲۰، ۱۰:۳۵۔

دینا، بُرے لقب سے پکارنا، کسی کے عیب تلاش کرنا، غیبت کرنا، دھوکہ دینا، چغلی کرنا، تہمت لگانا، کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار کرنا، تکبر کرنا (اپنے کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا اور حق بات جاننے کے باوجود جھٹلانا)، فخر کرنا، کسی کو نقصان پہنچانا، ، کافروں اور فاسقوں کا لباس پہننا، مردوں کا عورتوں جیسا حلیہ بنانا، عورتوں کا مردوں سا حلیہ بنانا، ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو تکلیف دینا، وعدہ خلافی کرنا، اوپر سے آنے والے لباس سے ٹخنا ڈھانکنا (مردوں کیلئے)، بغیر عذرِ شرعی جماعت کی نماز چھوڑنا، نماز کو قضاء کرنا، شرعی پردہ نہ کرنا (مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے)، شریعت کے مطابق وراثت تقسیم نہ کرنا، عورتوں کو وراثت کے شرعی حق سے محروم کرنا، بیوی کو مہر نہ دینا، بیوی پر ظلم کرنا، بیوی کا شوہر کی جائز امور میں نافرمانی کرنا، ریاکاری اور دکھلاوا کرنا، دُنیا کمانے کے لئے دین کا علم حاصل کرنا، پڑوسی کو تکلیف دینا، خون کے رشتوں کو توڑنا اور قطع رحمی کرنا، اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کو بھی چھوڑنا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس گناہوں پر اصرار کرنا وغیرہ۔

باب سوم

غضب الٰہی کی مختلف صورتیں اور عملی مظاہر

فصل اول: غضب الٰہی کی مختلف صورتیں

فصل دوم: غضب الٰہی کے دنیوی مظاہر

فصل سوم: غضب الٰہی کے اخروی مظاہر

باب سوم

غضب الٰہی کی مختلف صورتیں اور عملی مظاہر

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے بندوں کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں کو معاف فرماتا رہتا ہے لیکن جب قومیں مستقل بنیادوں پر ایسی غلطیاں کرنے لگیں جن کی وجہ سے کائنات کے نظام میں خلل پیدا ہونا شروع ہو جائے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا نظامِ قاہرانہ حرکت میں آتا ہے اور ایسی اقوام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آتا ہے تو جرائم کے پیش نظر اللہ تعالیٰ دنیا میں مختلف طریقوں سے اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ آخرت میں مختلف طریقوں سے اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ غضب الٰہی کی ظاہری صورتوں کے علاوہ کچھ معنوی صورتیں بھی ہیں جنہیں عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس باب میں ظاہری صورتوں کے ساتھ ساتھ غضب الٰہی کی معنوی صورتیں بھی ذکر کی جائیں گی۔ غضب الٰہی کی صورتیں بیان کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ آزمائش اور عذاب کے فرق کو واضح کر دیا جائے تاکہ خلط مبحث سے بچا جا سکے۔ لہذا ذیل میں آزمائش اور عذاب میں فرق بیان کیا جاتا ہے۔

عذاب اور آزمائش میں فرق

انسان کو دنیا میں جتنی پریشانیاں پیش آتی ہیں، یہ دو قسم کی ہوتی ہیں:

۱) عذاب و سزا ۲) آزمائش و ابتلاء

۱- عذاب و سزا:

یہ پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قہر اور عذاب ہوتی ہیں۔ دراصل گناہوں کی اصل سزا تو انسان کو آخرت میں ملنی ہے لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھا دیتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ ٱلْعَذَابِ ٱلْأَدْنَىٰ دُونَ ٱلْعَذَابِ ٱلْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾[1].

ترجمہ: آخرت میں جو بڑا عذاب آنے والا ہے ہم اس سے پہلے دنیا میں بھی تھوڑا سا عذاب چکھا دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ اپنی بد اعمالیوں سے باز آ جائیں۔

۱- سورۃ السجدۃ: ۲۱/۳۲

مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوا کہ انسان کو آخرت میں اپنے کیے کی سزا مل کر رہے گی لیکن اس سے پہلے دنیا میں بھی انسان کو گناہوں کی سزا ملے گی اور سزا کی نوعیت کیا ہوگی اس کا علم اللہ کو ہے۔ ان پریشانیوں کی وجہ انسان کی طرف سے کیے جانے والے گناہ اور نافرمانیاں ہیں چاہے یہ گناہ کفر کی حد تک ہوں یا پھر عام گناہوں یا کبیرہ گناہوں سے تعلق رکھتے ہوں چنانچہ جزا اور فوری سزا کے طور پر اللہ تعالی کی طرف سے گناہ گار شخص کو مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

۲۔ آزمائش وابتلاء:

دوسری قسم کی پریشانیاں وہ ہوتی ہیں جن کے ذریعہ بندے کے درجات بلند کیے جاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی اسے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالی کی آزمائش پر راضی ہو اور صبر کرے نتیجے میں اللہ تعالی اسے آخرت میں صابرین کے اجر سے نوازے اور اپنے ہاں اسے کامیاب لوگوں میں لکھ دے یہ بات مسلمہ ہے کہ انبیائے کرام اور نیک لوگوں کو بھی آخر دم تک مصیبتوں کا سامنا رہا ہے۔ اللہ تعالی نے ان کے لیے ان مصیبتوں کو جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إن العبد إذا سبقت له من الله منزلة، لم يبلغها بعمله، ابتلاه الله في جسده، او في ماله، او في ولده»[1]

ترجمہ: جب انسان کے لیے اللہ تعالی کے ہاں کوئی ایسا درجہ مختص ہو جسے پانے کے لیے انسان کے اعمال ناکافی ہوں تو اللہ تعالی اس کو جسم، مال یا اولاد کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ انسان پر مصیبتیں اس لیے بھی آتی ہیں کہ اس آزمائش کے ذریعے انسان کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور آخرت میں درجات بلند کیے جاتے ہیں جیسا کہ کچھ انبیائے کرام کیساتھ ایسا ہوا۔ مثال کے طور پر آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام کو اللہ نے آزمائش میں مبتلا کیا اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو جنت سے بے دخل کیا اور یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں مبتلا کیا تو اللہ تعالی نے دونوں کے درجات اس لیے بلند فرمائے کہ انہوں نے ان پر صبر کیا اور اللہ تعالی سے ثواب کی امید رکھی، چنانچہ ان کیلیے یہ مصیبت یونس اور آدم علیہما السلام سے سرزد ہونے والی غلطی کا کفارہ بن گئی۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق کیسے کریں گے؟ تو علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی چند علامات بیان کی ہیں، جس سے آزمائش اور عذاب میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

۱- سنن ابی داود، كِتَاب الْجَنَائِزِ، باب الأَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوبِ، ۱۵۰/۳، رقم الحدیث: ۳۰۹۰

پہلا فرق: اگر انسان ان تکالیف کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چھوڑ دے اور اس تکلیف کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا شکوہ کرنے لگے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے ہوئے احکام چھوڑ دے اس بات کی علامات ہیں کہ جو تکلیف اس پر آئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس انسان پر قہر، عذاب اور سزا ہے اسکے برعکس اگر انسان تکالیف آنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر رہا ہے اور دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ! میں کمزور ہوں، اس تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتا وغیرہ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے جو اس کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہیں یعنی عذاب اور آزمائش میں بس اتنا فرق ہے کہ آزمائش میں سجدے طویل ہو جاتے ہیں اور عذاب میں گناہ۔

دوسرا فرق: اگر پریشانیاں بدکاریوں کی وجہ سے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور عذاب ہیں۔ اور اگر پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے نتیجہ میں ہیں، جیسے کسی سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کی وجہ سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے تو اس طرح کی پریشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں۔

بہر حال انسان کو ہر پریشانی پر اپنے کردار کا محاسبہ کرنا چاہیے، کیونکہ انسان کو جو مصیبت پہنچتی ہے اس کے پیچھے اس کا کوئی عمل بدکار فرما ہوتا ہے اور جو نعمت ملتی ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ:

﴿مَّآ أَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ ٱللَّهِۖ وَمَآ أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفۡسِكَۚ﴾ (۱)

ترجمہ: آپ کو کوئی بھی نقصان پہنچے تو یہ تمہاری اپنی وجہ سے ہے۔

جاوید احمد غامدی صاحب سے ایک انٹرویو میں حالیہ بیماری کرونا وائرس کے متعلق ایک سوال پوچھا گیا کہ آیا یہ بیماری آزمائش ہے یا عذاب؟ انہوں نے آزمائش اور عذاب کے فرق کو واضح کرتے ہوئے جواب دیا کہ آزمائش اللہ تعالی کا ایک عام قانون ہے تاکہ انسانوں کے اندر صبر و شکر کا رویہ پنپ سکے۔ لیکن جب انسان اللہ کے قوانین اور اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو ان پر بعض اوقات اللہ عذاب بھی نازل فرماتا ہے۔ لیکن عذاب کے لیے ضرور ی ہے کہ اس قوم پر نبی کے ذریعے حجت تمام کر دی گئی ہو (۲)۔

۱۔ سورۃ النساء: ۴/۷۹

2 - "عذاب اور آزمائش میں فرق" Retrived from https://www.facebook.com/javedahmadghamidi/videos, accessed on 5Dec, 2020 at 1:07 Pm

فصل اول

غضب الٰہی کی مختلف صورتیں

غضب الٰہی کی بہت سی صورتیں ہیں۔ انسانوں کے کچھ اعمال اور نافرمانیوں کی سزا انھیں دنیا میں ہی مل جاتی ہے جبکہ کچھ گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ انسانوں کو قحط، سیلاب، زلزلے اور بیماریوں جیسی آفات میں مبتلا کر دیتا ہے جبکہ آخرت میں بھی مختلف طریقوں سے اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ اس فصل میں صرف غضب الٰہی کی کچھ معنوی صورتیں بیان کی جارہی ہیں۔ غضب الٰہی کی ظاہری صورتیں اس باب کی دوسری فصل میں تفصیل کے ساتھ ذکر کی جائیں گی۔

اطمینان قلبی ختم ہو جانا:

غضب الٰہی کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان کا دل مطمئن نہیں رہتا ہے۔ سکون چھین لیا جاتا ہے ہر وقت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کی وجہ سے ہوتا ہے جب انسان بُرائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو دلوں کا سکون ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن نے اس صورت حال کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾ [1].

ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے۔

انسان کے اندر ایک خلا ہے جو صرف ایمان الٰہی سے ہی بھر سکتا ہے۔ انسان اپنے لیے کتنے ہی اسباب مہیا کر لے دنیا کی زیب وزینت، ظاہری شان وشوکت وقتی طور پر تو اُسے بہلائے گی لیکن اس کے دل کی بے قراری کو رفع نہیں کر سکتی ہے۔ ایمان کے حصول اور ذکر الٰہی سے ہی اسے اطمینان اور قلب کا سکون حاصل ہو گا یہی وجہ ہے دولت کی کثرت کے باوجود آئے دن بڑے بڑے دولت مند اور خوشحال لوگ خودکشی کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں [۲]۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ذکر الٰہی سے اعراض کرتے ہیں اُن کی زندگی تنگ کر دی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا تفسیر میں زندگی کی تنگی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی سے اطمینان اور سکون چھین لیا جاتا ہے اور تمام تر آسائشوں کے باوجود ہر وقت انسان کا دل بے قرار اور بے چین رہتا ہے۔ سورہ الرعد میں دلوں کے سکون کا حصول ذکر الٰہی کو قرار دیا گیا ہے:

ا-سورۃ طٰہٰ: 20 /۱۲۴

۲-انوار البیان، علی محمد پی، سی، ایس، ایڈیشنل کمشنر، مکتبہ سید احمد شہید، ۲۰۰۵ء، ۲/ ۲۹۳۔

﴿أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ﴾ (۱)۔

ترجمہ: سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"وتسكن عند ذكره، وترضى به مولى ونصيرا"

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر ہی سے دل کو تسکین ملتی ہے اور دل اللہ کے مولا اور مددگار ہونے سے ہی راضی ہوتا ہے"۔ (۲)۔

ذکر الٰہی دلوں سے دنیاوی وحشت اور گھبراہٹ ختم کر دیتا ہے۔یعنی انسان کے پاس کتنی ہی دولت اور عہدہ کیوں نہ ہو یہ سب چیزیں انسان کو حقیقی سکون اور اطمینان سے ہم کنار نہیں کر سکتی ہیں۔ انسان کو سکون ملنے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے (۳)۔

نصوص اور تجربات بھی اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو یاد الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا قرآن و سنت کے احکام سے ثابت ہوتا ہے کہ دل کے سکون کے لئے ذکر الٰہی ضروری ہے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہونے والے اس نعمت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ دولت بظاہر بُری چیز نہیں ہے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے انسان کو دولت کمانی چاہیے لیکن دولت حرام ذرائع سے حاصل نہیں کرنی چاہیے جو لوگ حرام ذرائع سے دولت کماتے ہیں تمام تر آسائشوں کے باوجود ذہنی سکون سے محروم ہیں اور کئی کروڑ ڈالر صرف ذہنی سکون کے حصول کے لیے ادویات پر خرچ کر ڈالتے ہیں۔

مشکلات کا بڑھ جانا:

جب انسان کے دل سے اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ختم ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور مسلسل گناہ کر کے جب خدا کو ناراض کرتا ہے تو اس کے کاموں میں مشکلات بڑھا دی جاتی ہیں۔ اسکے برعکس جب انسان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات مانتا ہے اور اپنی زندگی انہی احکامات کے مطابق ڈھال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے لیکن جب احکام الٰہی سے روگردانی کر کے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرتا ہے تو

۱- سورۃ الرعد: ۱۳/ ۲۸

۲- تفسیر القرآن العظیم، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، دار طیبہ للنشر والتوزیع، طبع دوم: ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹م، ۴/ ۴۵۵۔

۳- تفسیر عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷ء، ۲/ ۲۵۱، ص: ۷۵۰۔

اس کے لیے مشکلات بڑھادی جاتی ہیں اور انسان کچھ بھی کر لے اللہ رب العزت کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا ہے جو باری تعالیٰ کی مرضی کے بغیر زندگی گزاریں گے انہیں غضب الہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس کے برعکس تقوی اور پرہیز گاری اختیار کرنے والے جنھیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب اللہ رب العزت کی بار گاہ میں اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا، ان کے لیے آسانیاں پیدا کر دی جاتی ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا﴾ (۱).

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ فراہم کر دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر سے مراد یہ لیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے رزق کے اسباب پیدا فرماتے ہیں جیسا کہ امام طبری لکھتے ہیں:

"ويسبب له أسباب الرزق من حيث لا يشعر، ولا يعلم"(۲).

ترجمہ: (اللہ) اسکے لیے رزق کے ایسے اسباب پیدا فرمادے گا جو اسکے علم وشعور میں بھی نہ ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کی وجہ سے رزق کے اسباب مہیا کر دیے جاتے ہیں۔ بعض دوسرے مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تقوی اختیار کرنے کی وجہ سے مشکلات آسان کر دی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں کہ:

"تقوی اختیار کرنے والوں کی مشکلات آسان کر دی جاتی ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تھے تو فرعون نے انہیں ساحل سمندر میں جالیا آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے لشکر کو اس مشکل سے نجات دلائی تھی کیونکہ وہ حق پر تھے" (۳)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو تو مشکل سے بچایا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے لیکن فرعون کو سرکشیوں کی بناء پر اور مشکل میں پھنسادیا اسی طرح حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق

۱- سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۲

۲- جامع البیان فی تاویل القرآن، محمد بن جریر الطبری، المحقق: احمد محمد شاکر، مؤسسہ الرسالہ، طبع اول، ۱۴۲۰ھ - ۲۰۰۰ م، ۲۳/ ۴۴۵۔

۳- بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن، ۲۰۱۵ء، ۷/ ۲۷۶۔

رضی اللہ عنہ کو خدا نے مشرکین مکہ کی نظر سے بچایا کیونکہ وہ حکم الٰہی سے ہجرت کر رہے تھے اور مشرکین مکہ نے غلط راہ اختیار کی تھی تو معلوم ہوا کہ مشکلات بڑھ جانا بھی غضب الٰہی کی ایک شکل ہے۔

اصلاح احوال کی توفیق کا سلب ہو جانا:

دل پر مہر لگ جانا بھی غضب الٰہی کی ایک شکل ہے اور اس وجہ سے انسان غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ بندہ جب بُرائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دھبہ نمودار ہو جاتا ہے اور بسا اوقات گناہوں پر اصرار کی وجہ سے پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰٓ أَبْصَٰرِهِمْ غِشَٰوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [1].

ترجمہ: اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا (سخت) عذاب ہے۔

کفر و گناہوں کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی لیکن کچھ گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے اور یہ سزا بعض اوقات یہ شکل اختیار کر لیتی ہے کہ انسان انجام سے بے فکر ہو کر بُرائیوں اور گناہوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بُرائیوں کا احساس ہی اس کے دل سے ختم ہو جاتا ہے [2]۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [3].

ترجمہ: ہرگز نہیں! بلکہ ان کے (برے) کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا۔

اس آیت کی وضاحت ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے:

«إِنَّ الْعَبْدَ إِذا أَخْطَأَ خطيئَة، نُكِتَتْ في قلبه نُكْتَةٌ، فإذاهونزَعَ واسْتَغْفَرَ وتابَ، صُقِلَ قلبُه، وإنْ عادَ، زِيدَ فيها، حتى تَعْلُوَ قَلْبَهُ، وهو الرَّانُ الذي ذكره الله: كلا بل رانَ على قُلُوبِهِمْ ما كانوا يكْسِبُونَ» [4].

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۷

۲- معارف القرآن، 1/ ۱۱۸

۳- سورۃ المطففین: ۸۳/ ۱۴

۴- سنن ترمذی، محمد بن عیسی الترمذی السلمی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب وَمِنْ سُورَةِ وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ، تحقیق: احمد بن شاکر، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، سن، ۵/ ۴۳۴، رقم الحدیث: ۳۳۳۴۔

ترجمہ: گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے ۔سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے اور اگر وہ گناہ دوبارہ کرتا ہے تو سیاہ نکتہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ «ران» ہے جس کا ذکر یوں ہوا ہے «کلا بل ران علی قلو بھم ما کانوا یکسبون» (یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ) چڑھ گیا ہے۔

مندرجہ بالا نصوص اور انکی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ نافرنیوں کی سزا یہ بھی ہے کہ انسان کو گناہوں کا احساس ہی نہیں رہتا۔ عصر حاضر میں دیکھا جائے تو لوگ سر عام گناہ کرتے رہتے ہیں اور انھیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ان کے یہ اعمال غضب الہی کا سبب بن رہے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ان سے انجام کی فکر ہی ختم کر دی گئی ہے۔

رحمت خداوندی سے دوری:

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر خاص وعام کے لیے ہے لیکن جب انسان خدا کے نازل کردہ احکامات کی خلاف ورزیاں کرتا ہے تو سزا کے طور پر اسے رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ اہل ایمان کے لیے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں کتاب ہدایت میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ ٱلۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْۖ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٖ رَّحۡمَةٗ وَعِلۡمٗا فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ ﴾ (1).

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مؤمنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے سو تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستہ کی اتباع کی ہے اور تو ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

جو مومنین اپنے دین پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف مشرکین مکہ جنھوں نے مسلمانوں کی زندگی تنگ کر رکھی تھی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں ان پر ہر طرف سے لعنت وملامت ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا(2)۔

مذکورہ بالا نص سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بُرائیوں سے دور رہتے ہیں خود کو ان کاموں سے روکے رکھتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ رحمت الہی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے لیے نجات کی

۱- سورۃ غافر: ۴۰/۷

۲- تفسیر فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۷ء، ۵/۶۷۔

دعا کرتے ہیں لیکن جو لوگ برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس فضل سے محروم کر دیے جاتے ہیں اور ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں ہے۔

شیطان کا تسلط:

حق سامنے ہوتے ہوئے بھی بد عملی کرنا اور حق کو اختیار نہ کرنا غضب الٰہی کی ایک خطرناک شکل ہے جو لوگ دین سے دوری اختیار کرتے ہیں ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے پھر وہ اسی کی راہ پر چلتے رہتے ہیں اور نیک اعمال نہیں کر پاتے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انبیاء کی دو منفرد خصوصیات کا ذکر فرماتا ہے:

﴿وَٱذۡكُرۡ عِبَٰدَنَآ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ أُوْلِي ٱلۡأَيۡدِي وَٱلۡأَبۡصَٰرِ﴾ (۱).

ترجمہ: اور ہمارے (دیگر خاص) بندوں کو یاد کیجئے، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو قوت والے اور بصیرت والے ہیں۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:

"ہاتھ قوت و طاقت کے معنی میں ہے یعنی با عمل ہونا ہے اور ابصار سے مراد آنکھوں کی بینائی نہیں بلکہ دل کی بصیرت یعنی حق کی پہچان ہے۔ اس آیت میں ایک اشارہ یہ بھی ملتا ہے کہ جو لوگ بد عمل اور فاسق ہوتے ہیں وہ ہاتھوں اور آنکھوں سے محروم ہیں یعنی ہاتھوں والا حقیقت میں وہی ہے جو نیک اعمال کرے اور آنکھوں والا وہی جو حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکے" (۲)۔

نصوص بالا سے مترشح ہوتا ہے کہ کمال تک پہنچنے کے لئے ان دو قوتوں کا ہونا ضروری ہے جبکہ دوسری طرف جو بد عملی کرتے ہیں ان پر شیطان حاوی کر دیا جاتا ہے کتاب لا ریب میں اس کا یوں تذکرہ ملتا ہے:

﴿وَمَن يَعۡشُ عَن ذِكۡرِ ٱلرَّحۡمَٰنِ نُقَيِّضۡ لَهُۥ شَيۡطَٰنٗا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٞ﴾ (۳).

ترجمہ: اور جو شخص رحمن کی یاد سے (غافل ہو کر) اندھا ہو جاتا ہے، ہم اس کے لیے ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، سو وہی اس کا ساتھی ہے۔

اگر فرائض و واجبات کی ادئیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد نہ رکھا جائے اور نافرمانی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت حیاء نہ کی جائے بلکہ گناہوں پر اصرار ہی رہے اور شرمندگی بھی نہ ہو تو شیطان کو ایسے لوگوں کا

۱- سورۃ ص: ۳۸/ ۴۵

۲- تفہیم القرآن، ۴/ ۳۴۳

۳- سورۃ الزخرف: ۴۳/ ۳۶

دوست بنا دیا جاتا ہے جو انہیں ناجائز خواہشوں کی طلب پر اکساتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جہنم تک پہنچا لیتا ہے اور یہی اس کی سزا ہے [1]۔

گویا نافرمانیوں کی وجہ سے انسان حق کو پہچاننا اور اختیار کرنا بھول جاتا ہے اسے اچھے بُرے کی سمجھ ہی نہیں رہتی اصل میں ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی نافرمانیوں کی اسے خدا کی طرف سے سزا ملتی ہے کیونکہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر برائیوں والا راستہ اختیار کیا ہوتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے حق سامنے ہوتے ہوئے بھی شیطان کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے حقدار ٹھہرے۔

ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب دائمی ہدایت کا ذریعہ ہے اور اسوہ حسنہ بھی موجود ہے لیکن پھر بھی امت مسلمہ ہر طرح کی بُرائیوں میں مبتلا ہے۔ حق سامنے ہوتے ہوئے بھی نظر انداز کیا جارہا ہے سچ ماننے کو کوئی تیار نہیں ہے۔ حقیقت کا سامنا کرنے اور حق کو تسلیم کرنے کے بجائے امت کی مجموعی حالت یہ ہے کہ گناہوں کی دلدل میں پھنسے جارہے ہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ خواہشات نفس، طاغوت کی پیروی اور باطل کی پرستش کی جارہی ہے۔

برکت کا ختم ہو جانا:

مسلمان ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا لازم ہے۔ جب بندہ اطاعت الٰہی سے روگردانی کرتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے اعراض کرتا ہے تو اس کی رزق و عمر سے برکت ختم کر دی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾ [2]۔

ترجمہ: اور جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا تو یقیناً اس کی زندگی بہت تنگی میں گزرے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کرنے والے دنیا کے ہو کر رہ جاتے ہیں ان کی معیشت تنگ کر دی جاتی ہے مال و دولت کی فراوانی کے باوجود انھیں ہر وقت مال کو بڑھانے کی حرص اور ترقی کی فکر رہتی ہے۔ [3]۔

ذکر الٰہی سے روگردانی کرنے والے برکت سے محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ان کے پاس مال کی کثرت ہوتی ہے اور وہ اس ڈر سے خرچ ہی نہیں کرتے کہ رزق کم ہو جائے گا ایسے ان کے مال میں برکت نہیں رہتی ہے دوسری طرف قرآن مجید میں اطاعت الٰہی کے ثمرات یوں بیان ہوئے ہیں:

۱- تبیان القرآن، ۱۰/ ۶۸۵

۲- سورۃ طہٰ: ۲۰/ ۱۲۴

۳- تفسیر الحسنات، علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء، ۴/ ۱۸۸۔

﴿ وَلَوۡ أَنَّ أَهۡلَ ٱلۡقُرَىٰٓ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَرَكَٰتٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ وَلَٰكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذۡنَٰهُم بِمَا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ ﴾ (۱).

ترجمہ: اور اگر سب بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکت کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے انبیاء کو جھٹلایا تو ہم نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ:

"برکت انسان کے مال، جان، وقت اور کام میں ہوتی ہے کبھی کبھی ایک لقمہ میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ کثیر تعداد غذا اتنا فائدہ نہیں دیتی ایسے ہی بہت کم وقت میں ایک کام ہو جاتا ہے اور کبھی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ زمین و آسمان کی تمام مخلوقات کی برکات ایمان اور تقوی پر موقوف ہیں اور اسکو اختیار نہ کرنے سے ان کی برکات سے محرومی ہو جاتی ہے اگر آجکل کے حالات پر غور کیا جائے تو پیداوار پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ اشیاء اور سہولیات اس قدر ہیں کہ پہلی اقوام کو اس کا تصور بھی نہیں تھا لیکن اسکے باوجود آج کا انسان سخت پریشان اور تنگدست ہے اور اس کی وجہ برکت کا نہ ہونا ہے" (۲)۔

مذکورہ بالا نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ برکت کے حصول کے لیے ایمان اور تقوی کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے ان کے بغیر دولت کا حصول تو ممکن ہے لیکن برکت ممکن نہیں ہے۔ انھی لوگوں کی عمر، کام، وقت اور جان میں برکت ڈالی جاتی ہے جن سے خدا راضی ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے تو انسانوں کو برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے جیسے سابقہ اقوام کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا لیکن نعمتوں کی ناشکری کرنے کی بناء پر غضب الٰہی کا شکار ہوئے۔

نافرمانیوں کی وجہ سے رزق و عمر میں برکت اس لیے بھی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ گناہ کرنے والے ہدایت کا راستہ چھوڑ کر گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ اسی لیے ہر کام کی ابتدا سے پہلے اللہ کا نام لینے کا کہا گیا تاکہ شیطان بھاگ جائے اور اللہ تعالیٰ اس کام میں برکت ڈال دے کیونکہ برکت کا نزول حکم الٰہی سے ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورہ ملک، آیۃ نمبر: ۱)

۱- سورۃ الاعراف: ۷/ ۹۶

۲- معارف القرآن، ص: ۴/ ۱۵

حیااور غیرت کا ختم ہو جانا:

حیااور غیرت ایک فطری چیز ہے جو ہر انسان کے اندر پائی جاتی ہے لیکن جب انسان کی حیاء اور غیرت ختم ہو جائے تو ہر گناہ عام سا لگنے لگتا ہے وہ بڑے سے بڑے گناہ کو معمولی سمجھ کر کر لیتا ہے اور ایسے انسان کی اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہیں ہوتی ہے جیسا کہ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كلامْ النُّبُوَّةِ الأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ» (۱).

ترجمہ: گزشتہ کلام نبوت میں سے جو باتیں لوگوں کو ملی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم میں حیاء نہ ہو تو جو چاہے کرو۔

مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا نہ کرنے والے کی اللہ تعالیٰ کو پرواہ نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی سے نظر رحمت پھیر لیتا ہے تو اسے اپنی دوستی، اجر عظیم اور اپنے تمام اعزاز واکرام سے محروم کر دیتا ہے۔ ان تمام نعمتوں سے محرومی ایک مسلمان کے لیے سخت سزا ہے کیونکہ انسان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے محروم کر دے گا تو وہ کہیں کا نہیں رہے گا اور اس کی دنیا و آخرت خراب ہو جائے گی۔

حیا کرنے کی وجہ سے انسان گناہوں اور بُرائیوں کی طرف مائل ہونے سے بچا رہتا ہے اور لوگوں کے سامنے گناہ کرنے سے شرم محسوس کرتا ہے ایسے ہی ایک باحیا شخص تنہائی میں بھی اللہ رب العزت سے ڈر و خوف رکھتا ہے۔ حیا ایک ایسی دولت ہے جو سراسر خیر ہے جیسا کہ فرمان مصطفیٰ ہے:

«الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ أَوْ قَالَ، الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ» (۲).

ترجمہ: حیا خیر ہے پوری کی پوری، یا کہا حیاء پوری کی پوری خیر ہے۔

مندرجہ بالا نص سے معلوم ہوا کہ حیاء کی بدولت انسان کو بھلائی نصیب ہوتی ہے۔ حیاء کی وجہ سے انسان خدا کے قریب رہتا ہے اور خود کو بُرائیوں سے کوسوں دور رکھتا ہے جب انسان میں حیاء ختم ہو جاتی ہے تو سب کے سامنے بھی گناہ کرنے سے نہیں ڈرتا۔

۱- سنن، ابن ماجہ، كتاب الزهد، بَابُ: الْحَيَاءِ، ۲/ ۱۴۰۰، رقم الحدیث: ۴۱۸۳۔

۲- سنن، ابوداود، كتاب الزهد، بَابُ: الْحَيَاءِ، ۴/ ۳۹۹، رقم الحدیث: ۴۷۹۸۔

غضب الٰہی کی مختلف اشکال وصورتوں کے متعلق جب علوم اسلامیہ کے ماہرین سے رائے لی گئی تو ڈاکٹر احمد عبد العاطی [۱] نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مغضوب علیہ سے حیاء ختم کر دیتا ہے، اسی طرح ایسے شخص کے لیے پھر لوگوں پر ظلم کرنا اور قتل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

توبہ کی توفیق کا چھن جانا:

جب انسان مسلسل گناہ کرتا ہے اور گناہوں سے خود کو روکنے کے بجائے اعادہ کرنے لگتا ہے تو اس سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے سے گھبراتا ہے اگر اسے توبہ کی توفیق ہو بھی جاتی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ وہ توبہ کا زبانی تکرار بھی کرتا رہتا ہے لیکن ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہے اس کے مسلسل گناہوں کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی کبیرہ گناہ بن جاتے ہیں یہاں تک کہ اسے موت آجاتی ہے اور توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٔـٰنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [۲].

ترجمہ: اور ان لوگوں کی توبہ مقبول نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتی کہ جب ان میں سے کسی شخص کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جب ایک انسان ساری زندگی مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے تو اس سے توبہ کی توفیق چھین لی جاتی ہے کیونکہ وہ گناہوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے ان پر اصرار کر رہا ہوتا ہے اور موت جب سامنے ہوگی تو اس وقت توبہ کسی صورت قبول ہی نہیں ہوگی۔ اسی طرح وہ لوگ جو کفر کی حالت میں مر گئے ان دونوں طرح کے لوگوں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا گیا ہے [۳]۔

مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مسلسل گناہ کرنے والوں کو دوگنی سزا ملتی ہے غضب الٰہی کی ایک شکل تو یہ ہوگی کہ وہ ساری زندگی گناہوں میں گزار لیتا ہے دنیا میں اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی اور دنیا میں توبہ کی توفیق کا نہ ملنا کوئی معمولی سزا نہیں اور دوسرا اسے آخرت میں بھی دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۔ ڈاکٹر احمد عبد العاطی، لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ احمد دحلان، یوگیاکارتا، انڈونیشیاء، ۴ دسمبر، ۲۰۲۰، ۳۰:۳۔

۲-سورۃ النساء: ۴/ ۱۸

۳-تیسر القرآن، ۱/ ۴۳۵

ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی [1] غضب الٰہی کی مختلف اشکال و صورتوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہونا، توبہ نہ کرنا یا توبہ میں تاخیر کرنا، گناہوں پر مداومت اور اصرار کرنا وغیرہ ایسی علامات ہیں جن کو اللہ کے غضب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

نیک اعمال کی توفیق نہ ہونا:

جب انسان مسلسل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگتا ہے تو اسے نیک اعمال کرنے کی توفیق نہیں ملتی ہے اور نیک اعمال نہ کرنا غضب الٰہی کی ہی ایک شکل ہے ایسا انسان سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستے پر چل پڑتا ہے اور اس کے دل سے گناہوں کی نفرت ختم ہو جاتی ہے اور وہ لوگوں کے سامنے گناہوں کا ارتکاب کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے یہاں تک کہ فخر سے لوگوں کے سامنے اپنے گناہوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ایسا کرنے والوں کے لئے ان الفاظ میں سنگین وعید بیان ہوئی ہے:

«كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى، إِلاَّ الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً، ثُمَّ يُصْبِحُ، وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ، فَيَقُولُ: يَا فُلاَنُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ» [2].

ترجمہ: میری تمام امت کو معاف کیا جائے گا سوا گناہوں کو کھلم کھلا کرنے والوں کے اور گناہوں کو کھلم کھلا کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی گناہ کا کام کرے اور اس کے باوجود کہ اللہ نے اس کے گناہ کو چھپا دیا ہے مگر صبح ہونے پر وہ کہنے لگے کہ اے فلاں! میں نے کل رات فلاں فلاں برا کام کیا تھا۔ رات گزر گئی تھی اور اس کے رب نے اس کا گناہ چھپائے رکھا، لیکن جب صبح ہوئی تو وہ خود اللہ کے پردے کو کھولنے لگا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب انسان بُرائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو نیکی کی توفیق اس سے چھین لی جاتی ہے اور وہ گناہوں کو دوسروں کے سامنے فخر سے بیان کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو چھپا لیتا ہے تاکہ وہ ہدایت کی طرف واپس آجائے لیکن وہ خود پوشیدہ چیز کو لوگوں پر عیاں کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ٹھہراتا ہے۔

۱- ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی، اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ، بحریہ یونیورسٹی، اسلام آباد، ۴ دسمبر، ۲۰۲۰، ۹:۲۸
ڈاکٹر سید محمد شاہد ترمذی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز اسلام آباد سے سیرت میں پی ایچ ڈی ہیں۔ آپ نیشنل بحریہ یونیورسٹی اسلام آباد میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر اور صدر شعبہ علوم اسلامیہ تدریسی فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔

۲- صحیح بخاری، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ، ۸/ ۲۰، رقم الحدیث: ۶۰۶۹۔

غضب الٰہی کی مختلف صورتوں کی وضاحت کے لیے علوم اسلامیہ کے ماہرین کی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں غضب الٰہی کی مختلف صورتوں کے بارے میں علوم اسلامیہ کے ماہرین کی آراء ذکر کی گئی ہیں مثال کے طور پر:

ڈاکٹر نبیل فولی محمد [۱] نے غضب الٰہی کی مختلف صورتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ حق سے جہالت و انحراف، آخرت کو چھوڑ کر فانی دنیا سے دل لگانا اور اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرنا اللہ کی ناراضگی میں شامل ہے۔

جناب محمد علی [۲] صاحب نے، اللہ تعالیٰ کے غضب کے اظہار کی مختلف صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار مختلف صورتوں میں فرماتا ہے جن میں عبادت کی توفیق سے محروم ہو جانا، گناہوں پر ہیشگی و اصرار، دنیاوی نعمتوں کی کثرت کے باوجود شکر سے محرومی، توبہ اور استغفار سے محرومی وغیرہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کی نمایاں صورتیں ہیں۔ نیز یہ کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی انفرادی سطح پر ہوتی ہے اور بعض اوقات پوری قوم ہی اللہ کے غضب اور ناراضگی کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مختلف شکلوں میں اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے جیسا کہ انسان کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور اس کے لئے مشکلات بڑھا دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے شیطان اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ گناہوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسے حق اور باطل میں تمیز کرنا نہیں آتی اور نہ ہی گناہوں پر شرمندگی ہوتی ہے بلکہ دوسروں کے سامنے اپنے گناہوں کو بیان کرتا ہے۔ انسان کے اندر سے حیا ختم کر دی جاتی ہے۔ اسے نہ ہی توبہ کی توفیق ملتی ہے اور نہ ہی نیک اعمال کی۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر طرح کی نعمتوں سے محروم کر دیتے ہیں ۔ رزق میں برکت ختم کر دی جاتی ہے اور بارشیں کم ہو جاتی ہیں۔ انسان کے دل کا سکون ختم کر دیا جاتا ہے ہر طرح کی سہولیات اور آسائشیں ہونے کے باوجود دل میں اطمینان نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت بے چینی رہتی ہے۔ سکون کی تلاش میں انسان ادھر اُدھر بھٹکتا رہتا ہے لاکھوں، کروڑوں خرچ کرنے کے باوجود حقیقی سکون سے محروم رہتا ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر نبیل فولی، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، سلطان محمد علی فاتح یونیورسٹی، استنبول، ترکی، ۵ دسمبر، ۲۰۲۰، ۱۱:۴۰۔

۲۔ محمد علی صاحب، لیکچرار، ڈسکور اسلام ہانگ کانگ، ۲ دسمبر، ۲۰۲۰، ۴:۲۹۔

فصل دوم

غضب الٰہی کے دنیوی مظاہر

یہ کائنات ایک مربوط اور منظم نظام کے تحت چل رہی ہے۔ ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ اس نظام کو اچھے طریقے سے چلانے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ سورج، چاند، ہوا، دریاؤں، زمینوں اور انسانوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ جب زمین پر بے انصافی، حق تلفی، حسد، لالچ، خود غرضی، دولت پرستی، غرور و تکبر اور اللہ تعالیٰ سے انحراف اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ سسٹم میں اعتدال قائم نہ رہے تو سسٹم ٹوٹ جاتا ہے جس کے نتیجے میں آندھیاں چلتی ہیں، طوفان آتے ہیں، ٹائیفون اور سونامی (سمندری زلزلے) آتے ہیں۔ سابقہ اقوام نے بھی اس نظام کو چلانے میں اعتدال نہیں برتا اور مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے ان کی ہلاکت ہوئی۔ غضب الٰہی کے اظہار کا مقصد صرف ہلاکت اور تباہی ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دوسرے لوگوں، معاشروں اور قوموں کو سنبھلنے اور اپنی طرف رجوع کرنے کا موقع فرماتا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آکر اطاعت و فرمانبرداری کا رویہ اختیار کریں لیکن جب لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے بجائے بغاوت اور سرکشی ہی کرتے رہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آتا ہے جو مختلف صورتوں اور شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس فصل میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کی نوعیت کو بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سابقہ اقوام پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا اور موجودہ دور میں اللہ کے غضب کے مظاہر کیا کیا ہیں۔

سیلاب کی صورت میں غضب الٰہی:

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو حق کی طرف بلاتے رہے لیکن جب ان کی قوم سرکشی میں بڑھتی چلی گئی تو اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا اللہ تعالیٰ نے انہیں پانی کے عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیا قومِ نوح کو ہلاک کرنے کا مقصد مجرم قوم کے خاتمے کے بعد صالحین کی جانشینی تھی تاکہ ان کی اگلی نسل سے امتحان لیا جائے کتاب ہدایت میں اسکا تذکرہ یوں ملتا ہے:

﴿فَفَتَحْنَآ أَبْوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ، وَفَجَّرْنَا ٱلْأَرْضَ عُيُونًا فَٱلْتَقَى ٱلْمَآءُ عَلَىٰٓ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ، وَحَمَلْنَٰهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَٰحٍ وَدُسُرٍ﴾ [1].

ا- سورۃ القمر: ۵۴/ 11-13

ترجمہ: سو ہم نے موسلا دھار بارش سے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیئے۔ سو دونوں پانی اس چیز کے لئے جمع ہوگئے جو ان کے عذاب کے لئے مقدر کی گئی تھی اور ہم نے نوح کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔

قوم نوح پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اظہار اس طرح سے کیا کہ پانی کے ذریعے انہیں ہلاک کر دیا۔ آسمان سے موسلا دھار، متواتر اور لگاتار بارش نازل ہونے لگی اور نیچے زمین سے پانی کے بے شمار چشمے پھوٹ پڑے یعنی نہ آسمان سے بارش رُک رہی تھی اور نہ چشموں کا پانی۔ جب آسمان اور زمین کا پانی مل گئے تو نوح علیہ السلام کی قوم پانی میں غرق ہوگئی(۱)۔

بد قسمتی سے امت محمدیہ سابقہ اقوام کی طرح گمرائیوں میں مبتلا ہے سابقہ اقوام کسی ایک جرم کی وجہ سے مکمل طور پر ہلاک کی گئی لیکن امت محمدیہ میں وہ تمام بُرائیاں مجموعی طور پر پائی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے امت محمدیہ پر بھی مجموعی طور پر نہیں لیکن جزوی طور پر سیلاب کی وجہ سے ہلاکتیں ہو رہی ہیں اور ملک کا معاشی نظام بُری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ ذیل میں سیلاب کی وجہ سے پاکستان میں ہونے والے نقصان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تاریخ	نقصان
۲۰۱۰ء	۲۰۱۰ء میں ملکی تاریخ کا سب سے بڑا سیلاب آیا اس کی وجہ سے دو ہزار سے زائد اموات ہوئی اور اور چار کروڑ سے زائد افراد متاثر ہوئے۔
۲۰۰۷ء	اس سیلاب سے ایک ہزار سے زیادہ جانی نقصان ہوا اور دو ملین آبادی بُری طرح متاثر ہوئی لوگوں کے گھر تباہ اور جمع پونجی ضائع ہوگئی۔
۲۰۰۵ء	اس سیلاب کی وجہ سے ۹۰ سے زائد اموات ہوئی جبکہ دو ہزار سے زائد افراد کو سیلاب کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔
۲۰۰۴ء	اس عرصے میں ہونے والے سیلاب کی وجہ سے ۱۰۰ سے زائد اموات ہوئی اور تقریباً ۴۷ گاؤں بُری طرح متاثر ہوئے
۲۰۰۳ء	اس سیلاب کی وجہ سے پانچ سو سے زیادہ لوگ ڈوب گئے اور ۴۵ سو سے زائد لوگ متاثر اور مشکلات کا شکار ہوئے۔(۲)

۱- کشف الرحمٰن، ۲/ ۸۴۴

2. "پاکستان میں اب تک ۱۶ بڑے سیلاب آئے" Retrived from https://dailypakistan.com.pk, accessed on:20 Aug,2020 at 9.30 pm.

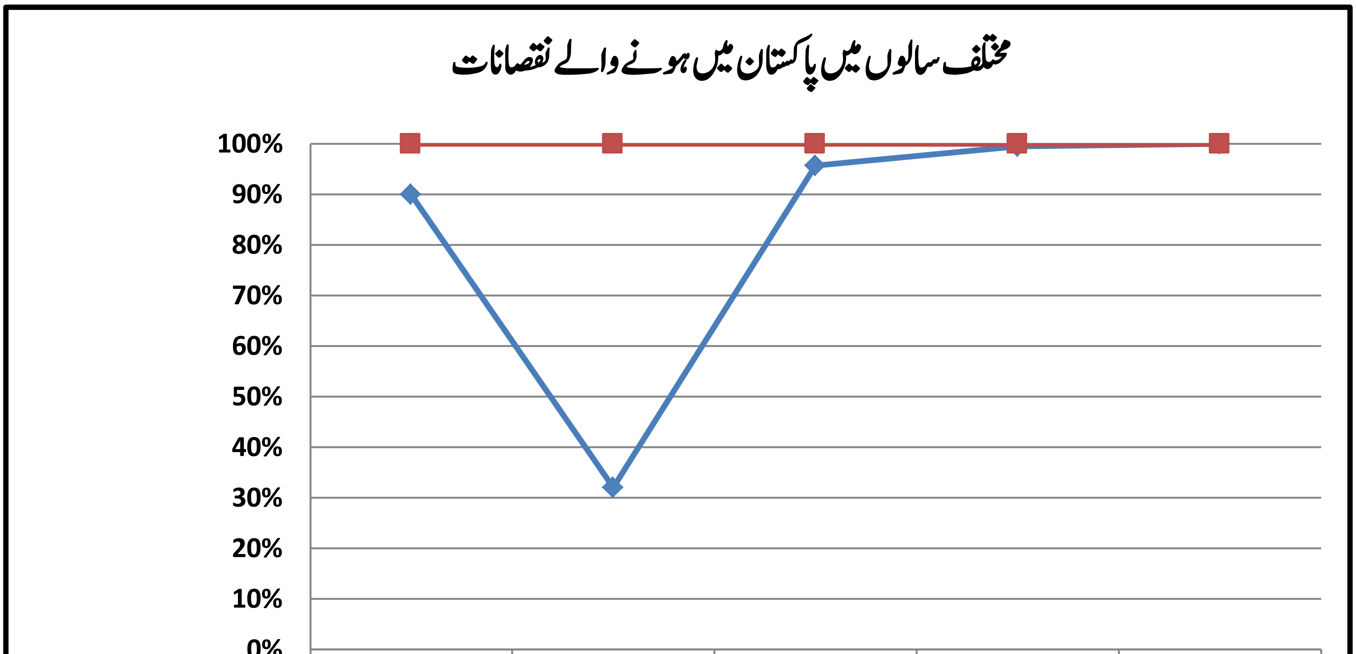

	2003	2004	2005	2007	2010
اموات	500	100	90	1000	2000
متاثرہ افراد/گاؤں	4500	47	2000	200000	40000000

آندھیاں وطوفان:

قوم نوح کی طرح قوم عاد بھی مشرک ہو کہ کئی خداؤں کو ماننے لگی۔باپ دادا کی روش کو ہر گز نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔قوم عاد کو ہلاک کرنے کا مقصد قوم ثمود کو انکا جانشین بنانا تھا۔قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا غضب آندھی کی صورت میں ظاہر ہوا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيۡءِۭ بِأَمۡرِ رَبِّهَا فَأَصۡبَحُواْ لَا يُرَىٰٓ إِلَّا مَسَٰكِنُهُمۡۚ كَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡمُجۡرِمِينَ﴾ (۱).

ترجمہ ”یہ اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو برباد کر دے گی، پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں“۔

قوم عاد پر اللہ تعالیٰ نے اتنا شدید قسم کا آندھی کا عذاب نازل کیا کہ ان کے مکانوں کے نشانات کے سوا وہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ریت کے تودے ان کے اوپر پلٹ دیئے گئے اور وہ کئی دنوں تک ریت میں دبے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اور ہوا نے ریت ہٹا کر انھیں سمندر میں پھینک دیا (۲)۔

۱- سورۃ الاحقاف: ۴۶/ ۲۵

۲- تفسیر کمالین شرح جلالین، علامہ جلال الدین محمد سیوطی، مکتبہ شرکت علمیہ، س ن، ۶/ ۱۵۹- ۱۶۰۔

نبی کریم ﷺ جب کبھی کوئی ایسی صورت حال دیکھتے جس میں پہلی امتوں میں سے کسی امت پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اظہار فرمایا تھا تو آپ ﷺ پر بے چینی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی نبی کریم ﷺ کی اس کیفیت کا ذکر حدیث مبارکہ میں یوں بیان ہوا ہے:

«إذا رَأى مَخِيلَة فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وأَدْبَرَ وَدخَلَ وَخَرَجَ، وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ، فَإذا أمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عنه، فعَرَّفَتهُ عائشةُ ذلك، فقال النبيُّ -ﷺ-: وَما أدْرِي ؟ لَعله كما قال قومٌ:فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضا مُستَقْبِلَ أودِيَتِهِمْ قَالوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا سورة الاحقاف آية ٢٤ الآية»[۱].

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ ابر کا کوئی ایسا ٹکڑا دیکھتے جس سے بارش کی امید ہوتی تو آپ کبھی آگے آتے، کبھی پیچھے جاتے، کبھی گھر کے اندر تشریف لاتے، کبھی باہر آجاتے اور چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا۔ لیکن جب بارش ہونے لگتی تو پھر یہ کیفیت باقی نہ رہتی۔ ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے متعلق آپ سے پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا ممکن ہے یہ بادل بھی ویسا ہی ہو جس کے بارے میں قوم عاد نے کہا تھا، جب انہوں نے بادل کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا تھا۔۔۔ الخ کہ ان کے لیے رحمت کا بادل آیا ہے، حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا۔

جیسے سابقہ اقوام پر آندھی صورت میں اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آیا تھا اگر عصر حاضر پر غور کیا جائے تو ایسے ہی آندھی کا طوفان اس امت پر بھی آتا رہا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے یہ الگ بات ہے کہ سابقہ اقوام کی طرح آجکل مکمل ہلاکت والا آندھی کا طوفان نہیں آیا لیکن مختلف علاقوں میں مختلف اوقات میں آندھی و طوفان سے وسیع پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔

زلزلہ اور چنگھاڑ:

قرآن حکیم و سنت نبوی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات زلزلے کی صورت میں بھی اللہ تعالیٰ کا غضب ظاہر ہوا جیسے اللہ تعالیٰ نے دو قوموں پر ایک طریقے سے اپنے غضب کا اظہار فرمایا۔ ان میں سے ایک قوم صالح اور ایک قوم شعیب تھی ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست چنگھاڑ کے ذریعے ہلاک کیا ۔ قوم ثمود کی ہلاکت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَخَذَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ ٱلصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُواْ فِي دِيَٰرِهِمْ جَٰثِمِينَ ﴾[۲].

۱- صحیح بخاری، كِتَاب بَدْءِ الخَلْقِ ، بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِهِ: وَهْوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ، ۴ /۱۰۹، رقم الحدیث:۳۲۰۶۔

۲- سورة هود: ۱۱/ ۶۷

ترجمہ: اور ظلم کرنے والوں کو ہولناک چنگھاڑ نے آدبوچا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل (اوندھے) پڑے رہ گئے۔

قوم ثمود اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اس طرح اظہار فرمایا ایک تو دھماکے کا عذاب آیا، پھر زلزلے کے شدید جھٹکے لگنا شروع ہوگئے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ دھماکے کی آواز زلزلے سے پیدا ہوئی ہو اس دوہرے عذاب کی وجہ سے ان کا نام ونشان تک مٹ گیا[۱]۔

مولانا کیلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے چیخ کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ اس چیخ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ جبرائیل علیہ السلام کی چیخ تھی جس کی شدت کی وجہ سے ان کی روحیں جسموں سے پرواز کر گئی۔ سورہ العنکبوت اور سورہ الاعراف میں آیا ہے کہ زلزلے کے ذریعے ہلاکت ہوئی اور فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اصل میں زلزلے کا آنا جبرائیل علیہ السلام کی چیخ کا ہی نتیجہ تھا جس کی وجہ سے ان کا صفحہ ہستی سے نام ونشان تک مٹ گیا[۲]۔

اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ اقوام کو بھی اللہ تعالیٰ نے زلزلے سے ہلاک کیا اور اس امت پہ بھی زلزلے آرہے ہیں جہاں زلزلے آنے کی اور بہت ساری وجوہات بتائی جاتی ہیں ان میں ایک انسان کے بُرے اعمال بھی ہیں۔

زلزلوں کے بارے میں سائنسی نظریات بھی مختلف ہیں کچھ کا کہنا ہے کہ زمین کے اندر گرم ہوا ہے جب وہ باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے تو زلزلے آتے ہیں، کچھ کا کہنا ہے کہ زمیں ٹھنڈی ہو رہی ہے اور اس عمل کے دوران زلزلے آتے ہیں لیکن اس وقت مقبول ترین نظریہ پلیٹ ٹیکوٹس کا ہے جس کے مطابق جب زمین کی پلیٹ جو تہہ در تہہ مٹی پتھر اور چٹانوں پر مشتمل ہے، کسی دباؤ کا شکار ہو کر ٹوٹتی ہے تو سطح زمین پر لہریں پیدا ہونے کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں[۳]۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زلزلے آنے کی بنیادی وجہ انسان کا بداعمالیوں پر اصرار ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ناراضگی کا اظہار ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں ہوتی ہیں تاکہ انسان بُرے اعمال چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔

۱- تیسر الرحمن، ص: ۶۵۲

۲- تیسر القرآن، ۲ /۳۵۸

۳- زلزلے، سائنس اور اسلام کی لائبریری، محمد تبریز احمد قاسمی، دارالعلوم حیدر آباد، ۲۰۱۵ء، شمارہ:۹، جلد:۹۹۔

دیکھا جائے تو امت مسلمہ پر بھی جزوی طور پر زلزلے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے مثال کے طور پر اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے عوام کو ہلا کر رکھ دیا۔ بڑے زلزلے کے بعد ایک ہزار سے زائد چھوٹے زلزلے کے جھٹکے ریکارڈ کیے گئے مکان مکین سب زمین میں دھنسا دیے گئے۔ عہد قارون کی طرح خسف الارض کا مشاہدہ ہوا۔ صرف یہ نہیں بلکہ بہت سے ممالک میں اور پاکستان کے دوسرے بڑے شہروں میں زلزلوں کی وجہ سے بہت حد تک جانی و مالی نقصان ہوا [۱]۔

ذیل میں مختلف ملکوں میں گزشتہ پانچ سالوں میں آنے والے زلزلوں اور ان کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

شہر/ملک	تاریخ	شدت	نقصان
جاپان	۱۱مارچ ۲۰۱۱ء	8.9	اس زلزلے سے عمارتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ سینڈائی [۲] شہر اور اس کے نواح کے علاقے بری طرح متاثر ہوئے جبکہ فوکوشیما [۳] جوہری پلانٹس کو بھی نقصان پہنچا۔
چلی [۴]	۲۷فروری ۲۰۱۰ء	8.8	اس زلزلے سے سینکڑوں عمارتیں زمین بوس ہوئی اور سات سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے۔
ہیٹی [۵]	۱۲جنوری ۲۰۱۰ء	۷	اس زلزلے نے ہیٹی کے دار لحکومت میں تباہی مچادی اور مجموعی طور پر دو لاکھ سے زائد افراد ہلاک اور ایک ملین سے زائد افراد بے گھر ہوگئے۔ زلزلہ ہونے کے بعد بھی اس کے اثرات محسوس کیے گئے ہی جہاں ہیضے سمیت متعدد وبائی امراض کے باعث لاکھوں

۱- قیادت وہلاکت اقوام، خلیل الرحمٰن چشتی، الفوز اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ص:۱۰۔

۲- سینڈائی ملک جاپان کا ایک شہر ہے اس کی کل آبادی1,045,903 اور رقبہ 305.2 مربع میل ہے۔

"فہرست جاپانی شہر بلحاظ آبادی" retrived from https://ur.wikipedia.org/wiki/, accessed on 23, Aug, 2020 at 11:54 am.

۳-ملک جاپان کا شہر ہے اسکی کل آبادی292,280 اور رقبہ 288.2 مربع میل ہے۔

۴- چلی جنوبی امریکہ میں واقع ہے چلی کا کل رقبہ ۵۱.۹ ۴ مربع کلومیٹر ہے اور اس کی کل آبادی ۲۲۸,۴۰ ۱ افراد پر مشتمل ہے اور ۴۹۶ میٹر دریا کی سطح سے بلندی پر واقع ہے۔

۵- ہیٹی کیریبین جزائر میں ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ ہیٹی کی سرکاری زبانیں ہیں فرانسیسی اور "کریول" ہیں۔

			افراد متاثر ہوئے ہیں۔
کشمیر	۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء	7.8	کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد کے علاوہ باغ، بالاکوٹ اور مانسہرہ سمیت دیگر کئی علاقے بری طرح متاثر ہوئے۔ اس زلزلے کے باعث مجموعی طور پر ایک لاکھ نوے ہزار افراد ہلاک ہوئے اور صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ بھارت اور افغانستان میں بھی اس زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔
انڈونیشیا	۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء	8.9	اس زلزلے کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سونامی سے انڈونیشیا کے علاوہ، ملائیشیا، تھائی لینڈ، بھارت اور سری لنکا کے علاقے بھی متاثر ہوئے۔ اس زلزلے اور سونامی کے باعث ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد دو لاکھ ۲۵ ہزار کے قریب تھی(۱)

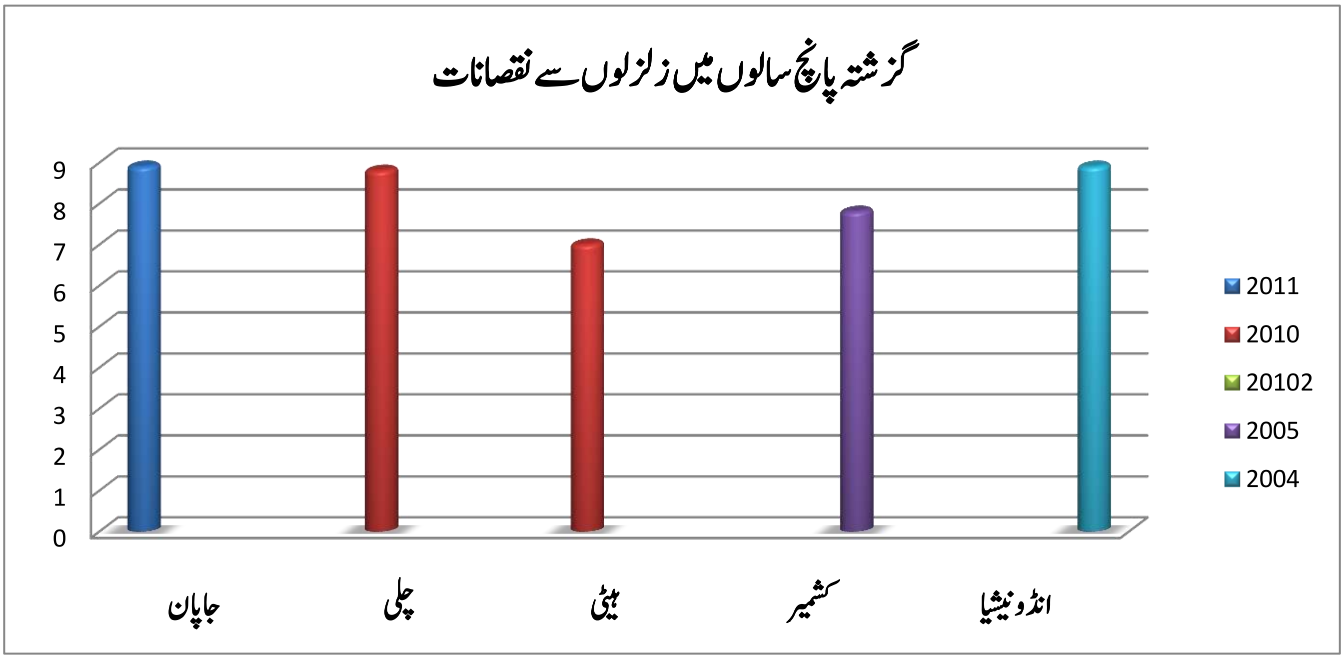

1."گزشتہ ۱۰ برس میں دنیا بھر میں آنے والے تباہ کن زلزلے" retrived from https://www.dw.com/ur/92/a-14908226, accessed on 23 Aug, 2020 at 12:09 am.

بارشوں کا نہ ہونا:

جب اللہ تعالیٰ کسی وجہ سے ناراض ہوتا ہے تو مختلف طریقوں سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش جیسی عظیم نعمت سے محروم کر دیتا ہے۔ قرآن پاک میں بارشوں کے نزول کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ، يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا﴾ [1].

ترجمہ: پس میں نے ان سے کہا: تم اپنے رب سے معافی مانگو، بیشک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا

بارش نہ ہونا بھی ایک مصیبت ہے کیونکہ بارش نہ ہونے سے انسان کو بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس مصیبت کا ذمہ دار خود انسان ہے کیونکہ اُسی کے بُرے اعمال کے باعث ایسا ہوتا ہے بلکہ لوگوں کی نافرمانی کے بغیر اس مصیبت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے [2]۔

ایک لمبے عرصے تک نوح علیہ السلام کی دعوت کے باوجود قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارشیں روک دی اور ان کی عورتوں کو اولاد جیسی نعمت سے محروم کر دیا گیا۔ اسی طرح ان کے مویشی بھی ہلاک ہو گئے تب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ وہ اللہ سے استغفار کریں [3]۔

کتاب اللہ کے احکام سے واضح ہوتا ہے کہ بارشوں کے رُکنے کی وجہ انسان کے اعمال ہیں اور اللہ تعالیٰ بارشیں روک کر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا ہے آج کل پانی کی قلت اور بارشوں کے نہ ہونے کی وجہ گناہوں کی کثرت اور استغفار نہ کرنا ہے۔ لوگ گناہوں میں اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انھیں گناہوں کا احساس تک نہیں ہے اور بارش نہ ہونے کی سائنسی وجوہات ڈھونڈتے رہتے ہیں حالانکہ احادیث مبارکہ میں بارشوں کے نہ ہونے کی وجہ انسان کی نافرمانی قرار دی گی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

«وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلاَّ مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ ، وَلَوْلاَ الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا» [4].

۱- سورۃ نوح: ۷۱/ ۱۰-۱۱

۲- تفسیر مظہری، ۱۲/ ۷۴

۳- تفسیر بغوی، ابو محمد بن حسین الفراء بغوی، ادراہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۳۶ھ، ۶/ ۳۷۶۔

۴- سنن ابن ماجہ، كتاب الفتن، بَابُ: الْعُقُوبَاتِ، ۲/ ۱۳۳۲، رقم الحدیث: ۴۰۱۹۔

حدیث حسن: دیکھیے: السلسلہ الصحیحہ، ۱/ ۲۱۶، رقم الحدیث: ۱۰۶۔

جب لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کو روک دیتا ہے اور اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا۔

مذکورہ بالا مواد سے واضح ہوا کہ فرائض کی ادائیگی نہ کرنے کی وجہ سے بارشیں روک دی جاتی ہیں اگر بارشیں ہوتی ہیں تو چوپائیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں ورنہ آجکل انسانوں کے جیسے اعمال ہیں، اللہ تعالیٰ بارش کے ایک قطرہ سے بھی محروم کردے۔

پتھروں کی بارش اور زمین میں دھنسنا:

مجرمین کی گمراہیوں اور گناہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی سزا کا تعین کیا جاتا ہے گناہ کی نوعیت دیکھتے ہوئے سزا بھی تجویز کی جاتی ہے۔ غضب الٰہی کے اظہار کا ایک ذریعہ پتھروں کی بارش بھی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو ہلاک کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ، فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ﴾ (١)

ترجمہ: سوجب ان پر سورج چمک رہا تھا تو ایک زبردست چیخ نے ان کو پکڑ لیا۔ پس ہم نے ان کی بستیوں کے اوپر کے حصے کو نیچے کا حصہ کر دیا اور ہم نے ان پر کھنگر کے سنگریزے برسائے۔

قوم لوط کی بستیوں پر اللہ تعالیٰ نے اس طرح اپنے غضب کا اظہار فرمایا کہ پوری بستی ان پر اُلٹ دی گئی اور بستیاں تباہ ہونے کے بعد ایک گڑھا نمودار ہوا اور وہاں بحیرہ بن گیا جو آج تک وہاں موجود ہے اور اس سمندر کا یہ عالم ہے کہ معمولی سے معمولی جانور بھی اس میں زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں کشتیاں چل سکتی ہیں (٢)۔

قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کے غضب کی نوعیت کچھ یوں تھی کہ انہیں زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہاں ان کی بستیوں کی جگہ ایک بحیرہ بن گیا جو کہ آنے والی قوموں کے لیے عبرت کا نشان بنا۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے واضح ہوتا کہ امت محمدیہ پر بھی اس نوعیت سے اللہ تعالیٰ اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

«يَكُونَ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ» (٣).

ترجمہ: میری امت میں زمین کا دھنسنا، صورتوں کا مسخ ہونا اور آسمان سے پتھروں کی بارش ہوگی۔

١- سورۃ الحجر: ١٥/ 73-74

٢- بصیرت قرآن، مولانا محمد آصف قاسمی، مکتبہ بصیرت انٹرنیشنل، کینیڈا، س ن، ٣/ ٤٤٣، ٤٤٤۔

٣- سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، بَابُ: الْخُسُوفِ، ٢/ ١٣٥٠ رقم الحدیث: ٤٠٦٢۔

ابھی تک امت محمدیہ میں غضب الٰہی کا اس طریقے سے اظہار نہیں ہوا ہے کہ پتھروں کی بارش ہوئی ہو لیکن حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا ہو گا اور بصیرت رکھنے والا شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ لینڈ سلائیڈنگ بھی کسی عذاب سے کم نہیں ہے۔

کشمیر میں ۲۰۰۵ء میں آنے والے زلزلے میں ایسی حالت تھی کہ مظفر آباد کے نواحی علاقے چکار[۱] میں لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے گاؤں کے گاؤں زمین میں دھنس گئے اور گاؤں تباہ ہونے کے بعد ایک گڑھا نمودار ہوا اور وہاں جھیل بن گئی اگر دیکھا جائے تو اس کی نوعیت لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ کے غضب کے اظہار کی طرح ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پوری امت ہلاک نہیں ہوئی بلکہ کچھ گاؤں اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے[۲]۔

خشک سالی و قحط:

غضب الٰہی کے اظہار کا مقصد صرف ہلاکت ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے اور رجوع کرنے کا موقع دینے کے لئے بھی اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کو مختلف طریقوں سے آزمایا۔ ان پر سختی کے کئی مواقع آئے تاکہ ان کی آنکھیں کھلیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف جھک جائیں۔ ان پر چھ قسم کے عذاب نازل فرمائے اور ساتھ مہلت بھی دی لیکن باز نہ آنے پر پانی میں غرق کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انھیں قحط سالی کے عذاب میں مبتلا کیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ﴾[۳].

ترجمہ: اور بیشک ہم نے فرعون کے متبعین کو کئی سال قحط اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا رکھا۔

مولانا عبید اللہ سندھی[۴] رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

قوم فرعون کو اللہ تعالیٰ نے اتنے سخت قحط میں مبتلا کیا کہ وہ دانے دانے کے محتاج ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد ان سے اس مصیبت کو ہٹایا گیا لیکن یہ اتنی نافرمان قوم تھی کہ عذاب ٹلنے کے بعد

۱- یہ ضلع ہٹیاں کی ایک تحصیل ہے مظفر آباد کے نواحی علاقوں میں سے ہے۔ دریائے جہلم سے خاصا اوپر اور سطح سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ سیر و تفریح کے لیے بہت خوبصورت وادی ہے۔

۲.Retrived from https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/02/100210_kashmir_homeless_lake accessed on 24 Aug, 2020 at 9:26 am.

۳- سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۳۰

۴- مولانا عبید اللہ سندھی ۱۸۷۲ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ تحریک ہند کے کارکن تھے۔ کتب حدیث اور تفسیر کی تدریس کے لیے ایک ادارہ محمود المطابع قائم کیا اسی ادارہ سے ماہنامہ ہدایۃ الاخوان کے نام سے شروع کیا۔ تفسیر کی تدریس الفوز الکبیر کے اصولوں کی روشنی میں سمجھانے کے لیے "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ آپ کی وفات ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔

پھر وہ اسی تکبر غرور دنیا پرستی اور ہٹ دھرمی میں مبتلا ہو گئی اور ان کی سرکشی بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار اللہ نے انہیں سمندر میں غرق کر کے تباہ کر دیا (۱)۔

اگر پاکستان کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو کئی علاقے خاص طور پر صوبہ سندھ اور بلوچستان کے اکثر حصے قحط سالی کی لپیٹ میں ہیں۔ کئی ہزار ایکڑ رقبہ بنجر پڑا ہے۔ صنعت اور زراعت پر نزع کی کیفیت طاری ہے بعض علاقوں میں انسان اور جانور پانی کے ایک ایک قطرے کو ترس رہے ہیں (۲)۔

جہاں اس قحط سالی کے دوسرے اسباب ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے دین سے دوری، دنیا کی دوڑ دھوپ میں ساری محنت صرف کر دینا، وڈیرا شاہی اور ظلم و ستم نے ان صوبوں کے عوام کو مشکلات کے گھڑے میں دھکیل رکھا ہے جس کا خمیازہ آج نہیں تو بہر حال کل بھگتنا پڑے گا۔ احادیث مبارکہ میں قحط سالی کے عام ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ» (۳)

ترجمہ: جو لوگ ماپ تول میں کمی کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی پیداوار کم کر دے گا اور ان پر قحط مسلط کر دے گا۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا کتنا سنگین جرم ہے کہ ایسا کرنے والوں کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ اس جرم کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم ہلاک ہوئی اگر عصر حاضر کا جائزہ لیا جائے تو ہر تاجر اس جرم میں ملوث ہے لیکن ان واقعات سے سبق لینے کے بجائے ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور دنیاوی مال و دولت کے حصول کے لیے جائز اور ناجائز حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

عصر حاضر میں پانی کی قلت سے ہر کوئی پریشان ہے پانی کی کمی کی وجہ سے فصلیں برباد ہو رہی ہیں حتی کہ ہندوستان کے کئی علاقوں کو حکومت کی طرف سے قحط زدہ قرار دیا گیا ہے ہر کوئی کسی نہ کسی کو الزام دیتا ہے دنیا کا چوتھا حصہ پانی سے لبریز ہے لیکن اس کے باوجود پانی کی کمی ہے۔ قحط سالی صرف یہ نہیں ہے کہ پانی کی کمی ہے بلکہ پانی ہوتے ہوئے بھی زمین کا فصل نہ اُگانا قحط سالی ہے حقیقت یہ کہ پانی کی کمی اور اس کی وجہ سے قحط سالی یہ غضب الٰہی ہے اور ایسا تبھی ہوتا ہے جب معاشرہ اجتماعی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آج معاشرے میں گناہ عام ہیں (۴)۔

۱- الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن، مولانا عبید اللہ سندھی، مکتبہ اوراق لاہور، ۲۰۱۰ء، ۱/ ۶۹۰۔

۲- قحط سالی اور دیگر قدرتی آفات، تدارک اور عملی اقدامات، عبد الغفار، سیرت سٹڈیز، ۲۰۱۶ء جلد ۱، شمارہ ۱، ص: ۱۰۲۔

۳- سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، بَابُ: الْعُقُوبَاتِ، ۲/۱۳۳۲، رقم الحدیث: ۴۰۱۹۔

حدیث صحیح: دیکھیے: السلسلہ الصحیحہ، ۱/۲۱۶، رقم الحدیث: ۱۰۶۔

4. "موجودہ دور میں پانی کی کمی: اسباب و علاج" retrived from https://hamariweb.com/articles/50516, accessed on 24 Aug, 2020 at 10:30 am.

پاکستان میں قحط سالی کا جائزہ لیا جائے تو کوئٹہ سمیت بلوچستان کے اکثر علاقوں کو شدید قحط سالی کا سامنا ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ اور خاطر خواہ بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے بلوچستان کے کئی اضلاع میں سخت خشک سالی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے [۱]۔

موجودہ دور میں جہاں قحط سالی کی اور وجوہات ہیں ان میں سے ایک وجہ ہمارے اعمال بھی ہیں یہ الگ بات ہے کہ ایک دوسرے کو الزام دیا جاتا ہے اور اپنے اعمال کا محاسبہ نہیں کیا جاتا نبی کریم ﷺ نے قحط سالی عام ہونے کی وجہ جو بتائی ہے امت مسلمہ میں سے اکثریت اس جرم میں ملوث ہے تو کیسے لوگوں کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے اور مختلف علاقے مختلف اوقات میں اس کا شکار ہوتے ہیں۔

ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کا برسنا:

قحط سالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کو طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کے عذاب کے ذریعے آزمایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ ٱلطُّوفَانَ وَٱلۡجَرَادَ وَٱلۡقُمَّلَ وَٱلضَّفَادِعَ وَٱلدَّمَ﴾ [۲].

ترجمہ: "پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈی دل کے بادل اور جوئیں اور مینڈک اور خون۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور تبلیغ کے بعد جب فرعونیوں اور قطبیوں نے نافرمانی کی تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے بد دعا کی اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف مصائب کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر مسلسل بارش نازل کی جو دن رات لگاتار برستی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈیاں مسلط کر دی جو کہ پھل سبزیاں کھاتیں اس کے بعد رہی سہی کسر گن کا کیڑا پوری کر دیتا پھر اس آفت کے بعد ان پر اتنے مینڈک مسلط کیے گئے کہ ان کا رہنا دشوار ہو گیا۔ خون کا عذاب ان پر نازل کیا گیا انھیں ہر طرف خون ہی خون نظر آتا۔ یہ سب مصائب آزمائش کے لیے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام سے عذاب ٹل جانے کی دعا کروانے کے بعد جب عذاب ٹل جاتا تو دوبارہ سرکشی کرنے لگتے، اس لیے وقفے وقفے سے ان پر یہ مصیبتیں نازل ہوتی رہیں [۳]۔

اصل میں قبطیوں کو دریائے نیل کی وجہ سے شادابی حاصل تھی لیکن یہ شادابی ان کے لیے جان کا وبال بن گیا پورے مصر میں پانی پھیل گیا۔ فصلیں ٹڈیاں چاٹ گئیں۔ مینڈک اور دوسرے حشرات گھروں میں گھس آئے،

---

1. "بلوچستان میں خشک سالی" https://urdu.arynews.tv/people-cutting-their-gardens-because-drought-in-balochistan/ , accessed on 23 Aug, 2020 at 12:39am.

۲- سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۳۳

۳- تفسیر ابن عباس، ابو طاہر محمد بن یعقوب، مترجم، محمد سعید احمد عاطف، مکی دار الکتب، ۲۰۰۵ء، ۱/ ۴۵۶۔

۔خون کا عذاب ان پر مسلط ہوا اور عجیب مصائب میں پھنس گئے۔ انھیں اس بات کا غرور تھا کہ ان کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام بے سر و سامان ہیں اس لیے ان کا کیا بگاڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف طریقوں سے آزمایا لیکن وہ پھر بھی باز نہ آئے[1]۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مختلف مصائب میں مبتلا کر کے آزمایا اور وہ باز آنے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کے بجائے اپنی سرکشیوں میں بڑھتے گئے۔ موجودہ دور میں امت محمدیہ بھی قحط سالی میں مبتلا ہے جو لوگوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک صورت ہے لیکن اس بات کو بالکل نظر انداز کر کے اس کی مادی اور ظاہری عوامل پر نظر رکھی جاتی ہے اور یہ بات بُھلا دی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی اس صورت حال میں کارفرما ہو سکتا ہے۔

چہروں کا مسخ ہونا:

جب بنی اسرائیل کے لوگ نافرمانی اور سرکشی میں حد سے تجاوز کر گئے اور منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے لگے تو کوئی ان کو ان بُرے افعال سے منع کرنے والا نہ رہا۔ جس طرح گناہوں پر ان کی جسارت حد سے بڑھ گئی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر انبیاء (علیہم السلام) کے ذریعہ ان پر لعنت بھی فرمائی جو ان کے حق میں تباہ کن ثابت ہوئی۔

﴿لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ﴾[2]

ترجمہ: بنو اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا ان پر داوٗد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، کیونکہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نعیم الدین مراد آبادی[3] فرماتے ہیں جب ایلہ کے رہنے والوں نے حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ہفتہ کے دن شکار سے نہیں رُکے تو حضرت داوٗد علیہ السلام نے ان پر بددعا کی اور ان کے چہرے بندروں اور خنزیروں کی صورت میں مسخ کر دیئے گئے۔ اسی طرح جب اصحاب مائدہ نے نازل شدہ دستر خوان کی نعمت کے بعد ناشکری کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی اور وہ خنزیر ہو گئے اور

۱- سراج البیان، مولانا حنیف ندوی، مکتبہ شرکت علمیہ، ۱۹۸۴ء، ۲/ ۲۷۳۔

۲-سورۃ المائدہ: ۵/ ۷۸

۳- آپ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ ممتاز عالم الدین اور استاد العلماء کے لقب سے مشہور تھے۔ دینی، تدریسی، سیاسی، تبلیغی خدمات کے باوجود کافی تصانیف لکھی۔ آپ کی وفات ۱۳۶۷ھ میں ہوئی۔

ان کی تعداد پانچ ہزار تھی بنی اسرائیل کو انبیاء کی اولاد ہونے پر بڑا فخر تھا اس آیت میں انبیاء کے ذریعے ہی ان پر لعنت کا ذکر کر کے ان کے اس غرور کو ختم کیا[۱]۔

مندرجہ بالا نص سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر انبیاء کی لعنت ہوئی اور بنی اسرائیل والے بُرائی دیکھ کر خود اس میں مبتلا ہو جاتے تھے اگر عصر حاضر پر غور کیا جائے تو بُرائی دیکھ کر بھی لوگ اُسے طاقت رکھنے کے باوجود روکتے نہیں ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

بنو اسرائیل میں سے کوئی شخص جب اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو سختی سے منع کرتا اور دوسرے دن جب اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرنے کے بجائے اس کے ساتھ مل جل کر رہتا اور کھاتا پیتا تھا۔ ان کی اس روش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل ایک دوسرے کی طرح کر دیے اور ان کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانوں سے ان پر لعنت کی پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالمعْرُوفِ،وَلَتَنْهَوُنَّ عَنْ المنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلا يُسْتَجَابُ لَكُمْ»[۲].

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف (بھلائی کا حکم دو) اور منکر (برائی سے روکو) ، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔

قرآن وسنت کے احکام سے واضح ہوتا ہے کہ اگر امت محمدیہ نے نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا چھوڑ دیا تو ان پر بھی ایسی لعنت ہوگی جو بنی اسرائیل پر ہوئی اور آج کل ایسا عام ہے کہ برائی دیکھ کر بھی اس سے منع نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی اس لعنت کا شکار نہ ہونے کی وجہ اس امت میں نیک لوگوں کا موجود ہونا ہے جو نیکی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

۱- خزائن العرفان، علامہ نعیم الدین مراد آبادی، مکتبہ عثمانیہ، س ن، ۱/ ۳۶۲۔

۲- سنن ترمذی، کتاب الفتن عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي الأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، ۴/۴۶۸، رقم الحدیث: ۲۱۶۹۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ۱۳۰۳، رقم الحدیث: ۱۳۰۲۶۔

لاعلاج اور جان لیوا امراض کا پھیلنا:

اللہ تعالیٰ بیماریوں کی صورت میں بھی اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے جب نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو ابو لہب نے مخالفت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ دشمنی کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو طاعون کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٖ وَتَبَّ ، مَآ أَغۡنَىٰ عَنۡهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ ، سَيَصۡلَىٰ نَارٗا ذَاتَ لَهَبٖ ﴾ [1].

ترجمہ: ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے اس کے مال نے اور اس کی کمائی نے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچایا وہ عنقریب سخت شعلوں والی آگ میں جائے گا۔

جب نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو ابو لہب نے نازیبا الفاظ استعمال کیے ۔ اپنی دولت اور طاقت پر اسے بہت گھمنڈ تھا۔ اس کا مال و دولت اور سرداری اس کے کام نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے طاعون کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور وہ کتوں جیسی آوازیں نکالنے لگا، بیماری لگنے کے ڈر سے گھر والوں نے اسے دور کہیں پھینک دیا اور وہاسی حالت میں مر گیا اور تین دن تک اس کی لاش پڑی رہی۔ جب لاش سے بدبو آنے لگی اور لوگوں نے اس کے خاندان والوں کو برا بھلا شروع کیا تو انہوں نے اس بدبودار لاش کو ٹھکانے لگانے کے لیے مزدوروں کو بلوا کر اس کی لاش گڑھے میں پھینکوائی [2]۔

مذکورہ بالا مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو لہب کو اللہ تعالیٰ نے اتنی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا کیا کہ دنیا میں ہی اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی اس کے قریب تک نہیں جاتا تھا یہاں تک کہ اس کے اپنے خونی رشتوں نے اسے ہاتھ تک لگانا پسند نہیں کیا اس ڈر سے کہ کہیں ہم اس بیماری میں نہ مبتلا کر دیے جائیں۔

اگر ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیماریوں کی کثرت ہے ۔ نئی نئی بیماریاں معاشرے میں پھیل گئی ہیں جن کی وجوہات کا ایک رخ تو دیکھا جاتا ہے لیکن دوسرے رخ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ بیماریوں کی کثرت کی وجہ خوراک میں ملاوٹ، زہریلے سپرے اور ادویات، گندے پانی کا استعمال وغیرہ بتایا جاتا ہے یہ باتیں بھی ٹھیک ہیں لیکن دوسری طرف بیماریوں کی کثرت کی ایک وجہ انسان کے اعمال بھی ہیں۔ حرام مال کھانے، زنا اور بہت سی معاشرتی بُرائیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ڈپریشن اور ایڈز کی بیماری عام ہوئی ہے۔ ڈپریشن کی بیماری اتنی خطرناک ہے کہ گھر، دولت اور ہر طرح کی آسائشیں ہونے کے باوجود امیر طبقہ اس بیماری میں

۱- سورۃ المسد: ۱۱۱/۱-۳

۲- معارف القرآن، مولانا ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ، طبع دوم، ۱۹۸۳ء، ۷/۶۷۸۔

مبتلا ہے۔اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے دین سے دوری اور حرام ذرائع سے دولت کا حصول ہے حالانکہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سکون صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔

قرآن وسنت، تاریخ اور قرائن بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر بھی مختلف صورتوں میں اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے جیسا کہ سابقہ اقوام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سیلاب، زلزلے، قحط سالی، آندھی کے طوفان اور بنی اسرائیل کو ٹڈیوں، مختلف حشرات، اور خون کے عذاب میں مبتلا کر کے اپنے غضب کا اظہار فرمایا۔اس کے علاوہ بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن شکار کرنے اور من وسلوٰی کو ذخیرہ کرنے کی وجہ سے ان کے چہرے مسخ کردیے گئے اور انھیں بندر اور سور بنادیا گیا ابولہب کو خطرناک بیماری میں مبتلا کر کے دنیا میں ذلیل وخوار کیا گیا یہاں تک کہ اس کے اس کے گھر والوں نے بھی اسے دور پھینک دیا۔ عصر حاضر میں بھی سابقہ اقوام کی طرح قحط، سیلاب، لینڈ سلائیڈنگ زلزلے اور ڈینگی جیسی خطرناک قدرتی آفات کی وجہ سے لوگوں کو وسیع پیمانے پر جانی ومال نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اسکے علاوہ اور بیماریوں کی بھی کثرت ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ سابقہ اقوام ان مظاہر کی وجہ سے مکمل طور پر ہلاک ہو گئیں اور آج کل جزوی طور پر مختلف ممالک اور شہروں کو ان مظاہر کا سامنا ہے۔

ابھی حال ہی میں دیکھ لیجیے کہ کس طرح کرونا کی شکل میں پوری دنیا پر اللہ کا عذاب آیا۔ تمام تر ترقی کے باوجود پوری دنیا میں کثرت سے ہلاکتیں ہوئیں اور وہ ممالک جن کی سائنس اور ٹیکنالوجی کا پوری دنیا میں طوطی بولتا تھا کس طرح اس وبائی مرض کے آگے بے بس ہو کر رہ گئے۔اس کے ساتھ ساتھ اس وبائی مرض کے ہر شعبہ زندگی یعنی معیشت، تعلیم، سیاست، بین الاقوامی تعلقات وغیرہ پر گہرے منفی اثرات مرتب ہوئے۔دراصل ایسی امراض کا پھیلنا اللہ کی طرف سے انسانوں کے لیے تنبیہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے طرز عمل کی اصلاح کریں اور خدا کے آگے سر تسلیم خم کردیں۔

فصل سوم

غضب الٰہی کے اخروی مظاہر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسکی ہدایت کے لیے انبیاء اور رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے لوگوں کو آگاہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین اور اصول سکھائیں۔ چونکہ دنیا دار العمل ہے اس لیے اس دنیا میں انسان جو بوئے گا آخرت میں وہی کاٹے گا۔ قیامت کے دن انسان کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ جو لوگ اللہ کے بتائے ہوئے اصول و قوانین کے مطابق زندگی گزاریں گے دنیا و آخرت میں کامیاب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنت کے مستحق ہوں گے۔ اسکے برعکس وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور جہنم کے مستحق ٹھہریں گے۔ دنیا میں کتنی ہی اقوام ایسی گزری ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کے ساتھ سرکشی اور بغاوت کی اور دنیا میں ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی اور آخرت میں بھی انہیں اللہ کے غضب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ دنیا کی زندگی تو عارضی ہے لیکن موت کے بعد والی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ وہاں اعمال کا حساب لیا جائے گا اور گناہوں کے باعث مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ غضب الٰہی کے دنیاوی مظاہر کو فصل اول میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس فصل میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے اخروی مظاہر بیان کیے جائیں گے کہ غضب الٰہی کی وہ کون کون سی صورتیں ہیں جن کا اظہار اللہ تعالیٰ آخرت میں فرمائے گا؟

خلود فی النار:

اللہ رب العزت کی ذات کے ساتھ بغاوت و سرکشی کا رویہ اختیار کرنا دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے رہے، اللہ کی مخلوق کے ساتھ زیادتی کرتے رہے، اللہ کی زمین پر فساد پھیلاتے رہے، دنیا میں تو انہیں ڈھیل مل سکتی ہے لیکن آخرت میں انہیں ان کے گناہوں کی سزا مل کے ہی رہے گی جس کے لئے جہنم تیار کی گئی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أُوْلَٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ ٱلْبَرِيَّةِ﴾ [1].

ترجمہ: بیشک اہل کتاب میں سے جو کفار ہیں اور مشرکین ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے والے ہیں، وہی تمام مخلوق میں بدترین ہیں۔

۱- سورۃ البینہ : ۶/۹۸

اس آیت میں اہل کتاب اور مشرکین کو جو واضح دلائل ہونے کے باوجود نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لائے انھیں بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے یعنی خدا کی مخلوقات میں ان سے بدتر کوئی مخلوق نہیں ہے بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ جانور عقل اور اختیار نہیں رکھتے اور یہ عقل اور اختیار رکھنے کے باوجود حق سے منہ موڑتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ منافقین کی سزا کا تذکرہ یوں بیان ہوا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾[1].

ترجمہ: بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور (اے مخاطب) تو ان کے لیے ہر گز کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

اس آیت میں درک کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ صاحب تفسیر خازن درک کے متعلق لکھتے ہیں:

"الطبق الذي في قعرجهنم "[2].

ترجمہ: وہ مقام جو جہنم کی تہ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ منافق کو جو سزا ملے گی وہ یہ ہوگی کہ منافق جہنم کی تہہ میں ہوں گے اس لیے منافقین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ وہ کافروں سے بہتر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کافر تو دل سے کافر ہیں اور منافقین ظاہر میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرکے سب کو دھوکہ دیتے ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوگا[3]۔

معلوم ہوا کہ اُخروی سزا کے لئے آخرت میں تو ایک ہی ٹھکانا جہنم ہے لیکن جہنم کے مختلف درجے ہیں اور جہنمیوں کو مختلف نوعیت کی سزا دی جائے گی جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے کہ منافقوں کو جو سزا ملے گی وہ یہ ہے کہ انہیں جہنم کے سب سے نچلے گھڑے میں ڈالا جائے گا۔

کلام الٰہی اور تزکیے سے محرومی:

جس طرح دنیا میں اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے غضب کا اظہار فرماتا ہے اسی طرح آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے مختلف مظاہر ہوں گے اور گناہوں کی نوعیت کے مطابق سزا دی جائے گی۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ

۱- سورۃ النساء: ۴ /۱۴۵

۲- لباب التاویل فی معانی التنزیل، علاء الدین علی بن محمد الشیحی المعروف بالخازن، محمد علی شاھین، دار الکتب العلمی- بیروت، طبع اول، ۱۴۱۵ - ۱/ ۴۴۰۔

۳- حل القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۱۶ھ، ۱/ ۲۷۹۔

کے غضب کی ایک صورت یہ بھی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو احکام الٰہی چھپاتے رہے انہیں پاک نہیں کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًا أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [1]

ترجمہ: بیشک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جس کو اللہ نے کتاب میں نازل کیا ہے۔، اور اس کے بدلے میں تھوڑا سا معاوضہ لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا، اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یہودی احکام الٰہی کو چھپاتے تھے۔ لالچ میں آکر شریعت میں ردوبدل کر دیتے تھے خود بھی گمراہ رہے اور دوسروں کو بھی ہدایت سے دور رکھا۔ یہ جرم بہت سنگین تھا اس لیے اس کی سزا بھی سخت ہے۔ رشوت لے کر کھانے کو آگ کے نہ بجھنے والے انگاروں سے تشبیہ دی گئی اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا جو ہمیشہ اپنے بندوں پر مہربان رہتا ان سے کلام نہ کرنا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور اس آیت میں تیسری سزا یہ ذکر کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک نہیں کرے گا رحمت کے پانی سے ان کے گناہوں کو دھویا نہیں جائے گا [2]۔

اگر آج بھی کوئی شخص حق چھپائے گا اور دین فروشی کرے گا تو وہ بھی اسی وعید کا مستحق ہو گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی پاک کرے گا۔ عوام میں جتنے غلط توہمات اور رسم و رواج جنم لیتے ہیں، ان کی ذمہ داری ان علماء پر ہے جن کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا لیکن انھوں نے عوام کی درست رہنمائی کے بجائے ان کو توہمات اور شرکیہ افعال کی طرف لگا دیا۔

پیشانیوں اور پشتوں کا داغا جانا:

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ کتاب ہدایت میں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے وہاں زکوٰۃ کا ذکر بھی ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے اس کی ادائیگی کی وجہ سے معاشرے کے غریب اور مسکین افراد کی مدد ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے کے مال میں برکت ڈال دیتا ہے **لیکن** جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ قیامت کے دن یہ مال ان کے لیے وبال جان بن جائے گا اس مال کو گرم کر کے ان کے اعضائے جسم کو داغا جائے گا جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۱۷۴

۲- ضیاء القرآن، ۱/ ۱۱۷

﴿ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴾[1].

ترجمہ: جس دن وہ (سونا اور چاندی) دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا، یہ ہے وہ (سونا اور چاندی) جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو کتنی سخت سزا دی جائے گی وہ مال جس کو دنیا میں بھی اس ڈر سے بھی خرچ نہیں کیا کہ کم ہو جائے گا اور آخرت میں بھی اس مال کی وجہ سے خسارے میں رہے۔اس آیت کی وضاحت درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ، مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ،»[2].

ترجمہ: جسے اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرلے گا۔اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے۔جیسے سانپ کے ہوتے ہیں پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑلے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں زکوۃ ادا نہ کرنے والے کی سزا کا تذکرہ یوں آیا ہے:

«مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلاَ فِضَّةٍ لاَ يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلاَّ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَأُحْمِيَ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ ، كُلَّمَا رُدَّتْ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى جَنَّةٍ ، وَإِمَّا إِلَى نَارٍ»[3].

۱-سورۃ التوبۃ: ۹/ ۳۵

۲- السنن الصغیر للبیھقی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسرَوْجِردی الخراسانی، تحقیق: عبد المعطی امین قلعجی، جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی، پاکستان، طبع اول: ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء، ۲/۴۳، رقم الحدیث: ۱۱۶۶۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۱/۱۸۶، رقم الحدیث: ۷۶۱۔

۳- صحیح مسلم، باب: فیمن مالا یودی الزکاۃ، ۱/۱۳۸، رقم الحدیث: ۵۰۷۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، ۱/۱۸۴، رقم الحدیث: ۷۵۴۔

ترجمہ: کوئی چاندی سونے کا مالک ایسا نہیں کہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر وہ قیامت کے دن ایسا ہو گا کہ اس کی چاندی، سونے کے تختے بنائے جائیں گے اور وہ جہنم کی آگ میں گرم کیے جائیں گے پھر اس کا ماتھا اور کروٹیں اس سے داغی جائیں گی اور اس کی پیٹھ اور جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے پھر گرم کیے جائیں گے پچاس ہزار برس کے دن پھر اس کو یہی عذاب ہو گا یہاں تک کہ فیصلہ ہو اور بندوں کا اور اس کی کچھ راہ نکلے جنت یا دوزخ کی طرف۔

مندرجہ بالا نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو مختلف نوعیت کا عذاب دیا جائے گا۔ اتنے سخت عذاب کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال نہیں خرچ کرتے ہیں حالانکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے اور مال پاک ہو جاتا ہے۔

کھولتے ہوئے پانی کا عذاب:

دنیا میں کفر و سرکشی اور ظلم کی صورت میں اللہ تعالیٰ فوراً غضبناک نہیں ہوتا بلکہ ڈھیل دے کر آزمارہا ہوتا ہے کہ بندہ گناہوں سے توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر لے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ جس گناہ کے لیے جو عذاب ہے اس میں ضرور مبتلا کرے گا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے چھٹکارا کسی صورت ممکن نہیں ہو گا فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَعۡتَدۡنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَاۚ وَإِن يَسۡتَغِيثُواْ يُغَاثُواْ بِمَآءٖ كَٱلۡمُهۡلِ يَشۡوِي ٱلۡوُجُوهَۚ بِئۡسَ ٱلشَّرَابُ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا﴾[1].

ترجمہ: بیشک ہم نے ظالموں کے لئے ایسی دوزخ تیار کی ہے جس (کے شعلوں) کی چار دیواری ان کا احاطہ کرے گی، اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہو گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا مشروب ہے! اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی وجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کے احکامات سے روگردانی کرنے والے جب دوزخ میں جائیں گے تو چاروں طرف سے آگ انہیں گھیر لے گی اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیں گے لیکن ایسا کرنا ممکن نہیں ہو گا جن چیزوں کو وہ دنیا میں اپنی آسائشوں کی وجہ سمجھ کر نظام خداوندی کی مخالفت کرتے تھے وہی چیزیں پگھلا کر ان کے حلق میں انڈیلی جائیں گی اور انہیں سخت تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا اور اس مصیبت سے کسی صورت رہائی نہیں مل سکے گی[2]۔

۱-سورۃ الکھف: ۱۸/ ۲۹

۲-مطالب القرآن فی دروس القرآن، علامہ غلام احمد پرویز، ادارہ طلوع اسلام لاہور، ۲۰۰۴ء، ۴/ ۷۲۔

مندرجہ بالا نص سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو دنیا میں ظلم اور سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوگا اور انہیں پانی جیسی عظیم نعمت سے محروم کر دیا جائے گا اور پانی کی جگہ انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ پیاس کے وقت ایسا پانی دیا جائے گا جو ان کے چہرے اور آنتوں کو جلا کر رکھ دے گا ۔

پیپ اور جہنمیوں کے دھووں کا عذاب:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ گناہگاروں اور نافرمانوں کو مختلف نوعیت کا عذاب دے گا جتنے شدید گناہوں کا دنیا میں ارتکاب کیا ہوگا آخرت میں اسی کے مطابق سزا ملے گی۔ جہنمیوں کو جب پیاس ستائے گی تو پیاس کی حالت میں کھولتے ہوئے پانی کے علاوہ پیپ والا پانی بھی پلایا جائے گا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ﴾[1].

ترجمہ: اس کے بعد دوزخ ہے اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

سرکشوں کو دنیاوی عذاب کے علاوہ جہنم میں بھی عذاب دیا جائے گا۔ ان کو پینے کے لئے خون اور پیپ پلائی جائے گی پیاس کی شدت کی وجہ سے وہ اس کو پینے کی کوشش کریں گے لیکن ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ چاروں طرف موت ہوتے ہوئے بھی انھیں موت نہیں نصیب ہوگی [۲]۔

مذکورہ بالا مواد سے معلوم ہوتا ہے غضب الٰہی کے اخروی مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سرکشی کرنے والوں کو پیاس کی حالت میں پیپ کا پانی پلائے گا اور کوئی منع بھی نہیں کر پائے گا اگر کوئی منع کرے گا بھی تو زبردستی اُسے پانی پلایا جائے گا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی حل نہیں ہوگا۔

زنجیروں میں جکڑنا اور تارکول کا لباس پہنایا جانا:

دنیا میں موسم کے مطابق لباس پہنا جاتا ہے مثلاً گرمیوں میں گرمی کی شدت کم کرنے کے لیے ایسا لباس پہنا جاتا ہے جس میں زیادہ گرمی محسوس نہ ہو اایسے ہی سردی کی شدت کم کرنے کے لیے گرم لباس استعمال کیا جاتا ہے لیکن قیامت کے دن گناہگاروں کے لیے ایسی کوئی صورت نہیں ہوگی جس سے وہ تکلیف میں کمی کرسکیں جہنمیوں کو ایسا لباس پہنایا جائے گا جو آگ کو جلد بھڑکانے والا ہوگا یعنی ان کی تکلیف میں کمی کے بجائے اضافہ کرے گا۔

﴿ وَتَرَى ٱلۡمُجۡرِمِينَ يَوۡمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي ٱلۡأَصۡفَادِ ‌سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغۡشَىٰ وُجُوهَهُمُ ٱلنَّارُ ﴾[۳].

۱- سورۃ ابراہیم: ۱۴/ ۱۶

۲- تدبر القرآن، ۴/ ۳۱۸

۳- سورۃ ابراہیم: ۱۴/ ۴۹- ۵۰

ترجمہ: اور آپ اس دن مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے وہ آگ بھڑکانے والے روغن کی قمیضیں پہنے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں سے آگ لپٹ رہی ہو گی۔

مندرجہ بالا نص سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں فساد برپا کر رکھا تھا خود بھی حق کی راہ سے الگ رہے اور دوسروں کو بھی حق سے دور رکھنے کی کوشش کی، ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہو گا اور قیامت کے دن انہیں زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔

ایک دوسری جگہ جہنمیوں کی سزا کا تذکرہ یوں آیا ہے:

﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ﴾ [1].

ترجمہ: جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا ان میں سے جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں پر اوپر سے کھولتا پانی ڈالا جائے۔

جہنمیوں کو ایسے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کو مزید بھڑکائیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر ڈالا جائے گا اور یہی پانی دماغ کے راستے سے ان کے پیٹ کے اندر جائے گا اور ان کی انتڑیاں جلا دے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انھیں لوہے کے ہنٹروں سے پیٹا بھی جائے گا جب وہ دوزخ سے بھاگنے کی کوشش کریں گے تو فرشتے انھیں ہنٹر مار مار کر پھر دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ [2]

مندرجہ بالا مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں سرکشی کرنے والوں کو کسی طرح اللہ تعالیٰ کے غضب سے چھٹکارا نہیں مل سکے گا وہاں ان کا مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ خدا ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا جس کا عمل اچھا ہو گا تو اپنی رحمت میں شامل کرے گا لیکن اگر اعمال بُرے ہوں گے تو بدلہ بھی بُرا ملے گا اور خدا حساب کتاب لینے میں کچھ بھی دیر نہ لگائے گا۔

۱- سورۃ الحج: ۲۲/ ۱۹

۲- تیسر القرآن، ۱۴۸/۳

کھانے کے لیے زقوم کا درخت:

انسان دنیا میں بھوک کی شدت لذت دار کھانوں سے کم کرتا ہے انسان کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوتی ہیں انسان ان کی قدر کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے ناشکری کرنے لگتا ہے اور پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے والے ان لذیذ کھانوں کے لیے ترسیں گے اور ان کو گناہوں کے سبب اس عظیم نعمت سے محروم کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمان خداوندی ہے کہ:

﴿إِنَّ شَجَرَتَ ٱلزَّقُّومِ ، طَعَامُ ٱلْأَثِيمِ ﴾[1].

ترجمہ: بیشک تھوہر کا درخت گنہگاروں کا کھانا۔

گناہگاروں کو جہنم میں کھانے کے لئے زقوم کا درخت دیا جائے گا جب انہیں بھوک لگے گی تو بھوک مٹانے کے لئے اسی پر گزارہ کریں گے۔ یہ بہت بدمزہ کھانا ہوگا اور بہت مشکل سے جہنمیوں کے حلق سے اترے گا[2]۔

اوپر بیان کی گئی آیت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جہنمیوں کو بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے ایسا کھانا دیا جائے گا جس کا کوئی ذائقہ نہیں ہو گا لیکن بھوک مٹانے کے لیے مجبوراً انہیں یہ کھانا کھانا پڑے گا۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ اخروی مظاہر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن جب جہنمیوں کو بھوک ستائے گی تو انہیں زقوم کا درخت کھلایا جائے گا۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں عیب نکالے جاتے ہیں تو زقوم کا درخت کیسے کھایا جا سکتا ہے۔ یہ سخت قسم کی سزا ہے جو ان پر بہت ناگوار گزرے گی لیکن اپنے اعمال کا مزہ چکھنا پڑے گا۔

کھالوں کا جلنا اور تبدیل ہونا:

دنیا کی زندگی کے لیے آخرت کی زندگی کو خراب کرنے والے دنیا اور آخرت دونوں سے محروم ہو جاتے ہیں اگر دنیا کی ساری دولت بھی مل جائے اور اس کے بدلے میں آخری انجام یہ ہونے والا ہو کہ ہمیشہ کیلئے ایسے ہولناک عذاب میں رہنا ہے جس سے تکلیف میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہو تو پھر ایسی وقتی دولت کا کیا فائدہ ہوا۔ جہنمیوں کی سزا کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں ملتا ہے:

۱- سورۃ الدخان: ۴۴/ ۴۳- ۴۴

۲- تیسر الرحمٰن، ص: ۱۳۹۲

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيهِمۡ نَارٗا كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُودُهُم بَدَّلۡنَٰهُمۡ جُلُودًا غَيۡرَهَا لِيَذُوقُواْ ٱلۡعَذَابَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمٗا ﴾ [1].

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم اس کو عنقریب آگ میں ڈال دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کو (ہمیشہ) چکھتے رہیں، بیشک اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔

کُفر کرنے والوں کو آگ میں دھکیلا جائے گا جو انھیں چاروں طرف سے گھیر لے گی بلکہ ایک ایک کافر کی سو سو کھالیں ہوں گی اور ہر ہر کھال پر مختلف قسم کے عذاب دیے جائیں گے صرف یہی نہیں ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ کھال الٹ پلٹ ہو گی۔ [2]

مندرجہ بالا آیت کی وضاحت کے لیے درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«ضِرْسُ الْكَافِرِ، أَوْ نَابُ الْكَافِرِ، مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ» [3].

ترجمہ: کافر کا دانت یا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہو گی اور اس کی کھال کی گندگی تین دن کی راہ ہو گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں کہ:

"کھالوں کی تبدیلی ایک بہت بڑی حقیقت ہے، اسکو سائنس نے بھی دریافت کر لیا ہے کہ درد کا احساس انسان کی کھال میں ہی ہوتا ہے۔ کسی کو چٹکی کاٹی جائے، کانٹا چبھے، چوٹ لگے یا کوئی حصہ جل جائے تو تکلیف جلد میں ہی ہوتی ہے۔ اسی لئے جہنمیوں کی کھال بدلی جائے گی تاکہ انہیں مسلسل تکلیف رہے" [4]۔

اس آیت اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کافروں کو سخت قسم کا عذاب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ کھال بار بار تبدیل کی جائے گی، ہر بار کھال پکنے کے بعد دوسری کھال ایسے ہو جائے گی جیسے آج انسانی جسم پر کوئی چھالہ بن

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۵۶

۲- ابن کثیر، ۱/ ۲۲۷

۳- سنن ابن ماجہ، باب صفۃ النار، ۵/ ۳۷۳، رقم الحدیث: ۴۳۲۲۔
حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح الترغیب والترھیب، الریاض ۳/ ۲۵۱۔

۴- بیان القرآن، ۲/ ۱۶۰

جاتا ہے اور نئی کھال تیار ہو جاتی ہے یہ کھال تیار ہونے میں وقت لگتا ہے لیکن وہاں ایسا نہیں ہو گا ایک کھال پک جانے کے بعد دوسری فورا تیار ہو گی۔

چہروں کا سیاہ ہو جانا:

انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے اور گناہوں کی اصرار پر یہ داغ بڑھتے بڑھتے دل سیاہ ہو جاتا ہے یہی تاریکی اور سیاہی قیامت کے دن گناہگاروں کے چہروں سے ظاہر ہو گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ تَرَى ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۚ أَلَيْسَ فِى جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ [1]

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ان کا منہ کالا ہو گا، کیا تکبر کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانا نہیں ہے۔

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر سخت غضبناک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا رعب و دہشت دیکھ کر ان لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے دنیا میں غرور و تکبر کی وجہ سے ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار نہیں کی [2]۔

تکبر کرنے والوں کی سزا کا ذکر حدیث میں یوں بیان ہوا ہے:

«يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ، يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ، يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ مِنْ جَهَنَّمَ يُسَمَّى: بُولَسَ، تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ، وَيُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ، طِينَةَ الْخَبَالِ» [3].

ترجمہ: متکبر گھمنڈ کرنے والے لوگوں کو قیامت کے دن میدان حشر میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے مانند لوگوں کی صورتوں میں لایا جائے گا، انہیں ہر جگہ ذلت ڈھانپے رہے گی، پھر وہ جہنم کے ایک ایسے قید خانے کی طرف ہنکائے جائیں گے جس کا نام « بولس » ہے۔ اس میں انہیں بھڑکتی ہوئی آگ ابالے گی، وہ اس میں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پئیں گے جسے «طینۃ الخبال » کہتے ہیں، یعنی سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ۔

۱- سورۃ الزمر: ۳۹/ ۶۰

۲- تیسیر الرحمٰن، ص:۱۳۰۷

۳- سنن ترمذی، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، ۴/۶۵۵، رقم الحدیث:۲۴۹۲۔ حدیث حسن: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ،۱۴۰۰، رقم الحدیث:۱۴۰۰۰۔

اس آیت وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخروی مظاہر میں چہروں کا سیاہ ہونا بھی ہے اللہ تعالیٰ کا رعب اتنا زیادہ ہو گا کہ ان گناہگار لوگوں کے (جو دنیا میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں کے احکام سے روگردانی کرتے رہے) چہرے سیاہ ہو جائیں گے یہی وہ چہرہ جس کی وجہ سے لوگ دنیا میں تکبر کیا کرتے تھے۔ قیامت کے دن اس کو چھپاتے پھریں گے۔

غضب الٰہی کے اخروی مظاہر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ مختلف گناہوں کی سزا بھی مختلف ہو گی مثلاً کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا، کچھ لوگوں کی پیشانیوں کو داغا جائے گا، بھوک اور پیاس کی حالت میں پانی اور کھانے کی جگہ زقوم کا درخت اور کھولتا ہوا پانی اور پیپ پلائی جائے گی۔ عذاب اس قدر شدید ہو گا کہ ایک ہی بار نہیں دیا جائے گا بلکہ عذاب دینے کے لئے کھال بھی بار بار تبدیل کی جائے گی تاکہ تکلیف کی شدت میں کمی نہ آئے۔ قیامت کے دن کچھ لوگوں کے گناہوں کا اثر ان کے چہروں سے نمودار ہو گا اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اسی طرح کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جن کے سر کچلے جائیں گے اور بھاری بھاری گٹھرے اٹھانے کی کوشش کریں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو امانتیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن مزید امانتیں لینے کے لئے تیار ہیں۔

باب چہارم

غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں، معاشرتی اثرات اور عبرتیں

فصل اول: غضب الٰہی کے متعلق سابقہ اُمم کی روش

فصل دوم: غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیاں اور معاشرتی اثرات

فصل سوم: غضب الٰہی میں عبرتیں

باب چہارم

غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں، معاشرتی اثرات اور عبرتیں

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا بلکہ ہر طرح کی نعمتوں سے نوازتا ہے اور مختلف طریقوں سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل سے سبق حاصل کر کے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے کے بجائے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان ہدایت کی طرف لوٹ آئے اسی غلط فکر کی بناء پر سابقہ اقوام نے غلط فہمیاں پال لی تھیں۔اس باب میں غضب الٰہی سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کا جائزہ لیا جائے گا اور ان غلط فہمیوں کی وجہ سے معاشرے پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

فصل اول

غضب الٰہی سے متعلق سابقہ اُمم کی روش

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ رحمت والا معاملہ ہے۔وہ بندوں پر بے جا ظلم نہیں کرتا۔ بندے گناہ پر گناہ کرتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا رہتا ہے اگر وہ چاہے تو فوراً عذاب میں مبتلا کر دے لیکن اسکا ڈھیل دینا رحمت کی عکاسی کرتا ہے۔سابقہ امتیں اس ڈھیل کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو کہ مختلف قسم کی برائیوں میں ملوث ہو گئیں۔اللہ اور اسکے رسولوں کی نافرمانی، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے، اور گناہوں میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے کے باوجود انھیں خوف خدا نہیں تھا اور اپنی طاقت اور دولت پر زیادہ بھروسہ تھا۔

تاریخ میں جتنی بھی اقوام گزری ہیں سب کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام اور رسل بھیجے جنہوں نے اللہ کا حکم ان تک پہنچایا۔ان رسولوں نے اپنے امتیوں کے اصرار پر معجزات بھی دکھائے مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی میں اس حد تک بڑھ گئے کہ انبیاء علیہم السلام سے عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنے لگے۔ کفار کو یہ غلط فہمی تھی کہ یہ نبی جھوٹے ہیں اور اگر سچے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس فصل میں غضب الٰہی کے متعلق سابقہ اقوام میں پائی جانے والی چند ایک غلط فہمیوں کا بطور نمونہ جائزہ لیا جائے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے بشر ہونے سے متعلق غلط فہمی:

کم و بیش سابقہ تمام امتوں کو یہ مغالطہ لاحق تھا کہ یہ نبی اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ تو ہماری ہی طرح ایک بشر ہیں اور بھلا ایک بشر کس طرح سے نبی بن سکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ان کی اس غلط فہمی کو متعدد مقامات پر بیان فرماتا ہے جیسا کہ قوم ثمود کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿مَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ﴾ (۱).

ترجمہ: تم صرف ہماری مثل بشر ہو، اگر تم سچوں میں سے ہو (اپنی نبوت پر) کوئی نشانی لاؤ۔

جاہل قوموں نے انبیاء کی تعلیمات کی قدر کرنے کے بجائے ہمیشہ معجزات کا مطالبہ کیا اور ان کے انسان ہونے کو رسالت کا مانع اوراس کے منافی قرار دیا۔ وہ انبیاء علیہ السلام کو خدا کی اولاد تو کہہ لیتے تھے لیکن انسان ہونے کی وجہ سے خدا کا رسول نہیں مان سکتے تھے (۲)۔

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بھی رشتہ جوڑ دیتے تھے لیکن انبیاء علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا نبی نہیں مان سکتے تھے اسی طرح آج بھی اللہ کے نیک بندوں کو بشر ہونے کی بناء پر حقیر سمجھا جاتا ہے اسی طرح قوم شعیب کو بھی اپنے نبی کے متعلق غلط فہمی تھی کہ وہ تو ہماری طرح انسان ہیں نبی کیسے ہوسکتے ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ أَنتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِن نَّظُنُّكَ لَمِنَ ٱلْكَـٰذِبِينَ﴾ (۳).

ترجمہ: اور تم صرف ہماری مثل بشر ہو اور بیشک ہم تم کو ضرور جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔

تم ہماری طرح انسان ہو اور پہلی بات نبی کو انسان نہیں ہونا چاہیے اور اگر ایسا ہے بھی تو تمہیں ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے کیونکہ تمہارے پاس بادشاہی، مال دولت کی کثرت نہیں ہے اور نہ ہی تمھاری کوئی شان ہے جس کی بناء پر تمہیں کوئی برتری حاصل ہو (۴)۔

مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریبا تمام اقوام نے بشریت کی وجہ سے رسالت کا انکار کیا اپنی سوچ سے خدا کے ساتھ انبیاء کے کتنے ہی رشتے جوڑ دیے لیکن ایک بشریت کی وجہ سے خدا کا نبی نہیں مان سکے۔ قرآن پاک میں اس اعتراض کا جواب تمام انبیاء نے یوں دیا:

۱- سورۃ الشعراء: ۲۶/۱۵۴

۲- تفسیر ماجدی، حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، اردو بازار- لاہور، ۲۰۰۷ء، ص: ۷۷۴۔

۳-سورۃ الشعراء: ۲۶/۱۸۶

۴- تفسیر مظہری، ۸/۳۶۵

﴿قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ إِن نَّحۡنُ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦ﴾[1]۔

ترجمہ: ان سے ان کے رسولوں نے کہا کی ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی نبیوں کا انتخاب کیا کیونکہ کوئی فرشہ یا جن انسان کی اس طرح رہنمائی نہیں کر سکتا جیسے ایک انسان انسان کی رہنمائی کر سکتا ہے کیونکہ وہ ان کے رہن سہن، عادات اور زندگی کے مسائل سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے اور بہترین رہنمائی کے لیے لوگوں سے واقفیت ہونا بہت ضروری ہے[2]۔

امام غزالی رحمۃ اللہ اس آیت کے جواب میں لکھتے ہیں کہ انبیاء نے یہاں اپنے روحانی اور جسمانی فضائل نہیں بیان فرمائے بلکہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہے نبوت کا منصب عطا کرتا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت سے ظاہر ہے:

﴿ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥ﴾[3]۔

ترجمہ: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس جگہ اپنی رسالت کو رکھے گا۔

مذکورہ بالا نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ سابقہ اقوام کو انبیاء علیہم السلام کے بشر ہونے کے متعلق بہت بڑی غلط فہمی تھی حالانکہ نبی بشر بھی ہو سکتے ہیں خود نبیوں نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ ہم تمہاری طرح ہی انسان ہیں البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کا منصب عطا کرکے اُن پر احسان کیا ہے اور اس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ وہ اس منصب کے لیے کس کا انتخاب کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا انسانوں میں سے ہی نبیوں کے انتخاب کرنے میں بڑی حکمت تھی کہ بہترین رہنمائی تبھی ہو سکتی ہے جب انسانوں کے مسائل سے مکمل واقفیت ہو۔

۱-سورۃ ابراہیم: ۱۴ / ۱۱

۲- مفہوم القرآن، ۳ /۱۵۶

۳- سورۃ الانعام: ۶ /۱۲۴

شک، اضطراب اور ہٹ دھرمی:

پچھلی امتوں میں ایک مشترک غلط فہمی یہ پائی جاتی تھی کہ وہ شک کے مرض میں مبتلا تھیں اور اپنے نبیوں کو کہتی تھیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو پھر ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا؟ یعنی سابقہ اقوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت اور جلدی عذاب میں مبتلانہ کرنے کی وجہ سے یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی تھی کہ وہ حق پر ہیں اور خود غضب الٰہی کا مطالبہ کرنے لگیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے غضب الٰہی کا مطالبہ کیا۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے:

﴿قَالُواْ يَٰنُوحُ قَدۡ جَٰدَلۡتَنَا فَأَكۡثَرۡتَ جِدَٰلَنَا فَأۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ (۱).

ترجمہ: انہوں نے کہا اے نوح تم نے ہم سے بحث کی اور بہت زیادہ بحث کی، اب اگر تم سچے ہو تو وہ (عذاب) لے آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔

جب قوم نوح نے دیکھا کہ نوح علیہ السلام انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے سے باز نہیں آتے تو انھوں نے اپنی جہالت اور گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا مطالبہ کیا حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ وہ نوح علیہ السلام کی دعوت کو اپنے لیے خیر خواہی سمجھیں اوراس بات کا مطالبہ کریں کہ ہمارے لیے یہ راستہ اچھی طرح سے واضح کریں تا کہ ہم اس راستے کو اختیار کر سکیں (۲)۔

اسی طرح قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کا معجزہ عطا کیا لیکن اسکے باوجود انھوں نے جہالت کا مظاہرہ کیا جس کی بناہ پر اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوا۔ اُن کے اس رویہ کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ (۳)

صالح علیہ السلام کی قوم نے پہلے معجزہ کا مطالبہ کیا لیکن معجزہ دیکھنے کے بعد بھی انھوں نے صالح علیہ السلام کے رسول ہونے کا یقین نہیں کیا اور اونٹنی کا قتل کر دیا۔ اونٹنی کو قتل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنے کے بجائے انھوں نے خود اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونے کا مطالبہ کیا۔ قوم عاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- سورۃ ہود: ۱۱/ ۳۲

۲- تفسیر السعدی، عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی، دار السلام، س ن، ۱۲/ ۱۱۹۷۔

۳- سورۃ الاعراف: ۷/ ۷۷

﴿قَالُوٓاْ أَجِئۡتَنَا لِتَأۡفِكَنَا عَنۡ ءَالِهَتِنَا فَأۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ (۱).

ترجمہ: انہوں نے کہا کیا آپ اس لئے ہمارے پاس آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردیں، سو آپ وہ عذاب لے آئیں جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔

مولانا غلام اللہ خان (۲) قوم عاد کی جہالت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اس قوم نے اپنے نبی سے کہا کہ تم ہمیں ہمارے معبودوں کی عبادت کرنے سے روک رہے ہو اور اگر ہم نے بات نہ مانی تو عذاب کی دھمکی دیتے ہو۔ یہ جو تم نے عذاب کی رٹ لگائی ہوئی ہے اگر تم اپنی بات پر سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ" (۳)۔

﴿فَأَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفٗا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ﴾ (٤).

ترجمہ: اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے مطالبہ کیا کہ اگر تم برحق ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ۔ ان جاہلوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ وبال کا نازل نہ ہونا ان کے انکار کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور آج کے دور میں بھی جاہلوں کی ذہنیت یہی ہے کہ کسی بزرگ کو انکار کر کے وبال نازل نہ ہو تو اسے انکار کے قبیح نہ ہونے کی دلیل کہہ دیتے ہیں (۵)۔

مذکورہ بالا نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ اقوام نے اپنے نبیوں سے معجزات کا مطالبہ کیا اور ان کو معجزات دکھائے گئے لیکن ان معجزات کو دیکھنے کے بعد ایمان لانے کے بجائے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا مطالبہ کرنے لگے کیونکہ انہیں غلط فہمی تھی کہ اللہ کا غضب نازل ہو ہی نہیں سکتا اور اگر نازل ہوا بھی تو ہم مقابلے کے لئے تیار ہیں انہیں اپنے بتوں، اپنے وسائل اور اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو پوری کی پوری قوم غضب الٰہی کی لپیٹ میں آ گئی۔

۱- سورۃ الاحقاف: ۴۶/ ۲۲

۲- مولانا غلام اللہ خان صاحب کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے اعوان تھے اور دینی علوم حاصل کرنے کا شوق رکھتے تھے آپ کا کارنامہ یہ ہے کہ دارالعلوم "تعلیم القرآن" کی بنیاد رکھی۔ آپ کی وفات ۱۱ رجب ۱۴۰۰ھ میں ہوئی۔

۳- جواہر القرآن، مولانا غلام اللہ خان، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، س ن، ۳/ ۱۱۳۵۔

۴- سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۱۸۷

۵- تفسیر ماجدی، ص:۷۷۷۔

قوت اور طاقت کے متعلق مغالطے:

قوم عاد اور ثمود اس مغالطے کا شکار تھیں کہ طاقت اور قوت میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے وہ دنیا کی طاقتور اور مالدار قومیں تھیں۔ وہ لوگ اپنی عظمت و بڑائی اور شان و شوکت کے اظہار اور نمود و نمائش کے لیے بڑے اونچے اونچے ستونوں والی بڑی بڑی یادگاریں بناتے اور محلات تعمیر کیا کرتے تھے، جیسا کہ انکے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام نے ان سے خطاب کر کے فرمایا تھا:﴿أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ﴾ (١)۔ ان کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے ان میں یہ غلط فہمی تھی کہ ہم بہت طاقتور ہیں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسی بات پر فخر کرتے ہوئے انھوں نے اللہ اور اسکے نبیوں کا انکار کیا اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے اور وہ سب مٹی میں مل گیا جس پر انھیں غرور تھا جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ، ، فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحِسَاتٍ لِنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ﴾(٢).

ترجمہ: پس رہے عاد تو انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہا ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوت والا ہے، اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تھے۔ سو ہم نے (ان کے) منحوس دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی تا کہ ہم انہیں دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزا چکھائیں اور آخرت کا عذاب زیاد رسوا کرنے والا ہے اور ان کی (بالکل) مدد نہیں جائے گی۔

جب انھیں حق کی طرف بلایا جاتا تو وہ اپنے قدو قامت اور دولت کی وجہ سے غرور کرتے اور کہتے کہ ہم بہت طاقتور ہیں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر آندھی کا عذاب مسلط کیا اور ان کا نام ونشان مٹ گیا یہ تو دنیاوی عذاب تھا آخرت میں اس سے زیادہ ذلیل و رسوا کن عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور جب دنیا میں انھیں اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں مل سکا تو آخرت میں غضب الٰہی سے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (٣)۔

۱- سورۃ الشعراء: ۲۶/ ۱۲۸- ۱۲۹

۲- سورۃ فصلت: ۴۱/ ۱۵- ۱۶

۳- تیسر القرآن، ۱۰۷/۱۰۸

قوم عاد اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ وہ کسی بھی قسم کی آفت کاڈٹ کر مقابلہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ خود کو بہت طاقتور کہتے تھے قوم عاد کی طرح قوم ثمود بھی اسی غلط فکر میں مبتلا تھی کیونکہ یہ دونوں قومیں مال و دولت اور طاقت زیادہ ہونے کی بناء پر بہت مغرور تھیں۔ قرآن مجید قوم ثمود کے جرم پر یوں وعید سناتا ہے:

﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[۱].

ترجمہ: اور رہے ثمود تو ہم نے ان کو ہدایت دی تھی، لیکن انہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی، سو ان کے کرتوتوں کے باعث سخت ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

قوم ثمود دولت، شان و شوکت میں قوم عاد سے کسی طرح کم نہ تھی۔ فن تعمیر اور سنگ تراشی کے بہترین ماہر تھے۔ پہاڑوں کے اندر صرف گھر ہی نہیں بلکہ راستے بنا کر بستیاں بھی آباد کی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھلائی اور بُرائی، دونوں راہیں واضح کیں لیکن ان جاہلوں نے علم، ایمان اور ہدایت پر جہالت، گمراہی اور کفر کو ترجیح دی اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے[۲]۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کے آگے انسان کی طاقت کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے انھوں نے اللہ سے ہی بغاوت کی اور کہنے لگے کہ یہ سب ہماری اپنی صلاحیتوں کی بدولت ہمیں ملا جس کا نتیجہ غضب الٰہی کی شکل میں سامنے آیا۔

لاڈلے ہونے کے متعلق غلط فہمی:

یہود اور نصاریٰ خود کو اللہ تعالیٰ کے بیٹے کہتے تھے اور ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے ہیں اس لیے وہ غضب الٰہی کا شکار نہیں ہوں گے اُن کی اس غلط فہمی کا کتاب ہدایت میں یوں تذکرہ ملتا ہے:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُم بِذُنُوبِكُم ۖ بَلْ أَنتُم بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾[۳].

۱- سورۃ فصلت: ۴۱ / ۱۷

۲- تفسیر اشرفی، حضرت علامہ سید مدنی اشرفی جلانی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع اول: ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء، ۸ / ۳۱۴۔

۳- سورۃ المائدہ: ۵ / ۱۸

ترجمہ: اور یہود و نصاری نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، آپ کہیے پھر تمہارے گناہوں کی وجہ سے اللہ تمہیں عذاب کیوں دے گا بلکہ تم ان میں سے بشر ہو جن کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اللہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں تمام آسمان اور زمینیں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

ابو محمد عبد الحق حقانی[1] یہودیوں کی اس غلط فہمی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"جس قوم پر سے خدا کا سایہ اٹھ جاتا ہے اس کی عقل میں فتور آجاتا ہے وہ نقصان کی صورت میں نفع ڈھونڈتی ہے اور نافرمانی اور سرکشی کر کے جس کا بدلہ سخت عذاب ہے نہ صرف انعام کا مستحق سمجھتی ہے بلکہ وہ خدا کے بیٹے اور محب ہونے کی بھی مدعی ہو جاتی ہے اور غرور میں آکر خدا کے احکام اور اس کے فرستادوں سے مقابلہ کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو رد کرتا ہے کہ اس بات کا تو تم کو بھی اقرار ہے کہ ہماری سرتابی اور گناہوں کی وجہ سے ہم پر بے شمار مصیبتیں خدا نے نازل کی تھیں اور کرتا ہے اور آخرت میں بھی گناہوں پر عذاب ہو گا پھر جب تم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو ایسا کیوں ہوا؟ محبوب بیٹے سے کوئی ایسا کرتا ہے"؟[2]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاری کو یہ غلط فہمی تھی کہ اللہ ہمیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں اس آیت میں ان کی اس غلط فہمی کا جواب دیا گیا ہے کہ تم باقی انسانوں کی طرح ہو اور تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسے باقی نافرمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔ اور عذاب دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ جس کے ساتھ چاہے نرمی کا معاملہ کرے اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر دے گا اس بات کا اختیار مخلوق میں سے کسی کو نہیں کہ ہمارے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے گا۔ سب کو اپنے اعمال اور نیتوں کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

اخروی عذاب کے متعلق غلط فہمی:

گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا کب اور کس کو دینی ہے اس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اس بات کا حق نہیں رکھتا ہے کہ وہ یہ بات طے کرے کہ غضب الٰہی کا شکار ہو گا کہ نہیں؟ اخروی عذاب کے متعلق یہودیوں کو یہ مغالطہ تھا کہ دوزخ کی آگ ہمیں نہیں چھو سکے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱- عبد الحق محدث دہلوی ۱۵۵۱ء کو پیدا ہوئے پورا نام شیخ ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی بخاری ہے مغلیہ دور میں متحدہ ہندوستان کے مایہ ناز عالم دین اور محدث تھے۔

۲- تفسیر حقانی، ابو محمد عبد الحق حقانی، میر محمد کتب خانہ کراچی، س ن، ۲/ ۲۶۳۔

﴿وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۱).

ترجمہ: اور انہوں نے کہا: گنتی کے چند دنوں کے سوا ان کو ہر گز آگ نہیں چھوئے گی' آپ کہیے: آیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا جس کی اللہ ہر گز خلاف ورزی نہیں کرے گا یا تم اللہ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے؟

حافظ محمد سید احمد حسن رقمطراز ہیں کہ:

علماء یہود میں دو باتیں زیادہ مشہور تھیں ایک تو یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے اگر ہم کو عذاب ہوا بھی تو ہزار ایک دن کا ہو گا اور آٹھویں دن ہم سب جنت میں چلے جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سات دن سے بڑھ کر ہم کو عذاب ہوا تو چالیس دن سے بڑھ کر کسی طرح نہ ہو گا کیوں کہ یہ وہ مدت ہے جس میں ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ کم شہرت کی تیسری یہ بات بھی یہود کی زبان پر تھی کہ دوزخ کے منہ کی چوڑائی چالیس برس کے راستہ کی ہے زیادہ عذاب ہم کو ہوا تو اسی مدت تک ہو گا۔ اس آیت میں انہیں بتایا گیا ہے کہ اللہ کے دین میں ایسی جھوٹی باتیں بنانے کا وبال ایک دن ان پر آنے والا ہے (۲)۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ یہودیوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ نسبی رشتے انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچا لیں گے حالانکہ قیامت کے دن سب کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا اگر نسبی رشتے کام آتے تو نوح علیہ السلام کا بیٹا، ابراہیم علیہ السلام کے والد، لوط علیہ السلام کی بیوی اور نبی کریم ﷺ کے چچا جہنم میں نہ ہوتے۔ کون کس کا کیا لگتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں اللہ کے ہاں صرف شرک سے پاک ایمان کی قدر ہے۔

مال و دولت کے متعلق غلط فہمیاں:

سابقہ اقوام میں عذاب الٰہی کے متعلق ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی تھی کہ ہمارے پاس مال اور اولاد کی کثرت ہے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ قرآن نے اس صورت حال کا یوں نقشہ کھینچا ہے:

﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ﴾ (۳).

ترجمہ: اور انہوں نے کہا ہمارے مال اور ہماری اولاد بہت زیادہ ہے، اور ہم کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کثرت اولاد اور مال و دولت سے نوازا ہے اور ایسے ہی آخرت میں اپنی نعمتوں سے نوازے گا اور عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا اسکی دلیل

۱- سورۃ البقرہ: ۲/ ۸۰

۲- احسن التفاسیر، حافظ محمد سید احمد حسن، مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور، س ن، ۱/۹۹۔

۳- سورۃ سبا: ۳۴/ ۳۵

وہ یہ دیتے ہیں کہ ہم عزت والے ہیں تبھی مال و دولت کثرت سے ہے اور مومن اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزت نہیں رکھتے ہیں اس لیے ان کے پاس دولت نہیں حالانکہ رزق دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بعض اوقات نافرمان کو عطا کر کے آزماتا ہے اور اسی طرح ایمان والوں کو بھی اور کبھی تو نافرمان اور مومن دونوں پر مال و دولت تنگ کر دیتا ہے۔[1]

مندرجہ بالا مواد کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ فضل الٰہی کی وجہ سے ان میں یہ غلط فہمی پائی جاتی تھی کہ ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر ہم گمراہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اتنی اولاد اور مال و دولت سے نہ نوازتا حالانکہ اگر دیکھا جائے تو رزق اور کشادگی پر فیصلہ نہیں ہوگا، رزق نہ کسی کو سزا دیتا ہے اور نہ ہی جزا دیتا ہے بلکہ فیصلہ تو اللہ کی رضا اور غضب پر ہوگا۔

عقیدہ شفاعت کے متعلق غلط فہمیاں:

عقیدہ شفاعت کے متعلق یہودیوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی تھی کہ ہم جلیل القدر پیغمبروں کی اولاد، بڑے بڑے اولیاء اور نیک لوگوں سے نسبت رکھتے ہیں وہ ہماری سفارش کریں گے۔ اُن کی اس غلط فہمی کی تردید کا ذکر قرآن مجید میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ عَن نَّفۡسٖ شَيۡـٔٗا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَٰعَةٞ وَلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٞ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ﴾ [2]

ترجمہ: اور اس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کا بدلہ نہ ہو سکے گا اور نہ کسی شخص کی (بلا اذن الٰہی) شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ کسی شخص سے فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

یہودی فرقہ بندی اور گروہ بندی میں مبتلا تھے اگر کوئی جرم کرتا تو اس کی جان چھڑانے کے لیے اس کی حمایت کرتے اگر معاملہ قاضی کے پاس چلا جاتا تو وہاں سفارش کرتے لیکن اگر قاضی کے سخت ہونے کی وجہ سے سفارش سے کام نہ چلتا تو یہ قاضی کو بھی معاف نہ کرتے اور زبردستی مجرم کو چھڑا لیتے۔ یہ تمام قباحتیں یہودیوں میں موجود تھیں اس آیت میں انھیں واضح طور پر بتایا گیا کہ یہ چالیں تو اس دنیا میں ہی چلتی ہیں وہاں تو یہ بات نہیں ہے[3]۔

۱- مدارک التنزیل وحقائق التاویل، عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، مکتبۃ العلم، ۳/ ۲۰۴۔

۲- سورۃ البقرہ: ۲/ ۴۸

۳- تفسیر محمود، حضرت مفتی محمود صاحب، جمعیہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء-۲۰۱۱ء، ص: ۲۳۴۔

یہودی جیسے دنیا میں مجرموں کو مختلف حربے استعمال کر کے سزا سے بچادیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ آخرت میں بھی انہیں یہ تدبیریں کام آئیں گی لیکن قرآن پاک میں متعدد مقامات پر یہودیوں اور عیسائیوں کی اس غلط فہمی کی تردید کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَوۡمَئِذٖ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوۡلٗا﴾ (۱).

ترجمہ: اس دن اس کے سوا کسی کی شفاعت نفع نہیں پہنچائے گی جس کے لئے رحمٰن نے اجازت دی ہو اور جس کے قول سے وہ راضی ہو۔

قیامت کے روز یہ نہیں ہو گا کہ جس کا جی چاہے گا اٹھ کر شفاعت کرنے لگے گا بلکہ اس روز وہی شخص شفاعت کرنے کی جرأت کرے گا جسے پہلے بارگاہ رب العزت سے اس کی اجازت مل چکی ہو گی جیسے انبیاء، اولیاء صلحاء وغیرہ اور انہیں کے حق میں شفاعت کی جائے گی جن کا کلمہ شہادت عند اللہ مقبول ہو کفار کے لیے کسی کو بھی سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہو گی (۲)۔

قرآن وسنت کے احکام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قیامت کے دن، انبیاء اور نیک لوگ سفارش کریں گے اس عقیدے سے انکار نہیں لیکن مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سفارش اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہو گی اور صرف انہی لوگوں کے لیے ہو گی جن کے لیے اللہ چاہے گا۔ وہ شخص جس کا سارا طرز عمل اور طرز زندگی غیر اسلامی ہو ایسے شخص کو مرتے وقت کلمہ بھی نصیب نہیں ہوتا ہے اور جن کو کلمہ نہیں نصیب ہوتا انہیں سفارش کام نہیں آئے گی۔

قرآن وسنت کے مطالعہ سے نتیجہ نکلتا ہے کہ پچھلی امتوں کے لوگ انبیاء کے معجزات دکھائے جانے کے بعد بھی اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ غضب الٰہی کا شکار ہو ہی نہیں سکتے اور اگر ایسا ہوا بھی تو ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان میں سے بعض اقوام کو اپنی دولت، طاقت پر بہت زیادہ ناز تھا اور بعض اقوام کو اللہ کے ساتھ ٹھہرائے گئے باطل معبودوں پر بھروسہ تھا اور بعض کو انبیاء کی اولاد ہونے پر یہ غلط فہمی تھی کہ غضب الٰہی سے چھٹکارا مل جائے گا مگر جن کو اللہ تعالیٰ کے غضب کا یقین تھا بھی تو انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے اور چہیتے ہیں اللہ کا عذاب چند دن ہی ملے گا، اسکے بعد اللہ کی ناراضگی سے چھٹکارا مل جائے گا اور انھیں جہنم سے جنت کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات دیکھ کر یہ سوچنے لگے کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں اگر غلط راہ پر ہوتے تو اتنی دولت ان کے بجائے ایمان لانے والے لوگوں کے پاس ہوتی، حالانکہ یہ بات قرآن وسنت سے واضح

۱- سورۃ طہٰ: ۲۰/۱۰۹

۲- بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲۶، ص:۶۷۰۔

ہے کہ جس کے پاس مال ودولت کی کثرت ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اور وہ صحیح راستے پر ہے بلکہ یہ سب نعمتیں عطا کر کے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ سابقہ اقوام پر بھی یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھا لیکن یہ بات نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ قومیں طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار تھیں اور جب اللہ تعالیٰ کا غضب آن پہنچا تو ان کی غلط فہمیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔

فصل دوم

غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمیاں اور معاشرتی اثرات

سابقہ فصل میں غضب الٰہی سے متعلق سابقہ امتوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا جائزہ لیا گیا تھا۔جب امت مسلمہ کے احوال پر غور کرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری کی ساری غلط فہمیاں اور خرابیاں جن کی وجہ سے پہلی اقوام اللہ کی ناراضگی کا شکار ہوئیں، کسی نہ کسی صورت میں امت مسلمہ کے اندر بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ بھی اس بات کی تائید کرتی ہے۔نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد مبارک ہے:

«لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى قَالَ: فَمَنْ»[1]۔

ترجمہ: تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز میں اتباع کروگے، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کروگے۔ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا پھر اور کون ہو سکتا ہے؟۔

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ سابقہ اقوام کی پیروی کرے گی۔ذیل میں امت مسلمہ میں غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی چند عصری غلط فہمیوں کو بطور نمونہ پیش کیا جائے گا اور ان میں سے کچھ غلط فہمیاں ایسی ہیں جو سابقہ امتوں اور امت محمدیہ میں مشترکہ ہیں۔اس کے علاوہ ان غلط فہمیوں کی بدولت مرتب ہونے والے معاشرتی اثرات کا جائزہ بھی لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت و مغفرت کے متعلق غلط فہمی:

آج کل کچھ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے متعلق غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز سے وسیع ہے۔آیت کے اس حصے پر تو غور کیا جاتا ہے کہ ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ لیکن اس آیت کے دوسرے حصے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کن لوگوں کے لئے ہے حالانکہ پوری آیت یوں ہے:

۱- صحیح البخاری، كِتَاب الِاعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ, بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، ۹/۱۰۳، رقم الحدیث: ۷۳۲۰۔

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ﴾[1].

ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے تو عنقریب میں اس (دنیا اور آخرت کی بھلائی) کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو گناہوں سے بچیں گے اور زکوۃ دیں گے اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے لیکن اس آڑ میں لوگوں کا گناہوں میں مبتلا ہو جانا درست نہیں ہے کیونکہ یہ رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات پر عمل پیرا ہوں۔ فرائض و واجبات میں کوتاہی نہ کریں اگر لوگ گناہوں میں مبتلا رہیں اور اللہ تعالی کے احکامات کو بھول جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق نہیں ہوسکتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا ہے:

﴿فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ﴾[2].

ترجمہ: پس اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہیے کہ تمہارا رب بہت وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب جرم کرنے والوں سے ٹالا نہیں جاسکتا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کے لیے ہے لیکن اگر مجرم اپنی بداعمالیوں سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنے غضب کا اظہار فرمائے گا۔ ان دونوں آیات میں رحمت کے ساتھ شرط کا بھی ذکر ہے کہ رحمت ان کے لیے جو ڈرتے رہیں اور اسی طرح دوسری آیت میں رحمت کے وسیع ہونے کے ساتھ مجرموں کی سزا کا بھی ذکر ہے اگر قرآن پاک میں باقی رحمت والی آیات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کہیں رحمت کا ذکر آیا ہے وہاں ساتھ شرائط لازمی ہیں چاہے وہ توبہ کی شرط ہو یا اللہ سے ڈرنے کی ہو کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ تم گناہ کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔

اسی طرح عصر حاضر میں لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی صفت مغفرت کے متعلق غلط فہمی پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کی آڑ میں لوگ دین سے دور ہو کر معاشرتی برائیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں حالانکہ قرآن پاک کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ جبار و قہار بھی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

۱-سورۃ الاعراف: ۷/ ۱۵۶

۲-سورۃ الانعام: ۶/ ۱۴۷

﴿نَبِّئْ عِبَادِيٓ أَنِّيٓ أَنَا ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ، وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ ٱلْعَذَابُ ٱلْأَلِيمُ﴾ [1].

ترجمہ: آپ میرے بندوں کو بتادیں کہ بیشک میں بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہوں، اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے عفوودرگزر ہونے کے تصور کی وضاحت کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور ساتھ یہ بھی بتادیا گیاہے کہ اس کا عذاب بھی دردناک ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی وجہ سے کسی کو ڈھیل دیتاہے گناہوں کے بعد فوراعذاب میں مبتلانہیں کرتاتو اس وجہ سے اس غلط فہمی میں نہیں پڑناچاہیے کہ اللہ کے ہاں نیک اور بدبرابر ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت سے بے فکر ہوناچاہیے بلکہ مغفرت ورحمت کی امید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جبار وقہار ہونے کاخوف بھی ہوناچاہیے [2]۔

اس آیت سے بخوبی اندازہ لگایا سکتاہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو ایمان مطلوب ہے وہ خوف ورجاء کے درمیان کا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید بھی ہونی چاہیے اور اللہ کے غضب کاخوف بھی ہوناچاہیے۔اللہ تعالیٰ کی بخشش پر بھروسہ کرکے عمل سے لاپرواہی برتنا بھی غلط ہے اور بہت زیادہ ڈر کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔قرآن مجید میں بہت سے مقامات میں ان دونوں صفات کا اکٹھے ذکر فرمایا گیاہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ سے خوف اور امید دونوں رکھیں۔اللہ تعالیٰ کی صفت غضب اور غفوررحیم ہونے کے متعلق فرمان نبوی ﷺ ہے:

«فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الْجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ» [3].

ترجمہ: پس اگر کافر کو وہ تمام رحم معلوم ہو جائے جو اللہ کے پاس ہے تو وہ جنت سے ناامید نہ ہو اور اگر مومن کو وہ تمام عذاب معلوم ہو جائیں جو اللہ کے پاس ہیں تو دوزخ سے کبھی بے خوف نہ ہو۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے خوف کا ذکر ایک ساتھ فرمایا گیا ہے تاکہ امت مسلمہ صرف اُمید پر اکتفاکرکے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی نہ کرے بلکہ گناہوں کی صورت

۱-سورۃ الحجر: ۱۵/ ۴۹ - ۵۰

۲- مواہب الرحمٰن، علامہ سید امیر علی ملیح آبادی، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، طبع اول:۱۲۷۴ھ، ۱۳۳۷ھ، طبع دوم:۱۸۵۸ھ، ۱۹۱۹ھ، ۴/۴۶۔

۳- صحیح بخاری، كِتَاب الرِّقَاقِ، بَابُ الرَّجَاءِ مَعَ الْخَوْفِ، ۸/۹۹، رقم الحدیث:۶۴۶۹ ۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ۲۶۵، رقم الحدیث:۲۶۴۴۔

میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کے بعد رحمت کی اُمید بھی رکھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر دین کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ خود کو بُرائیوں سے بھی بچائے رکھے۔

ڈاکٹر امجد حیات[1] کا کہنا تھا کہ امت مسلمہ میں غضب الٰہی کے حوالے سے بُہت ساری غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں مثلا بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے غفور ورحیم ہونے سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمائے گا۔اسی لیے وہ اعمال صالحہ کے بغیر فقط اللہ تعالی کی رحمت سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غضب الٰہی سے بچنے کی تدابیر نہیں اختیار کرتے ہیں۔

عقیدہ شفاعت کے متعلق غلط فہمی:

جس طرح سابقہ اقوام کو شفاعت کے متعلق مغالطہ تھا اسی طرح امت مسلمہ میں بھی یہ تصور پایا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ شفاعت کریں گے اور اسی آڑ میں لوگوں نے دین پر چلنا چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کر کے دنیاوی زندگی میں مگن ہو گئے ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ نبی کریم ﷺ شفاعت کریں گے اس لیے عقیدہ شفاعت سے انکار نہیں ہے لیکن صرف شفاعت پر اکتفا کرنا اور دین کے احکام سے دوری اختیار کر لینا بالکل درست نہیں۔احادیث صحیحہ سے نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا ثابت ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَا فَخْرَ، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ، وَلَا فَخْرَ»[2].

ترجمہ: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہتا، قیامت کے دن زمین سب سے پہلے میرے لیے پھٹے گی، اور میں یہ فخر یہ نہیں کہتا، میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی اور میں فخر یہ نہیں کہتا۔

۱- ڈاکٹر امجد حیات، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ا دسمبر، ۲۰۲۰، ۸:۳۸

ڈاکٹر امجد حیات انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے تفسیر وعلوم قرآن میں پی ایچ ڈی ہیں۔ آپ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد کے شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

۲- سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، بَابُ : ذِكْرِ الشَّفَاعَةِ، ۲/ ۱۴۴۰، رقم الحدیث: ۴۳۰۸۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح ابن ماجہ، ۲/ ۴۳۰، رقم الحدیث: ۳۴۷۷۔

اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کا شفاعت کرنا اور ان کی سفارش کا قبول ہونا ثابت ہے لیکن یہاں یہ نہیں لکھا ہوا کہ میری امت گناہ، نافرمانی اور سرکشی کرتی رہے میں سفارش کر لوں گا۔ سفارش کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ﴾[1].

ترجمہ: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے۔

عرب کے لوگوں میں بھی کسی نہ کسی رنگ میں سفارش کا عقیدہ موجود تھا مشرکین کا سفارش کے متعلق یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ نبی، اولیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات کے مالک ہوتے ہیں لہذا وہ نہ صرف ہماری سفارش کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ پر دباؤ ڈال کر اپنے ماننے والوں کو بچائیں گے اس آیت مبارکہ میں ان کے اس باطل نظریے کی تردید کر دی گئی ہے [2]۔

غضب الٰہی سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کے بارے میں جناب محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا نسب ہمیں اللہ کے غضب سے بچالے گا جیسے آل رسول یا اہل بیت میں سے ہونا ہی اللہ کی ناراضگی اور عذاب سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح کچھ لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ہمیں اللہ کے عذاب اور ناراضگی سے اولیاء اور ان کے ساتھ ہماری روحانی نسبت ہمیں بچالے گی۔ کچھ لوگ صرف محبت رسول کا دعوی کرتے ہیں، جس میں اطاعت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کچھ جاہل اور ان پڑھ لوگ مختلف قسم کی رسومات جیسے ختم، چہلم، اور خود ساختہ محافل منعقد کر کے اپنے زعم میں اللہ کے عذاب اور ناراضگی سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ لیتے ہیں۔

عصر حاضر میں پیر اپنے مریدوں سے سفارش کے وعدے کرتے ہیں اور کچھ لوگوں نے اپنی اخروی نجات کا ذریعہ ہی سفارش کو سمجھا ہوا ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کے بجائے دوسروں پر توکل کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس لیے اس آیت میں اس کی تردید کر دی گئی کہ اللہ کے حکم سے شفاعت ہو گی اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ چاہے گا سفارش ہو گی لہذا یہ لوگوں کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ محض سفارش پر اکتفا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ شفاعت کے عقیدے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننا اور دین پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

۱۔سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۵۵

۲۔تیسر القرآن، ۱/ ۲۰۲

بہترین امت ہونے کے متعلق مغالطہ:

جس طرح یہود و نصاریٰ کو یہ غلط فہمی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے اور لاڈلے ہیں اور ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھو سکے گی اسی طرح امت مسلمہ میں سے ایک بڑے طبقے کو یہ مغالطہ ہے کہ ہم بہترین امت ہیں اسلیے ہمیں بھی عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔ اس امت کا بہترین ہونا قرآن و احادیث سے ثابت ہے لیکن قرآن پاک میں اس امت کے بہترین ہونے کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کتاب ھدایت میں یوں بیان ہوا ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ ءَامَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم ۚ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (۱).

ترجمہ: جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان سب میں بہترین امت ہو تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر فاسق ہیں۔

امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے لے چن لیا ہے اور ایسا کسی خاص رشتے یا محبوبیت کی وجہ سے نہیں کیا گیا بلکہ اُمت مسلمہ اس اہلیت کی حقدار تب ہو گی جب اُس میں یہ تین صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اُمت مسلمہ کو بہترین امت ہونے کی خوشخبری سنانے کے ساتھ بنی اسرائیل کا ذکر فرما کر تنبیہ بھی کی گئی ہے کہ ان کا عمل اختیار نہیں کرنا کیونکہ یہ شرف اُن کو بھی حاصل تھا لیکن انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کی اور ہمیشہ کے لیے غضب الٰہی کے مستحق ٹھہرے (۲)۔

مندرجہ بالا نص اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس امت کو بہترین امت کہنے کی وجہ کیا ہے اور لوگ کس مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں۔ آیت کہ پہلے حصے پر تو غور کیا جاتا ہے لیکن کس وجہ سے یہ شرف ملا اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جب امت محمدیہ یہ تین کام چھوڑ دے گی تو اس اہلیت سے محروم کر دی جائے گی جیسا کہ اس آیت میں یہودیوں کا ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ انھیں بھی یہ شرف حاصل تھا لیکن احکام الٰہی سے منہ موڑنے کے سبب وہ اللہ کے غضب کے حقدار بن گئے۔ نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«إنكم تتمون سبعين امة انتم خيرها واكرمها على الله» (۳).

ترجمہ: تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرتے ہو اور ان سب میں اللہ کے نزدیک تم بہتر ہو۔

۱- سورۃ الاعمران: ۳/ ۱۱۰

۲- تفسیر انوار القرآن، ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، سرو سز بک کلب، ۱۹۹۸ء، ۱/ ۱۰۹- ۱۱۰ ۔

۳- سنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن عن رسول الله ﷺ، باب وَمِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ۵/ ۲۲۶، رقم الحدیث: ۳۰۰۱۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی امت کا بہترین ہونا ثابت ہے لیکن بعض دوسری احادیث میں بہترین امت ہونے کی وجوہات سے روگردانی پر عذاب کی وعید بھی سنائی گئی ہے جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالمعْرُوفِ ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنْ المنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَاباً مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلا يُسْتَجَابُ لَكُمْ »[1].

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف) بھلائی (کا حکم دو اور منکر) برائی (سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے۔

مندرجہ بالا مواد سے اس غلط فہمی کی تردید ہو گئی ہے جس کا شکار مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ہے کہ بہترین امت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب سے چھٹکارا ملے گا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں گے غضب الٰہی کے شکار نہیں ہوں گے اور یہ فریضہ ترک کرنے پر ایسا عذاب نازل ہو گا کہ ان کی دعائیں بھی نہیں سنی جائیں گی اس لیے یہ غلط فہمی پال لینا کہ بہترین اُمت ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ غضبناک نہیں ہو گا بالکل بے بنیاد ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعاً امت مسلمہ پر بھی اور ہر ایک پر اپنی اپنی حیثیت اور قوت کے مطابق یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا کریں تبھی وہ بہترین امت ہونے کا شرف حاصل کر سکیں گے ورنہ اُمت مسلمہ بھی بنی اسرائیل کی طرح بہترین اُمت ہونے کے بجائے اللہ کے غضب کی مستحق بن جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق غلط فہمی:

جس طرح سابقہ اقوام کو ان پر بھیجے گئے انبیاء کے انسان اور نبی ہونے کے متعلق مغالطہ تھا اسی طرح عرب کے لوگوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ نبی کیسے ہو سکتے ہیں یہ تو ہماری طرح کھاتے، پیتے اور سوتے ہیں اور مقام و مرتبے میں بھی ہم سے بڑھ کر نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

۱- مسند ابی یعلی، احمد بن علی بن المثنی ابویعلی الموصلی التمیمی، دار المامون للتراث - دمشق، طبع اول: ۱۴۰۴ - ۱۹۸۴، ۸/ ۴۴۸، رقم الحدیث: ۵۰۳۵۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ۱۳۰۳، رقم الحدیث: ۱۳۰۲۶۔

﴿قَالُواْ مَآ أَنتُمۡ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُنَا وَمَآ أَنزَلَ ٱلرَّحۡمَٰنُ مِن شَيۡءٍ إِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا تَكۡذِبُونَ﴾ [1].

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا تم تو صرف ہماری مثل بشر ہو اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا تم محض جھوٹ بولتے ہو۔

مولانا سحاق احمد [2] اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

سابقہ اقوام کی طرح بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں آج تک بشریت انبیاء سے متعلق غلط فہمی موجود ہے۔ بہت سے کلمہ گو بھی اس کا شکار ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کل کے منکروں نے کہا کہ یہ ہماری طرح انسان ہیں اور ہم ان کو نبی ور سول نہیں مان سکتے جبکہ آج کے ٹیڑھی سوچ کے انسان اور اور کلمہ گو مشرک کہتے ہیں کہ ہم ان کو نبی تو مانتے ہیں لیکن انسان نہیں مان نہیں سکتے لیکن اگر دیکھا جائے تو دونوں کو غلط فہمی ایک ہی ہے کہ بشریت اور نبوت کی دونوں صفات جمع نہیں ہو سکتی حالانکہ اس بات کا اقرار و اظہار مومن کلمہ میں "عبدہ ورسولہ" کے کلمات کریمہ سے کرتا ہے جو ایمان و یقین کی اساس ہے [3]۔

مندرجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی اصل کے اعتبار سے انسان ہیں اور اپنی صفت کے اعتبار سے نبی ہیں اور نبوت کا شرف انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے اللہ تعالیٰ جس کو اس شرف کے اہل سمجھتا ہے اسے اس سے نوازتا ہے اس آیت سے لوگوں کی اس غلط فہمی کی تردید ہو گئی کہ انسان نبی نہیں ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی ایسی آیات موجود ہیں جن سے لوگوں کی اس غلط فہمی کی تردید ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ انسان نہیں ہیں بلکہ کتاب ہدایت میں نبی کریم ﷺ کو عبد یعنی اللہ کا بندہ کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [4].

ترجمہ: اور اگر تم کو اس کتاب (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہے جس کو ہم نے اپنے (محبوب) بندے پر نازل کیا ہے تو اس کی مانند کوئی اور سورت (بنا کر) لے آؤ 'اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو 'اگر تم سچے ہو۔

۱- سورۃ یسین: ۳۶/ ۱۵

۲- مولانا اسحاق احمد مدنی مفسر قرآن اور خادم العلماء اور اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر کے کارکن بھی تھے انھوں نے قرآن پاک کی تین تفاسیر لکھیں جو کہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۳- تفسیر مدنی، مولانا اسحاق احمد، ادارہ تالیفات اشرفی، س ن، ۳/ ۴۲۵۔

۴- سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۳

مذکورہ بالا آیت سے مشرکین مکہ کی اس غلط فہمی کی تردید ہو جاتی ہے کہ نبی انسان نہیں ہو سکتے اگر نبی انسان نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ کو عبد یعنی اللہ کا بندہ نہ کہا جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے خود احادیث مبارکہ میں بشر ہونے کا اقرار کیا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ» [1].

ترجمہ: " میں انسان ہی تو ہوں، میں بھی بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے، ہو۔

قرآن و سنت کے احکام میں کفار مکہ کے اس جاہلانہ خیال کی تردید کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ کوئی نئ جہالت نہیں ہے جو آج پہلی مرتبہ ان لوگوں سے ظاہر ہو رہی ہو، بلکہ قدیم ترین زمانے سے تمام جہلاء اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہو سکتا اور جو رسول ہے وہ بشر نہیں ہو سکتا حالانکہ نبی کریم ﷺ انسان بھی تھے اور صفت کے اعتبار سے نبی ہیں۔

فضل الٰہی کے متعلق غلط فہمی:

جس طرح سابقہ اقوام میں فضل الٰہی کی وجہ سے غلط فہمی پائی جاتی تھی اسی طرح آج کل لوگوں میں بھی یہ مغالطہ پایا جاتا ہے کہ ہمارے پاس مال کی کثرت ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بہت خوش ہے اگرچہ وہ مال و دولت حرام طریقے سے کمائی گیا ہو کسی کا حق چھین کر کمائی گئی ہو لیکن اسے اللہ کی راضگی کا نام دیا جاتا ہے۔

ایک بڑی عمارت بنا کر اس کے باہر یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ ھذا من فضل ربی۔ چوری، دھوکے سے کمائی گئی دولت کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے منسوب کر دیا جاتا ہے اور دوسروں کے سامنے بڑے فخریہ انداز سے اس بات کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ یہ سب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف طاری نہیں ہو رہا ہوتا اور نہ ہی یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ نے رسی ڈھیلی کی ہوئی ہے اور وہ مال جس کے حصول پر خوش ہو رہے ہیں وہ کمانے کا ذریعہ کیا ہے؟ صرف مال و دولت کا ہونا فضل نہیں ہے بلکہ اس مال کا حلال ہونا ضروری ہے۔ اس لیے مال و دولت کی کثرت آزمائش بھی ہو سکتی نہ کہ صرف اللہ کا فضل۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کو اپنے فضل سے نوازا یہ اللہ کا ہی ہم پر فضل ہے کہ گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہلت اور ڈھیل دے رکھی ہے تا کہ ہم ہدایت حاصل کریں اور اپنے گناہوں کا محاسبہ کریں۔

۱۔ سنن ابی داؤد، باب إِذَا صَلَّى خَمْسًا، ۱/۳۹۱، رقم الحدیث: ۱۰۲۴۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح ابن ماجہ، ۱/۱۹۸، رقم الحدیث: ۹۸۹۔

جب انسان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے تو وہ بُرائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ہر وقت مال کی بڑھوتری کا سوچتا رہتا ہے اسی وجہ سے مال و دولت کو انسان کے لیے آزمائش اور فتنہ قرار دیا گیا ہے قرآن مجید نے اس صورت حال کا یوں نقشہ کھینچا ہے :

﴿إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٞۚ وَٱللَّهُ عِندَهُۥٓ أَجۡرٌ عَظِيمٞ﴾ (۱).

ترجمہ: بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں۔

مال و اولاد کی محبت انسان کے لیے بڑا فتنہ اور آزمائش ہیں اسی کی وجہ سے انسان اکثر گناہوں میں خصوصاً حرام کمائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ انسان کے ذہن میں مال و دولت بڑھانے کی خواہش زیادہ ہوتی جاتی ہے اور مال بڑھانے کا طریقہ حرام ہے یا حلال اس کی پرواہ نہیں ہوتی ہے (۲)۔ اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی مال کو آزمائش کہا گیا ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وفِتْنَةُ أُمَّتِي المَالُ» (۳).

ترجمہ: ہر امت کے لیے ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔

مندرجہ بالا آیت اور حدیث سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اگر کسی کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے تو اس سے یہ غلط فہمی نہیں پالنی چاہیے کہ مجھ سے تو اللہ خوش ہے، مجھ پہ تو اللہ کا غضب نازل ہو ہی نہیں سکتا ہے ،بلکہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت بھی ہو سکتا ہے۔

مال و دولت دے کر کبھی تو قارون کی طرح آزمایا جاتا ہے، کبھی مال و دولت کے ساتھ عہدہ دے کر فرعون کی طرح فتنوں میں مبتلا کیا جاتا ہے، کبھی مال و دولت کے ساتھ طاقت اور جسمانی قوت دے کر قوم عاد و ثمود کی طرح ذہنی سکون چھین لیا جاتا ہے، کبھی انسان کو مال و دولت اور عیش و عشرت دے کر گناہوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اور کبھی تو مال و دولت کے ہوتے ہوئے بھی مہنگائی اور بے برکتی میں گرفتار کر دیا جاتا ہے۔

محمد کامران یسین (۴) صاحب اُمت مسلمہ میں پائی جانے والی مختلف قسم کی غلط فہمیوں کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعض مسلمان سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے نہ ناراض ہے اور نہ ہی ناراض ہو سکتا ہے کیونکہ

۱- سورہ التغابن: ۶۴/ ۱۵

۲- تفسیر فوائد القرآن، عبد القیوم مہاجر مدنی، ادارہ تالیفات اشرفیہ: چوک فوارہ ملتان پاکستان، ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۲۵۔

۳- سنن ترمذی، کتاب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ أَنَّ فِتْنَةَ هَذِهِ الأُمَّةِ فِي المَالِ، ۴/ ۵۶۹، رقم الحدیث: ۲۳۳۶۔

۴- محمد کامران یسین صاحب، لیکچرار، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، ۲ دسمبر، ۲۰۲۰، ۶:۳۳۔

وہ نعمتوں کی کثرت جیسے صحت، مال، اولاد، ملازمت وغیرہ کو اس بات کی علامت سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہیں ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا تو انہیں یہ نعمتیں کیوں دیتا؟

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال و دولت کی کثرت سے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ وہ اللہ کا دیا ہوا مال کہاں خرچ کریں گے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ نہیں؟ اور اس بات کا انسان کو خود محاسبہ کرنا چاہیے کہ اس کے پاس جو دولت ہے وہ حلال طریقے سے کمائی گئی ہے کہ حرام طریقے سے۔ پھر حرام طریقے سے کمائی گئی دولت کیسے اللہ تعالیٰ کا فضل ہو سکتی ہے؟ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

عذاب الٰہی میں تاخیر کے متعلق مغالطہ:

جس طرح سابقہ اقوام کو یہ غلط فہمی تھی کہ اللہ کے عذاب میں تاخیر کی یہی وجہ ہے کہ تم اپنے دعوی نبوت پر سچے نہیں ہو اسی طرح کفار مکہ بھی اس شک میں مبتلا تھے۔ اس لیے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عذاب کا مطالبہ کیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿تُسۡقِطَ ٱلسَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا﴾ [1] .

ترجمہ: یا گرادیں آسماں جس طرح آپ ہم سے کہتے ہیں ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں۔

مشرکین مکہ جب عاجز آگئے جب ان کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہی تو نبی کریم ﷺ سے مختلف قسم کے مطالبات کرنے لگے ان میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ آپ کہتے ہیں قیامت آئے گی تو آسمان پھٹ جائے گا اس سے ہمیں ڈراتے دھمکاتے رہتے ہیں۔ اگر اپنی بات پر سچ ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر کا ٹکڑا گرادیں [2]۔

ایک دوسری جگہ مشرکین مکہ کا عذاب کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذۡ قَالُواْ ٱللَّهُمَّ إِن كَانَ هَٰذَا هُوَ ٱلۡحَقَّ مِنۡ عِندِكَ فَأَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ أَوِ ٱئۡتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ [3]

ترجمہ: اور (یاد کیجیے) جب انہوں نے کہا اے اللہ اگر یہ (قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر (کوئی دوسرا) دردناک عذاب لے آ۔

۱- سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۹۲

۲- کنز الایمان، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن، ص: ۵۲۴۔

۳- سورۃ الانفال: 8/ ۳۲

عبدالحمید سواتی [۱] رقم طراز ہیں کہ:

"مشرکین مکہ اپنے عقیدے پر اتنے پکے تھے کہ خود ہی اپنے لیے عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون ایسا نہیں ہے کہ محض کسی کا مطالبہ سن کر اپنے غضب کا اظہار فرمادے بلکہ دو وجوہات کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا ایک یہ کہ نبی کریم موجود تھے اور دوسرا استغفار کرنے والے لوگ موجود تھے پہلی قوموں نے بھی عذاب کا مطالبہ کیا اور سب کو مکمل طور پر مٹا دیا گیا چونکہ نبی کریم نے دعا کی تھی کہ امت محمدیہ کو مکمل ہلاکت والا عذاب نہ دیا جائے اسلیے انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا گیا" [۲]۔

قرآن پاک میں ان کی اس غلط فہمی کی واضح انداز میں تردید کی گئی ہے کہ عذاب میں تاخیر کی وجہ وہ نہیں جو تم سمجھ رہے بلکہ اصل وجہ کچھ اور ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴾ [۳].

ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ انہیں عذاب دے جب کہ آپ ان میں موجود ہوں، اور نہ اللہ (اس وقت) انہیں عذاب دینے والا ہے جب کہ یہ استغفار کر رہے ہوں۔

یہ آیت ابو جہل کے قول کے جواب میں نازل ہوئی کہ تم پر فوری طور پر عذاب نازل نہ ہونے کی ایک وجہ تو یہ کہ نبی کریم ﷺ ابھی تم میں موجود ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور مومنین کی ایک جماعت کثرت سے اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب تک کسی قوم میں استغفار کرنے والے لوگ موجود ہیں تو وہ ان پر عذاب نازل نہیں کرتا [۴]۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضبناک نہ ہونے کی وجہ نبی کریم ﷺ کے امتی ہونا اور نیک لوگوں کا توبہ استغفار کرنا ہے اور سابقہ امتوں کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کیا گیا جب تک ان کے نبیوں اور ان کے ماننے والوں کو عذاب والی جگہ سے نکال نہیں دیا گیا ہو اور نبی کریم ﷺ کی دعا کی وجہ سے امت محمدیہ مکمل

۱- مولانا عبدالحمید سواتی ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم پاکستان کے مختلف مدارس سے حاصل کی ۱۹۵۲ء میں چھوٹی سی مسجد اور دو تین کمرے بنا کر دینی مرکز کا آغاز کیا یہ مرکز اب نصرۃ العلوم کے نام سے مشہور ہے نصف صدی تک آپ کا یہ معلوم تھا کہ نماز فجر کے بعد ہفتہ میں چار دن قرآن کریم اور دو دن حدیث نبوی کا کرتے تھے۔

۲- معالم العرفان، فی دروس القرآن، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ، ۱۴۲۹ھ، ۲۰۰۸ء، ۱۰۶/۹۔

۳-سورۃ الانفال: ۸/ ۳۳

۴- تیسر القرآن، ۱/۱۵۱

ہلاکت والے عذاب سے محفوظ ہے ورنہ نبی کریم ﷺ اور ایمان لانے والوں کو خدا محفوظ فرما کر باقیوں کو سابقہ اقوام کی طرح مکمل ہلاکت والے عذاب میں مبتلا کر سکتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی امت کے لئے عمومی عذاب کے سدباب کیلئے دعا کے متعلق مغالطہ:

امت مسلمہ میں ایک مغالطہ یہ پایا جاتا ہے کہ ہم اُمت محمد یہ میں سے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اس امت کے لئے دعا فرمائی ہے۔اس لیے ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہو سکتا ہے اسی آڑ میں لوگوں نے نیک اعمال کرنے چھوڑ دیئے ہیں اور بُرائیوں کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔حالانکہ نبی کریم ﷺ نے جو دعا کی اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ امت محمد یہ غضب الٰہی کا شکار ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إن الله زوى لي الارض، فرايت مشارقها ومغاربها، وإن امتي سيبلغ ملكها ما زوي لي منها، واعطيت الكنزين الاحمر والاصفر، وإني سالت ربي لامتي ان لا يهلكها بسنة عامة، وان لا يسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم، وإن ربي قال: يا مُحَمَّد، " إني إذا قضيت قضاء فإنه لا يرد، وإني اعطيتك لامتك ان لا اهلكهم بسنة عامة، وان لا اسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم، فيستبيح بيضتهم، ولو اجتمع عليهم من باقطارها، او قال: من بين اقطارها حتى يكون بعضهم يهلك بعضا، ويسبي بعضهم بعضا» (۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق و مغرب کو دیکھا یقیناً میری امت کی حکمرانی وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی، اور مجھے سرخ و سفید دو خزانے دے گئے، میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لیے دعا کی کہ ان کو کسی عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور نہ ان پر غیروں میں سے کوئی ایسا دشمن مسلط کر جو انہیں جڑ سے مٹادے، میرے رب نے مجھ سے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو اسے بدلتا نہیں، تیری امت کے حق میں تیری یہ دعا میں نے قبول کی کہ میں اسے عام قحط سے ہلاک وبرباد نہیں کروں گا، اور نہ ہی ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط کروں گا جو ان میں سے نہ ہو اور جو انہیں جڑ سے مٹادے، گو ان کے خلاف تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہو جائیں، البتہ ایسا ہو گا کہ انہیں میں سے بعض لوگ بعض کو ہلاک کریں گے، اور بعض کو قیدی بنائیں گے۔

۱- سنن ترمذي، كتاب الفتن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي سُؤَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فِي أُمَّتِهِ، ۴ /۴۷۲، رقم الحديث: ۲۱۷۶۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ اس امت پر مکمل ہلاکت والا عذاب نازل نہیں ہو یہ دعا نہیں کی تھی کہ یہ امت گناہ کرتی رہے اور اسے عذاب میں مبتلا نہ کیا جائے۔

غزوہ احد میں جب مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کا کہا نہیں مانا تو انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اپنے دوست واحباب کی شہادت کا غم سہنا پڑا تھا۔ صحابہ کرام جو ہر وقت نبی کریم ﷺ پر جان دینے کو تیار تھے، نبی کریم ﷺ کی حکم عدولی پر اگر وہ شکست سے دوچار ہو سکتے ہیں تو آج کل کے مسلمان جو ہر قدم پر اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں کیسے ممکن ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو گا۔

جہاں تک نبی کریم ﷺ کی دعا کا تعلق ہے تو وہ پوری امت پر اجتماعی عذاب کا ذکر ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح امت محمدیہ پر اجتماعی طور پر عذاب نازل نہیں ہو گا۔ شکلیں، چہرے، صورتیں مسخ نہیں ہونگے، اجتماعی طور پر امت کو خنزیر اور بندر کی صورت میں مسخ نہیں کیا جائے گا، قوم عاد و ثمود اور دیگر اقوام کی طرح نیست و نابود نہیں کیا جائے گا۔ آج اگر زلزلہ آتا ہے تو کسی ایک ملک کے کسی حصے میں آتا ہے، اسی طرح سیلاب، دہشت گردی اور عذاب کی دوسری صورتیں ہیں۔ اجتماعی طور پر آج تک نہ تو امت محمدیہ پر زلزلہ آیا ہے، نہ سیلاب اور نہ ہی کوئی دوسرا عذاب۔ جزوی طور پر ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم کو سزا دیتا ہے، ہمیں سنبھلنے اور تائب ہونے کا موقع دیتا ہے، ہمیں تنبیہ کی جاتی ہے کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب ہم غلطی کریں تو اللہ تعالیٰ ہم پر عذاب نازل نہ کرے یا غلطی کی سزا نہ دے۔ جزوی طور پر یہ سزائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی رہیں گی لیکن کلی طور پر امت محمدیہ کو تباہ و برباد نہیں کیا جائیگا۔

ڈاکٹر نبیل فولی[۱] امت مسلمہ میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ عام طور پر صرف رزق کی تنگی کو ہی اللہ کی ناراضگی پر محمول کیا جاتا ہے جو کہ صریح مغالطہ ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے اندر یہ غلط فہمی بھی سرایت کر گئی ہے کہ ان کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا اللہ کی ناراضگی سے بچاؤ کے لیے کافی ہے، چاہے وہ نیک اعمال کریں یا نہ کریں۔

مذکورہ بالا مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ اقوام کی طرح امت محمدیہ میں بھی غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور اسی آڑ میں یہ امت بھی گناہوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔ بدقسمتی سے امت مسلمہ کو اپنی مال و دولت پر بڑا ناز ہے اور اس کو اللہ کی طرف سے فضل

۱- ڈاکٹر نبیل فولی کا شمار دنیائے اسلام کے نامور اسکالرز میں ہوتا ہے۔ آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ عقیدہ وفلسفہ میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں اور آجکل سلطان محمد علی فاتح یونیورسٹی، استنبول، ترکی میں شعبہ علوم اسلامیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

کہتے ہیں، چاہے حرام طریقے سے یا رشوت لے کر مال کمایا ہو یا کسی حقدار کا حق لیا ہو۔ اسی طرح اُخروی عذاب کے متعلق بھی مغالطہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دعا ہے کہ ہم پر عذاب نازل نہیں ہو گا کیونکہ ہم آخری اور بہترین امت ہیں۔ نبی کریم ﷺ قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے حالانکہ نبی کریم ﷺ کی دعا اجتماعی عذاب کے متعلق تھی کہ امت مسلمہ پر مکمل ہلاکت والا عذاب نازل نہیں ہو گا اور نبی کریم ﷺ انھی لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی اجازت ملے گی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے بشر ہونے کے متعلق بھی ایک طبقہ غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ نور ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ صفت کے اعتبار سے نبی ہیں اور نبوت کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

غلط فہمیوں کے معاشرتی اثرات:

جب انسان کے اندر غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیاں پروان چڑھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہیں ہو سکتا تو اس نظریے کے اثرات معاشرے پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ یعنی قوم غفلت اور بد عملی کا شکار ہو جاتی ہے اور دنیا کو ہی حق سمجھنے لگ جاتی ہے۔ اس بات پر یقین رکھنے کے باوجود کہ ایک دن قائم ہو گا جس میں سب انسانوں کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور ان کے مطابق بدلہ ملے گا، ان کے دلوں میں آخرت کے متعلق تصور راسخ نہیں ہو پاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے اسباب، طاقت، وقت، دنیاوی کاموں، دنیاداری اور مادی خوشیوں کے حصول میں صرف کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پورا معاشرہ مادہ پرستی کی دوڑ میں شامل ہو جاتا ہے ہر کوئی دولت اور سہولیات کے حصول میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ ذیل میں غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی اسی نوع کی غلط فہمیوں کے معاشرے پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

دین میں پید ہونے والے خرابیاں:

ذیل میں چند ایک دین میں پیدا ہونے والی خرابیاں بیان کی جاتی ہیں۔

دین سے بیزاری کی فضا کا عام ہونا:

غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کی وجہ سے لوگ دین سے دور ہو گئے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے جب تک مسلمان رسول اکرم ﷺ کی مکمل اتباع کر رہے تھے اور اپنی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزار رہے تھے، پوری دنیا کے حکمران تھے اور اب دین سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے مسلمان زوال کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔

آج مسلمان نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ مسلمان اپنے مذہب تک کو بھول گئے ہیں اور مغرب کے طور طریقوں کو اپنا لیا ہے، کھانے، پینے اور تہذیب وغیرہ میں مغرب کی پیروی کر رہے ہیں۔ دین سے دوری کی وجہ سے نظام سیاست، نظام تجارت اور طرز حکومت تک مغرب کی طرح ہے۔ دین سے بیزاری کی وجہ سے مسلمان ہر جگہ ظلم وستم کا شکار ہیں، ہالینڈ میں حضور ﷺ کے خاکے شائع کرنے کے مقابلوں کا انعقاد کرانے کی کوشش، کشمیر میں آئے روز ظلم و ستم، فلسطینی مسلمانوں کا اسرائیلیوں کی زندگی تنگ کرنا، جذبہ جہاد کے سرد پڑ جانے اور اسلامی احکامات سے منہ موڑ لینے کی وجہ سے ہے۔

مذہب اسلام سے دوری کے باعث ہی معاشرے میں رشوت، جھوٹ، حق تلفی، زنا، حرام خوری اور ظلم عام ہوتا ہے۔ جب معاشرے میں نیکیاں اجنبی اور بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں تو حادثات جنم لیتے ہیں اور اتفاق و اتحاد ختم ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کا غضب قدرتی آفات یعنی سیلاب، زلزلے، قحط سالی، اور بارشوں کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔

خدا خوفی کا ختم ہو جانا:

انسان کو تخلیق کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے اور اسے مسلسل آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا پھر ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ انسان کو اپنے سب اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ جو لوگ خوف خدا رکھیں گے، وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کا خیال رکھیں گے لیکن جو لوگ غضب الٰہی سے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ بے پرواہ ہو کر خدا کا خوف کیے بغیر زندگی گزارتے چلے جاتے ہیں۔ ایک ایسا شخص جو لاپرواہی اور بُرے اعمال کے باوجود جہنم جیسے خوفناک عذاب کے ملنے کا خوف نہیں رکھتا وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو نظر انداز کرنے میں ذرا برابر نہیں چونکتا۔ خدا سے خوف رکھنا یہ صرف پیغمبروں اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ایک احساس ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہونا چاہیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم واضح ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص غور کرتا رہے کہ اس نے کل (قیامت کے لئے) کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے تمام کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

۱- سورۃ الحشر: ۱۸/۵۹

مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت کی زندگی میں خود کو محفوظ رکھنے کا واحد ذریعہ خدا سے خوف رکھنا اور پرہیز گاری اختیار کرنا ہے اور جو لوگ خدا کا خوف نہیں رکھتے وہ بُرائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس سے معاشرے میں گناہ عام ہو جاتے ہیں۔

گناہوں کا عام جانا:

انسان کا نفس ہمیشہ اسے گناہوں کی طرف راغب کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر انسان کو اللہ کا ڈر وخوف ہو تو وہ خود کو بچائے گا اسے یہ بات سمجھ آجائے گی کہ وہ گناہ کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کو دعوت دے رہا ہے لیکن جب اس کے اندر غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیاں پائی جائیں گی تو وہ خود کو بُرائیوں سے نہیں روک پائے گا اور پھر وہ گناہوں کی دلدل میں پھنستا چلا جائے گا۔اسے بڑے سے بڑا گناہ بھی معمولی لگنے لگے گا۔

اگر معاشرے پر نظر ڈالی جائے اور کبیرہ گناہوں کی فہرست دیکھی جائے تو اکثریت ان گناہوں میں ملوث ہے اور اسکی بہت بڑی وجہ غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیوں کا پایا جانا اور یہ کہ ابھی ساری زندگی پڑی ہے، توبہ کر لیں گے۔اسی سوچ کے پیش نظر بہت سے گناہ معاشرے میں عام ہو جاتے ہیں ذیل میں غضب الٰہی کا خوف نہ ہونے اور غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کی وجہ سے عام ہونے والی معاشرتی، معاشی اور اخلاقی بُرائیوں کا مختصر اجائزہ لیا جاتا ہے۔

معاشرتی بُرائیاں:

خدا کا خوف ختم ہو جانے کی وجہ سے انسان بے پرواہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کا خیال رکھے بغیر دنیاوی زندگی میں مگن ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے درج ذیل معاشرتی بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔

قتل وغارت:

اللہ تعالیٰ سے ڈر وخوف کے ختم ہو جانے کی وجہ سے معاشرے میں قتل وغارت عام ہو جاتا ہے۔بھائی بھائی کی جان کا دشمن بن جاتا ہے۔اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اپنے سگے بھائیوں کی جان لے لی جاتی ہے۔معصوم بچوں کو قتل کر دیا جاتا ہے حالانکہ احادیث مبارکہ میں ایسے لوگ مسلمان ہی نہیں جن کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرا مسلمان محفوظ نہ رہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ»(۱).

ترجمہ: مسلمان کامل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مومن کامل وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ سمجھیں"۔

اس سب کے باوجود آج مسلمان، مسلمانوں کے ہاتھوں ہی محفوظ نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات بھول کر دنیا کی نمود و نمائش میں کھو گئے ہیں اور دنیاوی مقاصد کے حصول میں ان کی راہ میں کوئی بھی آئے وہ اس کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگ غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں انہیں اس بات کے فکر ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہر عمل کے لیے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

زنا کا عام ہونا:

عصر حاضر میں معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی عام ہے۔ غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کی وجہ سے زنا عام ہو جاتا ہے۔ اسی گناہ کی وجہ سے قوم لوط کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور آنے والی اقوام کے لئے عبرت کا نشانہ بنا دیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (۲)

ترجمہ: اور بدکاری کے قریب بھی مت جاؤ بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ زنا کے قریب جانے سے منع کیا ہے ایسے تمام راستے جو گناہ کی طرف لے جاتے ہیں ان کی طرف جانے سے منع کر دیا گیا ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کی شہوت کا سبب بن سکتی ہے وہ زنا کا راستہ ہے۔ مثلاً عورتوں کا بے حجاب بازاروں میں گھومنا، عورتوں اور مردوں کا اکیلے ملنا، عریاں تصویریں، فلمیں، ریڈیو اور ٹی وی پر فحش افسانے اور ڈرامے یہ سب زنا کی طرف لے جانے والے راستے ہیں (۳)۔

اگر موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو معاشرے میں زنا عام ہے۔ مردوں عورتوں کا ساتھ رہنا برا نہیں سمجھا جاتا۔ ٹی وی میں بے ہودہ فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ زنا کے تمام راستے کھلے ہیں اور یہاں تک کہ آج کل کم عمر بچوں

۱- سنن ترمذی، كتاب الإيمان عن رسول الله ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْمُسْلِمَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، ۱۶/۵، حدیث نمبر: ۲۶۲۷۔

۲-سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۳۲

۳-تیسر القرآن، ۲/ ۵۸۰

کو زیادتی کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار لیا جاتا ہے۔ ان گناہوں کی بنیادی وجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے متعلق مغالطوں کا پایا جانا ہے۔

معاشی بُرائیوں کا عام ہو جانا:

غضب الٰہی کا ڈر ختم ہونے کی وجہ سے معاشی بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں۔ انسان شریعت کے اصول و قواعد توڑ کر مادی خوشیوں کے حصول میں لگ جاتا ہے۔ اور اس طرح معاشرہ روحانی خوشیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ غضب الٰہی کی فکر نہ ہونے کی وجہ سے سود، رشوت اور چوری ڈکیتی جیسی معاشی بُرائیاں جنم لیتی ہیں۔

سود:

معاشرے میں سود عام ہو جاتا ہے۔ لوگوں سود کھاتے ہیں۔ لین دین کے سارے معاملات میں سودی نظام رائج ہو جاتا ہے جبکہ قرآن پاک میں سود کو حرام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَخْذِهِمُ ٱلرِّبَوٰاْ وَقَدْ نُهُواْ عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾[1].

ترجمہ: اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے، اور ان میں سے کافروں کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اس آیت میں سود کھانے والوں کے لئے دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے لیکن اسکے باوجود آج معاشرے میں سود لینا دینا عام ہے کیونکہ لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اسلئے انھوں نے دولت کمانے میں اسلام کے اصول ترک کر دیے ہیں۔ اس سود کی وجہ سے کئی خاندان اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور ملک معاشی لحاظ سے خسارے میں چلا گیا ہے۔

رشوت:

جب انسان آخرت کی فکر چھوڑ کر دنیا کے حصول میں لگ جاتا ہے تو رشوت لینا دینا اس کے لیے معمولی سی بات ہوتی ہے۔ اسی رشوت کی وجہ سے لوگ بڑے بڑے عہدے حاصل کر لیتے ہیں اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ان ناجائز عہدوں کا غلط استعمال کر کے لوگوں پر بے جا ظلم کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں ۔ جبکہ احادیث مبارکہ میں ایسا کرنے والوں کے متعلق سخت وعید ہے:

« لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي »[2]

۱- سورۃ النساء: ۴/ ۱۶۱

۲- سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب: التَّغْلِيظِ فِي الْحَيْفِ وَالرِّشْوَةِ، ۲/ ۷۷۵، رقم الحدیث: ۲۳۱۳۔

ترجمہ: رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اس حدیث میں رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ رشوت لینے والا تو غلط کرے گا ہی لیکن رشوت دینے والا اسے ظلم اور ناحق پر مائل کرے گا۔

ناپ تول میں کمی:

اگر سابقہ اقوام کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو کتنی ہی قومیں کسی نہ کسی ایک بُرائی کی وجہ سے تباہ وبرباد کر دی گئی۔ جیسے قوم شعیب کو اس لئے ہلاک کیا گیا کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتی تھی۔ ناپ تول میں کمی کرنا کوئی معمولی بات نہیں اس وجہ سے ہم کسی کے ساتھ دھوکہ کر رہے ہوتے ہیں اسے اس کے حق سے محروم کر رہے ہوتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے غضب کا ڈر ختم ہو جائے تو یہ سب معمولی لگتا ہے اور آج معاشرے میں یہ صورتحال بنی ہوئی ہے۔ ایک چھوٹی ریڑھی والے سے لے بڑی دکانوں والے سب ناپ تول میں کمی کر کہ گاہک کو بے وقوف بنانے کے ساتھ ساتھ دھوکہ کر رہے ہوتے ہیں۔

اخلاقی بُرائیوں کا عام ہونا:

جب قوم اپنا مقصد دنیا کی عارضی خوشیاں اور رنگینیاں حاصل کرنا بنا لیتی ہے تو وہ جائز ناجائز میں بھی فرق نہیں کرتی ہے اور معاشرے میں اچھے اخلاق کے فروغ کے بجائے جھوٹ، غیبت، حسد، چغلی، ماں باپ کی نافرمانیاں اس طرح کی اخلاقی بُرائیاں پروان چڑھتی ہیں۔

جھوٹ:

جھوٹ معاشرے کی ایک مہلک بیماری ہے۔ آج کل دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر بھی جھوٹ باندھا جاتا ہے۔ ایک جھوٹ کی وجہ سے انسان بہت سی معاشرتی، اخلاقی بُرائیوں کے ساتھ ساتھ کبیرہ گناہوں میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص کے جھوٹ کی وجہ سے دوسرے بے گناہ کا نقصان ہو جاتا ہے اسلیے جھوٹے شخص پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰذِبِينَ﴾ [1].

ترجمہ: اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

۱-سورۃ الاعمران: ۲/ ۶۱

دین اسلام میں لعنت سخت ترین لفظ ہے۔ لعنت کے معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی اور دوری ہے۔ لعنت کا لفظ شیطان کے لیے استعمال ہوا اسکے بعد یہودیوں، منافقوں اور کافروں کو لعنت کی وعید سنائی گئی ہے۔

غیبت:

غیبت کی وجہ سے معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے۔ کسی کے پیٹھ پیچھے کوئی ایسی بات کر دی جائے جو اس میں موجود ہی نہ ہو تو اسکی وجہ سے ایک دوسرے کے لیے غلط خیالات پروان چڑھتے ہیں۔ اور معاشرے میں امن کی فضا قائم نہیں رہتی ہے۔

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾ (1).

ترجمہ: اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔

اس آیت میں غیبت کرنے والوں کے لیے سخت سزا کا ذکر ہے لیکن آج کل ایک دوسرے کو خوش کرنے ،ایک دوسرے کی نظر میں اچھا بننے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے غیبت کا سہارا لیا جاتا ہے اور غیبت کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے حسد کرنے لگتے ہیں جس سے آپس میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

چوری اور ڈکیتی:

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مال و دولت کے حصول کے لیے انسان حلال طریقے سے کمانے کے بجائے ناجائز طریقے اپنا لیتا ہے۔ چاہے اس کے لیے اسے چوری کرنی پڑے وہ کرتا ہے ۔ وہ اس بات کا بھی خیال نہیں رکھتا ہے کہ کسی کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ اس طرح کی معاشرتی بُرائیوں کی وجہ سے معاشرے میں خوف پھیل جاتا ہے اور لوگوں کو ہر وقت اپنی جان، مال کی حفاظت کی پڑی رہتی ہے۔ قران مجید میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ (2).

ترجمہ: چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے (دائیں) ہاتھ کو کاٹ دو۔

چوری کی دنیاوی سزا اتنی سخت ہے تو آخرت میں اس کی سزا کتنی دردناک ہو گی۔ اس کے باوجود آج معاشرے میں چوری عام ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان بُرائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے

۱-سورۃ الحجرات: ۴۹/ ۱۲

۲-سورۃ المائدہ: ۵/ ۳۸

لیے جو حدود جاری کی گئی ہیں ان کا نفاذ نہ ہونا ہے اور دوسری وجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیاں ہیں۔

مادیت کا دور دورہ:

جب انسان مادی خوشیوں کے حصول کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے تو دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دینے لگتا ہے اور آخرت کی فکر اس کے دل ودماغ سے نکل جاتی ہے۔ انسان کی توجہ کا مرکز مغربی تہذیب اور عیش وعشرت کی زندگی گزارنے کی طرف ہو جاتا ہے۔ جائز ناجائز کی تمیز بھول جاتا ہے اور حق وباطل میں فرق کرنے کے بجائے اس کا مقصد صرف مادی خوشیوں کا حصول بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین سے دوری اختیار کر کے مادی خوشیوں کے لیے کوششیں کرنا نامرادی اور گھاٹے کا سودا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعۡبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرۡفٖۖ فَإِنۡ أَصَابَهُۥ خَيۡرٌ ٱطۡمَأَنَّ بِهِۦۖ وَإِنۡ أَصَابَتۡهُ فِتۡنَةٌ ٱنقَلَبَ عَلَىٰ وَجۡهِهِۦ خَسِرَ ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةَۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡخُسۡرَانُ ٱلۡمُبِينُ ﴾ (۱)

ترجمہ: اور کوئی شخص ایک کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اس کو کوئی بھلائی مل جائے تو وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس پر کوئی آزمائش آجائے تو وہ منہ کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان سمیٹا، یہی کھلا ہوا نقصان ہے۔

لوگ دنیا کو حاصل کرنے کے لئے دین بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اگر دین میں فائدہ نظر نہ آئے تو دنیا کو اختیار کر لیتے ہیں یعنی دونوں طرح ان کا مقصد دنیا کا حصول ہوتا ہے۔ اور ایسے نہ وہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے رہتے ہیں۔ (۲)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے حصول کے لیے دین کو بھی اختیار کر لیتا ہے اور مفاد حاصل نہ ہونے کی صورت میں دین کو ترک کر دیتا ہے۔ آج معاشرے کی صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو لوگ دین کو ترک کر کے مادی خوشیوں کے حصول میں لگے ہوئے ہیں اور دین کو بھی دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے اختیار کیا جاتا ہے جہاں پر دین دنیاوی مفاد اور مادی خوشیوں کے حصول میں رکاوٹ بنتا نظر آتا ہے اس سے کنارہ کر لیا جاتا

۱- سورۃ الحج: ۲۲/۱۱

۲- تفسیر عثمانی، ص:۵۵۲

ہے۔ مسلمانوں میں بھی کفار کی طرح بے یقینی کا احساس بڑھ رہا ہے۔ سکون حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کیے جاتے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ﴾[1].

ترجمہ: سنو! اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے دلوں کا سکون اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ مادی خوشیوں میں اپنا سکون حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ایک دوسری جگہ دنیا کو دھوکہ کا سامان قرار دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ﴾[2].

ترجمہ: اور دنیا کی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔اس کے حصول کے لیے انسان اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ دنیا کی زندگی آپس میں فخر و غرور کرنے اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنے کا نام ہے۔ ہاں اس میں کامیابی صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کر کہ حاصل ہو سکتی ہے۔

آج انسان کا یہ حال ہے کہ یقین ہونے کے باوجود کہ یہ زندگی عارضی اور موت یقینی ہے، پھر بھی مادی خوشیوں اور دنیا میں نام، شہرت، دولت کمانے کے چکروں میں پڑا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی:

غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیوں کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کر کے اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ٹھہرتے ہیں۔اللہ تعالی کی نعمتوں کی ناشکری اور احسان فراموشی کی وجہ سے وہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔ جیسے سابقہ اقوام کو اسلام کی دعوت دی گئی لیکن نافرمانی کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا گیا۔

ابلیس محض ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا تھا،اور جنت کے قیام اور عیش سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا گیا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور فرشتوں سے سجدہ کرا کے اشرف

۱-سورۃ الرعد: ۱۳ / ۲۸

۲-سورۃ الحدید: ۵۷ / ۲۰

المخلوقات کا درجہ عطا کیا، لیکن جب انہوں نے شیطان کے بہکاوے میں آکر درخت کا پھل کھالیا اور اللہ کی حکم عدولی کی تو جنت سے نکال دیئے گئے سورۃ البقرہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ، وَقُلْنَا يَـٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ، فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَـٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَـٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴾ (۱)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا آدم علیہ السلام کو سجدہ مت کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اور تکبر کیا نافرمانوں میں ہوگیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم علیہ السلام تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو کھاؤ پیو جہاں سے جاؤ مگر اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ ظالم ہو جاوگے لیکن شیطان بے بہکا کہ نکلوا ہی دیا، اور ہم نے کہہ دیا کہ نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور ایک وقت مقررہ تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور ایک وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی ایک غلطی کی وجہ سے انہیں جنت سے نکال دیا گیا اسی طرح قوم عاد، قوم لوط، قوم ثمود اور قوم شعیب انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا، حق بات کا انکار کیا، اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ کے عذاب سے ہلاک کر دیئے گئے۔ آج معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو ہم ایک نہیں ہزار غلطیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے معاشرے میں، سیلاب، زلزلے، قحط اور بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔

غضب الٰہی سے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کے معاشرتی اثرات کے بارے میں علوم اسلامیہ کے ماہرین کی آراء کچھ یوں ہیں:

مولانا خلیل الرحمن چشتی (۲) صاحب ان غلط فہمیوں کے معاشرتی اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے معاشرے میں سیکولرزم کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ مذہب پرائیویٹ مسئلہ بن جاتا ہے اور اسکا دائرہ کار فقط مسجد مدرسے تک محدود ہو جاتا ہے جبکہ ملک کا سیاسی، معاشرتی، قانونی اور اقتصادی نظام غیر اسلامی ہو جاتا ہے۔

۱- سورۃ البقرۃ: ۲/۳۴-۳۶

۲ - مولانا خلیل الرحمٰن چشتی صاحب مبلغ اسلام ہیں۔ الیکٹرانک اور سوشل میڈیا کے ذریعے تبلیغ کرتے ہیں۔ ماہر قرآنیات ہیں۔ مطالعے کا خاص موضوع قرآن ہے اور یہی آپ کی وجہِ شہرت بھی ہے۔ قرآنیات اور اسلامیات سے متعلق ایک درجن سے زائد کتابیں اہلِ علم کے درمیان مقبول ہو چکی ہیں۔

مذکورہ بالا مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کے غضب کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں تو اس کے دل سے خدا کا خوف ختم ہو جاتا ہے اور خوف ختم ہو جانے کی وجہ سے انسان گناہوں اور بُرائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے ،اور جس کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بھول کر جائز اور ناجائز میں فرق کیے بغیر لوگ دنیا کے حصول میں لگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے میں بہت ساری معاشرتی، معاشی، سیاسی، دینی اور اخلاقی بُرائیاں عام ہو جاتی ہیں، دین سے دوری اختیار کر لیتے ہیں، اپنے مذہب پر عمل کرنے کے بجائے دوسرے مذاہب کے طور طریقے اپنا لیتے ہیں اور مادی خوشیوں کے حصول کے لیے کچھ بھی کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ نے مغرب کے طور طریقے اپنا لیے ہیں کھانا، پینا، رہن سہن، لباس وغیرہ مغرب کے طرز پر ہے اور یہ سارے اسباب اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے والے ہیں اسی لیے معاشرے میں لوگوں کو سیلاب، زلزلے اور دوسری آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

فصل سوم

غضب الٰہی میں عبرتیں

عروج وزوال کا قانون اصلا تاریخ کا موضوع ہے۔ قرآن بھی اپنے مخاطبین کے سامنے استدلال کے طور پر تاریخ کو پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں سابقہ امتوں کے عروج وزوال اور قصص وواقعات ذکر کرنے کا مقصد صرف تاریخ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ ان میں پائی جانے والی عبرتوں اور نصیحتوں کو اپنا کر دنیاوآخرت میں کامیابی حاصل کرنا اور ان افعال سے خود کو باز رکھنا جن کے اپنانے سے مختلف اقوام دنیاوآخرت میں ذلیل اور غضب الٰہی کا شکار ہوئیں۔ قوموں کو ہلاک کرنے کا ایک اصول تو یہ ہے کہ دعوت حق کے بعد بھی اگر وہ راہ راست پر نہیں آتیں تو ان کو مکمل طور پر مٹادیا جاتاہے اور دوسرا ان کی ہلاکت کے بعد نیک لوگوں کو زمین کا وارث بناکر ان کی اولاد کو آزمائش میں مبتلا کیا جاتاہے تاکہ آنے والی اقوام ان سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے دُنیاوی اور اُخروی مظاہر کا جائزہ لینے کے بعد اُمت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ پچھلی اُمتوں کے حالات، ان پر عذاب، غضب الٰہی اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آزمائشوں کو مد نظر رکھ کر اپنے احوال درست کریں۔ ذیل میں پہلی قوموں کے حالات کی روشنی میں درج ذیل عبرتیں اور نصیحتیں سامنے آتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا ایک علم، علم التذکیر بایام اللہ ہے اس میں وہ تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں رب العزت نے بہت سی اقوام کو انعامات سے نوازا اور بعض سرکش بندوں اور قوموں کو دنیامیں ہی عبرت کا نشانہ بنادیا جیسے قوم فرعون کو غرق کردیا گیا، قوم لوط کی بستی اُلٹادی گئی، قوم عاد اور ثمود کو زلزلے کے ذریعے ہلاک کیا گیااس طرح کے واقعات بیان کرنے کا مقصد ان سے درس وعبرت حاصل کرنااوران کے اختیار کیے گئے راستوں سے اجتناب کرناہے [1]۔

چشم بینااور بیدار دل:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دھڑکنے والا دل، سوچنے والا دماغ، سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں دی ہیں اور یہ سب نعمتیں عطا کرنے کے کثیر مقاصد ہیں جیسے آنکھ کا مقصد یہ ہے کہ اچھائی دیکھ کر اسے اپنایا جائے اور بُرائی دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کی جائے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ [2]۔

۱- عون الخبیر، شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، صوفی عبد الحمید خان صواتی، مدرسہ نصرۃ العلوم، ۲۰۰۵ء، ص: ۶۸۔

۲- سورۃ الحشر: ۵۹/ ۲

ترجمہ: سواے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو۔

آخرت پر یقین رکھنے کے باوجود ہم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ہمارے ارد گرد آئے روز جو واقعات ہو رہے ہوتے ہیں ان سے سبق حاصل کرنے کے بجائے انہیں اتفاقی حادثات سمجھ لیا جاتا ہے در حقیقت یہ سارے واقعات عبرت اور نصیحت کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ سابقہ اقوام کے صرف قصص و واقعات پڑھ کر اور تباہ شدہ بستیوں کو صرف دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کی جا سکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال میں بھی لانا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَآ أَوْ ءَاذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۖ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى ٱلْأَبْصَٰرُ وَلَٰكِن تَعْمَى ٱلْقُلُوبُ ٱلَّتِى فِى ٱلصُّدُورِ﴾ (۱).

ترجمہ: سو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا کہ ان کے دل ایسے ہوتے جن سے یہ سمجھتے یا ان کے کان ایسے ہوتے جن سے یہ غور سے سنتے! پس حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں۔

تباہ شدہ بستیوں سے گزرنے کے باوجود بھی لوگ عبرت نہیں حاصل کرتے اور نہ ہی سوچتے ہیں کہ ان کا ایسا انجام کیوں ہوا؟ انہوں نے ایسے کون سے بُرے کام کیے جن کے سبب ان کا حال ایسا ہوا؟ اس کی بنیادی وجہ اس آیت میں بتا دی گئی ہے کہ عبرت حاصل کرنے کے لئے آنکھ کی بینائی کی ضرورت کے ساتھ ساتھ دل کی بینائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر عقل، فکر، سوچ کو دل سے متعلق کیا ہے جبکہ جدید طب کی رو سے یہ دل سے نہیں بلکہ دماغ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن بات اس ہستی کی زیادہ صحیح ہے جس نے خود ان اشیاء کی تخلیق کی (۲)۔

قرآن پاک میں کچھ آیات ایسی ہیں جن میں باقاعدہ طور پر عبرت کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کو عقل رکھنے والوں کے لئے نصیحت قرار دیا گیا ہے کتاب ہدایت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿لَقَدْ كَانَ فِى قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ﴾ (۳).

۱- سورۃ الحج :۲۲/ ۴۶

۲- تیسر القرآن، ۱۶۹/۳

۳- سورۃ یوسف: ۱۲/ ۱۱۱

بیشک ان کے قصوں میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

"اس واقعہ میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں موجود ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی جدائی میں غم سے نڈھال تھے لیکن صبر اور امید کا دامن نہیں چھوڑا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو زلیخا نے بُرائی کی طرف دعوت دی لیکن یوسف علیہ السلام نے جیل میں رہنا پسند کر لیا لیکن بُرائی کی طرف مائل نہیں ہوئے اس طرح ایک وقت ایسا آیا کہ وہ اپنے بھائیوں سے اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لے سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اپنے بھائی سے حسد کر کے شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ملا" (۱)۔

مندرجہ بالا آیت میں امت مسلمہ کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے مشکلات میں صبر سے کام لینا چاہیے اور امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ ظالم کو اس کے کیے کی سزا مل کر رہے گی وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اسے اپنی دولت اور طاقت پر کتنا ہی گھمنڈ کیوں نہ ہو خود کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا اسی طرح جھوٹ کتنی ہی نفاست سے بولا جائے ایک دن سب کے سامنے حقیقت کھل ہی جاتی ہے اس لیے جھوٹ بول کر ڈرنے اور ہمیشہ کے لیے خوف زدہ ہونے سے بہتر ہے کہ سچ بول کر وقتی مشکل اٹھا لی جائے۔

عقائد کی درستگی اور پختگی:

کسی بھی تحریک کی اصل بنیاد وہ عقیدہ ہے جس پر اس تحریک کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ آخرت کی زندگی تو کچھ نہیں ہے۔ انسان کی حیات اور موت پر کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے یہ سب زمانے کی گردش سے ہوتا ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

﴿ وَقَالُواْ مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ٱلدُّنۡيَا نَمُوتُ وَنَحۡيَا وَمَا يُهۡلِكُنَآ إِلَّا ٱلدَّهۡرُۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍۖ إِنۡ هُمۡ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴾ (۲).

ترجمہ: اور انہوں نے کہا: ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگی ہے، ہم (اسی دینا) میں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف دہر (زمانہ) ہلاک کرتا ہے (اور واقعہ یہ ہے کہ) انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ محض گمان کر رہے ہیں

ان کے نزدیک دنیا کی زندگی ایک درخت کی مانند ہے جو زمین سے پھوٹتا ہے پودے کی شکل اختیار کر لیتا ہے پھر ایک مضبوط درخت بن جاتا ہے لیکن دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ کمزور ہو جاتا ہے اور ایک دن زمین بوس ہو جاتا ہے۔ اس میں کسی ثواب اور عقاب کا ذکر نہیں ہے۔

۱- ترجمان القرآن، مولانا عبد الکلام آزاد، اسلامی اکادمی، س ن، ۲/ ۳۱۳-۳۱۴۔

۲- سورۃ الجاثیہ: ۴۵/ ۲۴

کفار کے اس تصور زندگی کے برعکس قرآن نے واضح الفاظ میں اعلان فرمایا کہ دنیا میں کتنی ہی قومیں آئیں زمانہ ان کے لیے ایک جام کی مانند تھا اب یہ ان پر تھا کہ وہ اس کو کس سے بھرتے ہیں نیک اعمال سے یا پھر بد اعمال سے۔ بداعمالیوں کی صورت میں ہر طرف ہلاکت کا دور دورہ ہوتا ہے جبکہ نیک اعمال سے امن و سکون کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَٱلْعَصْرِ، إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ،إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ﴾(۱)

ترجمہ: زمانہ کی قسم، بیشک ہر انسان ضرور نقصان میں ہے، سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو دین حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔

مندرجہ بالا بیان کیے گئے قرآنی اصول سے واضح ہوتا ہے کہ قوم نوح کے غرق ہونے، قوم عاد و ثمود اور قوم لوط کی ہلاکت، فرعون کے پانی میں غرق ہونے اور نمرود کی ایک مچھر کے ذریعے ہلاکت زمانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کی وجہ سے ہوئی۔

اسی طرح عقیدہ توحید پر ایمان اور پختگی ضروری ہے جن لوگوں یا قوموں نے عقیدہ توحید کا انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئے بنی اسرائیل نے بچھڑے کو معبود بنایا اور قوم نوح نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس جرم کی وعیدیوں سناتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ ٱلْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُفْتَرِينَ ﴾(۲).

ترجمہ: بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا وہ عنقریب اپنے رب کے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دنیا کی زندگی میں ذلت میں گرفتار ہوں گے ہم بہتان باندھنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

اس آیت میں اُمت مسلمہ کے لیے عبرت کا سامان موجود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے اور مشکل وقت میں پیروں کے پاس جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف رجوع کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا لیکن امت مسلمہ کی اکثریت اپنی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کے لیے عاملوں کے پاس جاتی ہے حالانکہ تقریباً سب قوموں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے لیکن وہ مشکل میں ان کے کام نہ آسکے۔

۱- سورۃ العصر: ۱۰۳/۱-۳

۲- سورۃ الاعراف: ۷/۱۵۲

افراد، معاشرے یا اقوام کو ہلاک کرنے کا مقصد دوسروں کو یا آنے والی اقوام کو عبرت و نصیحت کا درس دینا ہوتا ہے تاکہ وہ ماضی کی روشنی میں اپنے مستقبل کو سنوار سکیں اور اس طرح کے انجام ہلاکت سے بچ سکیں جیسا قوم نوح کی ہلاکت کو اللہ تعالیٰ نے آنے والی اقوام کے لیے عبرت کا نشانہ بنادیا جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً﴾ [۱].

ترجمہ: قوم نوح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں غرق کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشانہ بنادیا [۲]۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ دور حاضر میں بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھوں نے توہین رسالت کی اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے حالانکہ اس واقعے میں سبق موجود ہے کہ ایسا کرنے والوں کا وہی انجام ہو گا جو قوم نوح کا ہوا ایسے لوگ دنیا میں مکمل ہلاکت سے بچ بھی گئے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچ سکتے۔

تہذیب و تمدن کی اصلاح:

زندگی گزارنے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے تہذیب و تمدن میں ترقی بھی ضروری ہے لیکن ترقی کرنے کے بعد فخر کرنا اور اس مال و دولت کو غضب الٰہی سے بچاؤ کا ذریعہ سمجھ لینا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کرنے کی وجہ سے بہت سی اقوام اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئی ہیں اور یہ دنیاوی اسباب ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ تہذیب و تمدن پر فخر کرنے والوں کی ہلاکت پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً﴾ [۳].

ترجمہ: پس انھوں نے آپ کو جھٹلایا ہم نے ان کو ہلاک کر دیا بیشک اس میں ضرور نشانی ہے۔

قوم عاد نے اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کر کے تہذیب و تمدن میں ترقی کی۔ اس کے بعد بھی بہت سی اقوام ایسی گزری جنھوں نے ایسے ہی ترقی کی اور یہ سوچا کہ ہم نے اس قدر ترقی کر لی ہے اپنے ساز و سامان پر غرور کیا اور سوچنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا حالانکہ یہ سب نعمتیں انہیں اللہ تعالیٰ کے کرم کی وجہ سے ملی تھیں اُن کے اس غرور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا اور یہ ساز و سامان ان کے کسی کام نہیں آیا [۴]۔

۱- سورۃ الفرقان: ۲۵/ ۳۷

۲- تدبر القرآن، ۵/۴۶۷

۳- سورۃ الشعراء:۲۶/۱۳۹

۴- تفسیر فی ظلال القرآن، ۴/ ۱۰۸۲- ۱۰۸۳۔

اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ طاقت اور دولت انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتے انسان کے اعمال اس کے کام آتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کتنی ہی ترقی کر لی، کتنے بڑے محلات اور عمارتیں بنالی جائیں اگر ہمارے اعمال درست نہیں ہوں گے تو یہ دولت اور طاقت جس پر ہمیں غرور ہے ہمارے کچھ کام نہیں آئے گی۔ امت مسلمہ کو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کرنا چاہیے اور ان اسباب پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قوم عاد کی طرح قوم ثمود بھی جسمانی طاقت اور دولت سے مالامال تھی انھوں نے ان دنیاوی اسباب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنا چاہالیکن جب ان کی نافرمانیاں حد سے بڑھنے لگیں تو یہ اسباب جن پر انہیں غرور تھا سب مٹی میں مل گئے اور انہیں آنے والوں کے لیے عبرت کا نشانہ بنا دیا تاکہ وہ ان کے کیے گئے اعمال اور اپنائے گئے اصولوں سے کنارہ کشی اختیار کر کے خود کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچائیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (۱).

ترجمہ: پس یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے گرے پڑے ہیں' بیشک اس (واقعہ) میں اہل علم کے لیے ضرور نشانی ہے۔

قوم صالح کا واقعہ پڑھ کر جاہل یہی کہیں گے کہ قوم ثمود کی نافرمانی کا ان پر آنے والے زلزلے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ طبعی اسباب کی وجہ سے زلزلے آتے ہیں لیکن جو لوگ عقلمند ہیں وہ اس واقعے کو اپنے حق میں تنبیہ کا کوڑا سمجھیں گے اور اس سے عبرت حاصل کریں گے اور ان اسباب سے خود کو بچائیں گے جو غضب الٰہی کو دعوت دینے والے ہوں (۲)۔

معلوم ہوا کہ دولت، طاقت اور شہرت انسان کے کام نہیں آتی۔ اس کی بدولت انسان اپنی وقتی ضروریات پوری کر سکتا ہے لیکن خود کی حفاظت کے لئے اور غضب الٰہی سے چھٹکارا پانے کے لیے انہیں اسباب سمجھ لینا یہ بالکل بے بنیاد ہے۔ نیز یہ کہ ان واقعات میں طبعی اسباب یا کوئی اور وجوہات ڈھونڈنے کے بجائے عقل سے کام لیتے ہوئے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور خود کو ان کاموں سے دور رکھنا چاہیے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے۔

۱- سورۃ النمل:۲۷/ ۵۲

۲- تفہیم القرآن، ۳ /۵۸۶

فحاشی و عریانی سے توبہ :

زنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے اس لیے اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم جنسی یعنی مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے خواہشات پوری کرنا بدترین عمل ہے جس کا ارتکاب سب سے پہلے قوم لوط نے کیا۔ ان کے اس فعل کی وجہ سے انھیں ایسا دردناک عذاب دیا گیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی اور انہیں رہتی دنیا تک عبرت کا نشانہ بنادیا گیا۔ قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [1].

ترجمہ: اور سمجھنے سوچنے والے لوگوں کے لئے ہم نے اس بستی کی ایک واضح نشانی چھوڑ دی ہے۔

اس آیت میں کھلی نشانی سے مراد بحر مردار ہے جسے بحر لوط بھی کہا جاتا ہے۔ قوم لوط کی بدفعلیوں اور روگرانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین میں دھنسا دیا تھا اور اس کی بدولت بحر لوط وجود میں آیا جسے کفار مکہ تجارت کے لئے شام جاتے ہوئے دیکھا کرتے تھے۔ اس میں ان کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ ان تباہ شدہ بستیوں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی انہی بدکاروں میں سے تھی اس لیے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئی [۲]۔

نبی کریم ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں یہی خوف تھا کہ وہ قوم لوط والا عمل نہ اختیار کرلے اور آج نبی کریم ﷺ کا خوف رکھنا صحیح ثابت ہو گیا امت مسلمہ نے قوم لوط والا فعل اختیار کر لیا ہے حالانکہ ان کو ہلاک کرنے کا مقصد یہی تھا کہ آنے والی اقوام اس فعل سے خود کو دور رکھیں تاکہ غضب الٰہی سے خود کو بچا سکیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّ مِنْ أَخْوَفِ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي أَوْ عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ عَمَلُ قَوْمِ لُوطٍ» [۳].

ان بدترین چیزوں میں جن کا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ قوم لوط کا عمل ہے'۔

۱- سورۃ العنکبوت : ۲۹/ ۳۵

۲- مفہوم القرآن، رفعت اعجاز، بیت القرآن لاہور، ۲۰۰۸ء، ۴/ ۲۳۶۔

۳- شعب الایمان، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، ابو بکر البیہقی، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، طبع اول: ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳م، ۷/ ۲۷۳، رقم الحدیث: ۴۹۸۹۔

حدیث صحیح: دیکھیے: صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، ۲۴۴، رقم الحدیث: ۲۴۳۲۔

زنا کو قربِ قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ آج کل جو معاشرے میں بے حیائی اور عریانی عام ہے نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی اپنی امت کو اس سے آگاہ کر دیا تھا تاکہ امت ان فواحش سے خود کو بچائے رکھے۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

«لاتقوم الساعة حتى يتسافدوا في الطريق تسافد الحمير، قلت: إن ذلك لكائن؟ قال: نعم ليكونن».[1]

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی، جب ایسے نہیں ہو گا کہ لوگ گدھوں کی طرح راستوں میں باہم جفتی کریں گے۔ میں نے کہا: کیا ایسے بھی ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :ہاں، ضرور ہو گا "۔

آج کل معاشرے میں شرم وحیا ختم ہو گئی ہے اس معاملے میں انسان اور جانور میں کوئی تمیز نہیں رہی۔ مذکورہ بالا آیت اور احادیث میں امت مسلمہ کے لئے عبرت کا سامان موجود ہے کہ قوم لوط نے اس گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور ان کی بستیوں کو الٹ کر انھیں پتھروں سے ہلاک کیا گیا لیکن انھوں نے عبرت حاصل کرنے کے بجائے اس فعل کو اختیار کیا۔ اس واقعہ سے عبرت حاصل کرتے ہوئے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اس پُر فتن ماحول میں اپنی حفاظت کرے اور اس بدترین گناہ سے دور رہے ورنہ اس دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کے عتاب کا نشانہ بننا پڑے گا اور آخرت میں تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے چھٹکارا مل ہی نہیں سکتا۔

اقتدار اور طاقت کا صحیح استعمال:

جب انسان کسی بڑے عہدے پر فائز ہو جاتا ہے اسے اقتدار مل جاتا ہے تو وہ خود کو بہت طاقتور اور کامیاب سمجھنے لگ جاتا ہے اسے ہر طرف سبزہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ اپنے انجام کی فکر کیے بن اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے ایسے ہی فرعون نے اپنے اقتدار کی آڑ میں اپنی رعایا پر بے جا ظلم کیا صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اسے عبرت کا نشانہ بنا دیا۔ قرآن پاک میں فرعون کا عبرتناک انجام بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَٱلۡيَوۡمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ ءَايَةٗۚ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ عَنۡ ءَايَٰتِنَا لَغَٰفِلُونَ﴾.[2]

۱- مصنف عبد الرزاق، باب اشراط الساعۃ، ۱۱/ ۳۷۴، رقم الحدیث: ۲۰۷۸۱۔
حدیث صحیح: دیکھیے: السلسلہ الصحیحہ، ۱/ ۴۸۰، رقم الحدیث: ۴۸۱۔
۲- سورۃ یونس: ۱۰/ ۹۲

ترجمہ: سو آج ہم تیرے (بے جان) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے، اور بیشک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

جب فرعون نے خدائی کا دعوی کیا اور لوگوں پر بے جا ظلم وستم کیا اللہ تعالیٰ نے اسے پانی میں غرق کر دیا۔ اگر اللہ چاہتا سمندر کی لہریں اس کی لاش کو بہا کر دور لے جاتی اور بحری جانور اسے نگل لیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے رہتی دنیا تک عبرت کا نشانہ بنانا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لہروں نے فرعون کی لاش کو ریت کے ٹیلے پر پھینک دیا جو آج بھی جبل فرعون سے مشہور ہے اور فرعون کی لاش قاہرہ کے عجائب گھروں میں لوگوں کی عبرت کے لئے موجود ہے[1]۔

ظلم کی بناء پر جیسے فرعون اور بہت ساری اقوام اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئی بدقسمتی سے امت محمدیہ میں ظلم کی بیماری عام ہے آجکل ہر طاقتور بندہ اپنے اقتدار اور مالداری کی آڑ میں کمزوروں اور غریب لوگوں سے ان کے حقوق چھینتا ہے ناحق لوگوں پر جبر کرتا ہے۔ ان ظالموں کا ظلم وقتی طور پر تو مظلوموں کے لئے مصیبتوں کا سبب بنتا ہے لیکن بعد میں یہی ظلم، ظالم کے لئے تباہی، بربادی اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ فرعون بھی لوگوں پر ظلم کرتا تھا اور اس کا یہ ظلم ہی اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔

فرعون کی طرح نمرود نے بھی خدائی کا دعوی کیا۔ یہ کافی عرصہ سے بادشاہ تھا اس نے چار سو سال تک حکومت کی۔ اس کے دماغ میں تکبر آگیا تھا وہ یہ بات کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کی جگہ کوئی اور لے اس لیے یہ سرکشی اور غرور کرنے لگا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ کتاب ہدایت میں اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِى حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِى رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّىَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ﴾[2].

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا (کیونکہ) اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم نے کہا: بیشک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے لے آ، تو کافر حیران اور لاجواب ہو گیا اور اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

۱- ضیاء القرآن، ۲/ ۳۲۸- ۳۲۹

۲- سورۃ البقرہ: ۲ / ۲۵۸

تاریخی اعتبار سے نمرود ایک سرکش بادشاہ تھا۔ زیادہ عرصہ بادشاہت کی وجہ سے اس میں غرور آگیا اور یہ بڑے بڑے دعوی کرنے لگا۔ نمرود کے دور میں جب قحط سالی کا وقت تھا تو یہ لوگوں کو غلہ اناج دیا کرتا تھا اور جو کوئی غلہ لینے آتا پہلے نمرود اس سے پوچھتا کہ تمہارا رب کون ہے غلہ صرف اسی کو دیا جاتا جو نمرود کو خدا کہتا تھا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے یہ جواب سن کر نمرود کو غصہ آگیا اور غلہ دینے سے منع کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام گھر والوں کو بہلانے اور سکون دینے کے لئے راستے میں سے ریت بھر کر لے گئے اور وہی ریت اللہ کے حکم سے اناج بن گئی [1]۔

اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ کی طرف اپنے فرشتہ بھیجا کہ وہ مجھ پر ایمان لے آئے لیکن تین مرتبہ بھیجنے پر بھی اس نے انکار کیا تو اس فرشتے نے اس کو تین دن تک لشکر تیار کرنے کا حکم دیا۔ تیسرے دن اللہ کے حکم سے اس لشکر پر مچھروں کا عذاب مسلط کر لیا گیا اور ان کے جسم میں سوائے ہڈیوں کے کچھ باقی نہ رہا۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا اور اس کے ناک کے اندر مچھر چلا گیا جو چار سال تک ٹھہرا رہا اور اس کے سروں کو ہتھوروں سے کوٹا جاتا اور جتنے سال اس نے لوگوں پر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی اور نافرمانی کی، اتنی ہی مدت اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب میں مبتلا رکھا اور پھر اسے موت دی اور اس کی حکومت بھی باقی نہیں رہی [2]۔

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے آگے سب کی تدبیریں بے کار ہیں اپنی حفاظت کے لئے جتنے مرضی اسباب مہیا کر لیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی سے نہیں بچ سکتے۔ اس واقعہ میں دور حاضر کے حکمرانوں کے لئے بھی سامان عبرت موجود ہے کہ وہ رعایا پر بے جا ظلم و زیادتی نہ کریں۔ آج کل اقتدار کی آڑ میں حکمران عوام پر اشیائے ضروریات کی قیمتوں میں اضافہ، روزگار کی کمی، مزدور طبقے سے ان کی آمدنی سے زیادہ کام لینا، لوڈ شیڈنگ اور ٹیکس وغیرہ کے ذریعے عوام پر بے جا ظلم کر رہے ہیں۔ اگر دنیا میں ان کو اپنے کیے کی سزا نہ ملی تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ انہیں اپنے اعمال کا جواب دینا ہو گا اور تب انہیں ان کا اقتدار اور عہدہ کام نہیں آئے گا۔ غضب الٰہی سے بچنے کی کوئی صورت میسر نہیں ہو گی اور نہ ان کا کوئی حامی اور ناصر ہو گا۔

شعائر اللہ کا احترام:

اسلام ایک امن پسند مذہب ہے اور امن کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے ہر مذہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں کا احترام کرنے کا درس دیا ہے ۔ قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں شعائر اللہ کی بے حرمتی کرنے والوں کا باعثِ عبرت واقعہ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

۱۔ تفسیر بغوی، ۱/۳۶۷

۲۔ تفسیر در منثور، ۱/۸۵۴

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾[1]۔

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟

جب ابرہہ نے خانہ کعبہ کو گرانے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کی جانب سے ابرہہ اور اس کے لشکر پر پرندے بھیجے جو خطاطیف اور بلسان جیسے تھے ہر پرندے کے ساتھ تین پتھر تھے ایک پتھر اس کی چونچ میں تھا اور دو پتھر اس کے پاؤں میں تھے، جو چنے اور مسور کی دال کے درمیان تھے۔ لشکر والوں میں سے جسے وہ پہنچتا، ہلاک ہو جاتا ۔ابرہہ کے جسم میں بیماری لگ گئی وہ اسے لے کر نکل پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اتنی سخت تکلیف میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم سے پور پور گر رہا تھا جب بھی پور گرتا اس سے پیپ اور خون پھوٹ پڑتی اور اسکی موت اس وقت تک نہیں ہوئی یہاں تک کہ اسکے دل کی جگہ سے اس کا سینہ پھٹ نہیں گیا[2]۔

اس واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ عبادت گاہوں کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیے۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب کی ہوں۔ ابرہہ نے اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے عبرت کا نشانہ بنا دیا۔ اس سے ہمیں یہی نصیحت ملتی کہ عبادت گاہوں کی تعظیم کریں۔ ابرہہ سے لڑنے کی کوئی ہمت نہیں رکھتا تھا مگر اتنے بڑے لشکر اور طاقت کے باوجود وہ خانہ کعبہ کو گرانا تو دور اس کے پاس بھی نہیں پہنچ سکا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے گھر کی حفاظت کی۔ آج ہمیں بھی یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مقدس مقامات کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہیے۔ امت مسلمہ ایسا کرے یا غیر مسلم ممالک میں ایسا کیا جائے، ایسا کرنے والے کسی صورت اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ اس دنیا میں تو انہیں ڈھیل مل سکتی ہے لیکن آخرت میں انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ڈاکٹر منیر احمد نے[3] غضب الٰہی میں عبرتیں: اس پر بات کرتے ہوئے کہا کہ عقل مند لوگ اللہ کی ناراضگی کی مختلف صورتیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے لیے ہدایت کا سبب بن جاتا ہے، جبکہ بے عقل لوگ اپنی سرکشی میں مزید بڑھ جاتے ہیں، مسلمان ہونے کے ناطے سب کو چاہیے کہ جن اسباب و عوامل کی وجہ سے سابقہ اقوام غضب الٰہی کا شکار ہوئی، ان سے عبرت حاصل کریں اور ان اسباب و عوامل سے سے بچنے کی کوشش کریں۔

۱- سورۃ الفیل: ۱۰۵/ ۱

۲- تفسیر قرطبی، ۱۰/ ۴۹۲

۳۔ ڈاکٹر منیر احمد ، وزٹنگ فیکلٹی ممبر ، نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (نسٹ)، ۴ دسمبر، ۲۰۲۰، ۲:۴۰۔

درج بالا مواد سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں سابقہ امتوں کے واقعات بیان کرنے کا مقصد عبرت کا سامان میسر کرنا ہے تا کہ آنے والی اقوام ان اعمال سے خود کو بچائے رکھیں جن کی وجہ سے وہ اللہ کی ناراضگی کا شکار ہو کر نیست و نابود ہوئی۔ تقریباً تمام اقوام کے واقعات میں ہمارے لئے عبرت کا سامان موجود ہے۔ قوم نوح نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور قوم عاد و ثمود جیسی طاقتور قومیں ہلاک ہو گئیں۔ اسی طرح قوم لوط اور قوم شعیب اپنے گناہوں اور سرکشیوں کی وجہ سے عبرت کا نشانہ بنی۔ قوم شعیب ناپ تول میں کمی کرتی تھی جو ایک طرح سے خفیہ ظلم تھا۔ فرعون اپنے ظلم کی وجہ سے غرق ہوا اور آج تک عبرت کا نشان بنا ہوا ایسے ہی نمرود اور ابرہہ کو عبرت ناک سزا ملی۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ تمام افعال جن کا ارتکاب پچھلی امتوں نے کیا ان سے اجتناب کرے اپنے عقائد کو درست کرے، عقیدہ توحید پر پختگی رکھے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا مددگار یا اپنی حاجات پوری کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ تہذیب و تمدن میں ترقی کے باوجود انہیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کے آگے یہ سب کچھ حیثیت نہیں رکھتا، اقتدار اور طاقت کا صحیح استعمال کیا جائے، فحاشی و عریانی جس کے ارتکاب کی وجہ سے قوم لوط زمین میں دھنسا دی گئی، اس فعل سے نہ صرف خود بچا جائے بلکہ اس گناہ میں مبتلا لوگوں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دلائی جائے۔ اس کے علاوہ شعائر اللہ کا احترام کیا جائے۔ یہ بھی یاد رکھا جائے اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حفاظت خوب کر سکتا ہے لیکن بے حرمتی کرنے والوں کو اپنے بُرے انجام سے ڈرنا چاہیے۔

نتائج مقالہ

تحقیق کے بعد جو نتائج سامنے آئے ہیں، ذیل میں اختصار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ بلاوجہ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کی طرف ان کی رہنمائی کے لیے انبیاء بھیجے۔جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعلیم دی اور انھیں اللہ کے غضب سے ڈرایا۔انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت سے نوازا۔ ناشکری کے باوجود انہیں مہلت اور ڈھیل ملی لیکن مہلت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کا قانون جرم وسزا حرکت میں آیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے غضبناک ہونے کا بنیادی سبب خود انسان ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کر کے غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں چاہے احکام سے روگردانی کا تعلق عقائد سے انحراف کی صورت میں ہو، سوچ سے ہو یا پھر انسان کے اعمال سے ہو۔

۳۔ سابقہ اقوام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انہیں اپنے غلط عقیدے، غلط فکر اور بُرے اعمال کی بناء پر دنیا میں ہی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک جُرم کی پاداش میں انہیں ایسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا جیسے وہاں کوئی آباد ہی نہیں تھا۔ قوم عاد، ثمود، فرعون، اور قارون جنہیں اپنی دولت، شہرت، طاقت اور مقام ومرتبہ پر بے جا ناز تھا اُن کے کچھ کام نہ آیا ۔ عصر حاضر کا جائزہ لیا جائے تو وہ تمام اسباب جن کی وجہ سے سابقہ اقوام ہلاکت کا شکار ہوئیں وہ سارے کے سارے جرائم امت محمدیہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔

۴۔ قوموں کے جرائم کے پیش نظر انہیں سزا بھی مختلف نوعیت کی دی گئی جیسے قوم نوح کو سیلاب، قوم عاد کو آندھی، قوم صالح اور قوم شعیب کو زلزلے، قوم لوط کو پتھروں اور زمین میں دھنسنے اور قوم فرعون کو مختلف قسم کے عذاب مثلاً قحط سالی، مختلف قسم کے حشرات اور خون کے عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کیا گیا۔

۵۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مختلف دنیاوی مظاہر ہیں ایسے ہی آخرت میں اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے ان کے جرائم کی نوعیت کی بناء پر عذاب میں مبتلا کرے گا۔ بھوک اور پیاس کے وقت پیپ اور زقوم کا درخت کھلایا جائے گا، اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی پاک کرے گا وغیرہ۔

۶۔ عصر حاضر میں قحط سالی، بیماریاں، سیلاب زلزلے کثرت سے واقع ہو رہے ہیں ان کی وجہ انسانوں کے اعمال ہیں لیکن اس بات کو نظر انداز کر کے سائنسی وجوہات ڈھونڈی جاتی ہیں حالانکہ قوموں کو ہلاک کرنے کا مقاصد میں سے ایک مقصد آنے والی اقوام کے لئے درس وعبرت کا سامان مہیا کرنا ہے تاکہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور سابقہ اقوام سے نصیحت حاصل کر کے خود کو ان جرائم سے بچائیں جن کی بناء پر وہ ہلاک ہوئیں۔

۷۔ سابقہ اقوام کو انبیاء کی اولاد ہونے، دولت اور اولاد کی کثرت، اللہ تعالیٰ کے لاڈلے اور چہیتے ہونے کی بناء پر غلط فہمی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار نہیں ہوں گے انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا اور اگر عذاب میں مبتلا کیا بھی گیا تو صرف چند دن مبتلا کیا جائے گا اس کے بعد انھیں چھٹکارا مل جائے گا۔

۸۔ جیسے سابقہ اقوام میں غضب الہی کے متعلق غلط فہمیاں تھی ایسے ہی امت محمدیہ کو اپنے بہترین امت ہونے، اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے، نبی کریم ﷺ کی شفاعت اور دعا کی وجہ سے عذاب نہ ہونے کے متعلق مغالطے پائے جاتے ہیں حالانکہ امت محمدیہ پر عمومی عذاب، مکمل ہلاکت والا عذاب نہ نازل کرنے کا وعدہ کیا گیا جزوی عذاب تو اس امت پر بھی نازل ہو گا اور یہ امت بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو گی۔ آج کل مختلف ممالک اور شہروں میں سیلاب، زلزلے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بُرے اعمال کی بناء پر جزوی عذاب ہے۔

۹۔ غضب الہی کے متعلق غلط فہمیوں کی بناء پر معاشرے پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے غضب کا ڈر نہیں ہوتا تو لوگ دین سے دور ہو جاتے ہیں اور دوسرے مذاہب کا رہن سہن، لباس، تہذیب اپنا لیتے ہیں۔ دین سے دوری کی وجہ سے انسان نیک اعمال ترک کر دیتے ہیں اور معاشرے میں گناہوں کے رجحانات بڑھ جاتے ہیں۔ معاشرتی اور اخلاقی بُرائیاں جیسے سود، رشوت، زنا، چوری، ڈاکے، جھوٹ قتل اور ظلم عام ہو جاتا ہے اور معاشرہ معاشی ترقی کے بجائے تنزلی کا شکار جاتا ہے۔ انسانوں کے بُرے اعمال کی بناء پر بارشیں نہیں ہوتی یا بے وقت بارشیں ہوتی ہیں۔ معاشرے میں قحط سالی اور سیلاب کی وجہ سے غربت عام ہو جاتی ہے حتیٰ کہ لوگ حالات سے تنگ آکر اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔

۱۰۔ تحقیق سے حاصل شدہ نتائج اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کی آراء کا تقابل کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ ان میں باہمی مطابقت پائی جاتی ہے۔ ماہرین کی آراء میں غضب الہی کے جن اسباب، صورتوں، اور غلط فہمیوں کی نشاندہی اجمالا کی گئی ہے مقالے کے ابواب وفصول میں ان کو قرآن وحدیث کی ادلہ کی مدد سے شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ غضب الہی کے متعلق غلط فہمیوں کی وجہ سے انسان کی دنیا وآخرت دونوں خراب ہو جاتی ہیں اور ذلت ورسوائی انسان کا مقدر بن جاتی ہے۔

تجاویز و سفارشات

غضب الٰہی کے اسباب، صورتیں اور ان سے حاصل ہونے والی عبرتوں اور امت مسلمہ کے لیے ان میں دروس کی روشنی میں ذیل میں چند ایک سفارشات پیش کی جاتی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر غضب الٰہی کے متعلق غلط فہمیوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ممکنہ حد تک بچا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں چند ایک نکات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ غضب الٰہی کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لیے عام رائج تصورات کے بجائے قرآن و سنت سے آگاہی حاصل کی جائے کہ قرآن و سنت میں اللہ کے غضب کا کیا تصور پیش کیا گیا ہے؟ اس کے اسباب و محرکات کیا ہیں اور ان کی عملی شکلیں کون کون سی ہیں؟

۲۔ وہ تمام جرائم اور گناہ جن کی وجہ سے سابقہ اقوام اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوئیں، سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ سابقہ اقوام کے قصص و واقعات صرف پڑھے نہ جائیں بلکہ ان کو مد نظر رکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کیا جائے اور ان سے درس و عبرت حاصل کی جائے۔

۴۔ مستقل طور پر غلط فکر، معاشرے کو بُرائیوں اور جرائم سے بچانے کے لیے تعلیمی اداروں میں روحانی ماحول فراہم کیا جائے۔

۵۔ قحط، سیلاب، زلزلے جیسی قدرتی آفات کی محض سائنسی وجوہات نہ ڈھونڈی جائیں بلکہ انسان کو چاہیے کہ وہ اس چیز پر بھی نظر رکھے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قدرتی آفات کا سبب تو نہیں۔

۶۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہر سطح پر لازم قرار دیا جائے تاکہ معاشرے سے ہر طرح کے گناہوں کی شرح کو کم کرنے میں مدد مل سکے۔

۷۔ معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور بُرے اثرات سے بچانے کے لئے اسلام میں جن جرائم کی سزا مقرر کی گئی ہے ان کو نافذ کیا جائے تاکہ معاشرے سے ظلم اور فحاشی کا مکمل خاتمہ ہو سکے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے غضب کا ڈر ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی ایمان ایسا ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی اور اللہ تعالیٰ سے غضب کا ڈر بھی۔

۹۔ غضب الٰہی کے متعلق پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کیا جائے اور اس بات کو واضح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہونے کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی سے روگردانی کرنے کی صورت میں جبار اور قہار بھی ہے۔

۱۰۔ شراب نوشی، بے حیائی، فحاشی، جوا، ذخیرہ اندوزی اور رقص و سرور کے کلچر کی روک تھام کرنے کے لیے سخت حکومتی اقدامات کیے جائیں تاکہ من حیث القوم اللہ کے غضب سے بچا جاسکے۔

۱۱۔ مال و دولت کی فراوانی کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنے پر اکتفا نہیں کیا جائے بلکہ اس بات کا بھی دھیان رکھا جائے کہ یہ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تو نہیں۔

مذکورہ بالا تجاویز پر عمل پیرا ہو کر اپنے احوال اور اعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے سے کافی حد تک بُرائیوں اور جرائم کا خاتمہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ جس سے ایک طرف معاشرے میں امن و سکون پروان چڑھے گا اور دوسری طرف اللہ کے غضب سے بچاؤ اور رحمت الٰہی کی بارش ہو گی۔

فهارس

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ کا نام	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱	﴿خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ ...﴾	سورۃ البقرۃ	۷	۲۳،۷۵
۲	﴿وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا﴾	سورۃ البقرۃ	۲۳	۱۳۱
۳	﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ...﴾	سورۃ البقرۃ	۴۸	۱۲۱
۴	﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاؤُ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ...﴾	سورۃ البقرۃ	۶۰-۶۱	۵
۵	﴿وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ...﴾	سورۃ البقرۃ	۸۰	۱۲۰
۶	﴿وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ و...﴾	سورۃ البقرۃ	۸۹	۲۶
۷	﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ﴾	سورۃ البقرۃ	۱۰۲	۵۷
۸	﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا ...﴾	سورۃ البقرۃ	۱۶۵	۲۳
۹	﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ...﴾	سورۃ البقرۃ	۱۷۴	۱۰۲
۱۰	﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ...﴾	سورۃ البقرۃ	۲۱۹	۶۲
۱۱	﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾	سورۃ البقرۃ	۲۵۵	۱۲۸
۱۲	﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ...﴾	سورۃ البقرۃ	۲۵۸	۱۵۷
۱۳	﴿لَعْنَتَ اللهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ﴾	سورۃ ال عمران	۶۱	۱۴۳
۱۴	﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ...﴾	سورۃ ال عمران	۱۱۰	۱۲۹
۱۵	﴿سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ...﴾	سورۃ ال عمران	۱۵۱	۲۳
۱۶	﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا...﴾	سورۃ النساء	۱۰	۶۴
۱۷	﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى ...﴾	سورۃ النساء	۱۸	۸۱
۱۸	﴿وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ ...﴾	سورۃ النساء	۳۸	۲۲
۱۹	﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾	سورۃ النساء	۴۳	۶۲
۲۰	﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ...﴾	سورۃ النساء	۴۸	۲۱
۲۱	﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ...﴾	سورۃ النساء	۵۶	۱۰۸
۲۲	﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ...﴾	سورۃ النساء	۶۴	۲۸

۲۳	﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ...﴾	سورة النساء	۷۹	۷۱
۲۴	﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا...﴾	سورة النساء	۹۳	۱۳
۲۵	﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾	سورة النساء	۱۴۵	۱۰۱
۲۶	﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ...﴾	سورة النساء	۱۵۰-۱۵۱	۲۵
۲۷	﴿وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ...﴾	سورة النساء	۱۶۱	۱۴۲
۲۸	﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا...﴾	سورة النساء	۱۶۵	۳۷
۲۹	﴿وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فِسْقٌ﴾	سورة المائدة	۳	۴۱
۳۰	﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ...﴾	سورة المائدة	۱۸	۱۱۸
۳۱	﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ...﴾	سورة المائدة	۳۳	۵۲
۳۲	﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾	سورة المائدة	۳۸	۱۴۴
۳۳	﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ...﴾	سورة المائدة	۷۳	۳۸
۳۴	﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ...﴾	سورة المائدة	۷۸	۹۶
۳۵	﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ...﴾	سورة المائدة	۹۰	۶۲
۳۶	﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ ...﴾	سورة الانعام	۵۹	۴۲
۳۷	﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾	سورة الانعام	۱۲۴	۱۱۴
۳۸	﴿فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا...﴾	سورة الانعام	۱۴۷	۱۲۵
۳۹	﴿أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾	سورة الاعراف	۴۴	۵۰
۴۰	﴿وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا﴾	سورة الاعراف	۲۸	۳۹
۴۱	﴿وَقَالُوا يَاصَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾	سورة الاعراف	۷۷	۱۱۵
۴۲	﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ...﴾	سورة الاعراف	۹۶	۷۹
۴۳	﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾	سورة الاعراف	۱۳۰	۹۳
۴۴	﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ﴾	سورة الاعراف	۱۳۳	۹۵
۴۵	﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ...﴾	سورة الاعراف	۱۵۲	۱۵۲،۲۲
۴۶	﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ ي...﴾	سورة الاعراف	۱۵۶	۱۲۵
۴۷	﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ...﴾	سورة الاعراف	۱۶۵	۳۷

۴۸	﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ...﴾	سورۃالانفال	۳۲	۱۳۴
۴۹	﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ ...﴾	سورۃالانفال	۳۳	۱۳۵
۵۰	﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ...﴾	سورۃالتوبہ	۳۰	۳۷
۵۱	﴿يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ...﴾	سورۃالتوبہ	۳۵	۱۰۳
۵۲	﴿إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ﴾	سورۃالتوبہ	۵۸	۱۱
۵۳	﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ...﴾	سورۃیونس	۹۲	۱۵۶
۵۴	قَالُوا يَانُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا...﴾	سورۃھود	۳۲	۱۱۵
۵۵	﴿قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ ...﴾	سورۃھود	۴۳	۳۴
۵۶	﴿وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ﴾	سورۃھود	۶۷	۸۷
۵۷	﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾	سورۃیوسف	۱۱۱	۱۵۰
۵۸	﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾	سورۃالرعد	۱۶	۱۱
۵۹	﴿أَلَابِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾	سورۃالرعد	۲۸	۷۳،۱۴۶
۶۰	﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ...﴾	سورۃابراہیم	۱۱	۱۱۴
۶۱	﴿مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ﴾	سورۃابراہیم	۱۶	۱۰۵
۶۲	﴿مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ ب...﴾	سورۃابراہیم	۱۸	۴۵
۶۳	﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِسَرَابِيلُهُمْ...﴾	سورۃابراہیم	۴۹- ۵۰	۱۰۵
۶۴	﴿فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَفَجَعَلْنَا عَالِيَهَا...﴾	سورۃالحجر	۷۳- ۷۴	۹۲
۶۵	﴿نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ، وَأَنَّ عَذَابِي...﴾	سورۃالحجر	۴۹-۵۰	۱۲۶
۶۶	﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا﴾	سورۃالنحل	۳۶	۲۵
۶۷	﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجْهُهُ...﴾	سورۃالنحل	۵۸-۵۹	۴۲
۶۸	﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ...﴾	سورۃالنحل	۱۰۶	۲۳
۶۹	﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ...﴾	سورۃالاسراء	۱	۱۲۸
۷۰	﴿وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾	سورۃالاسراء	۱۰	۳۰
۷۱	﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا ءَاخَرَ فَتَقْعُدَ...﴾	سورۃالاسراء	۲۲	۱۶
۷۲	﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ...﴾	سورۃالاسراء	۳۱	۴۳

۷۳	﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾	سورۃالاسراء	۳۲	۱۴۱
۷۴	﴿أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ ...﴾	سورۃالاسراء	۹۲	۱۳۴
۷۵	﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا...﴾	سورۃالکهف	۲۹	۱۰۴
۷۶	﴿وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي...﴾	سورۃالکهف	۹۲	۷۸
۷۷	﴿وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًاأُولَئِكَ الَّذِينَ...﴾	سورۃالکهف	۱۰۲-۱۰۶	۴۴
۷۸	﴿وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا﴾	سورۃمریم	۹۵	۴۸
۷۹	﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ ...﴾	سورۃطہ	۱۰۹	۱۲۲
۸۰	﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ...﴾	سورۃطہ	۱۲۴	۷۸
۸۱	﴿وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ﴾	سورۃالحج	۷	۲۹
۸۲	﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ...﴾	سورۃالحج	۱۱	۱۴۵
۸۳	﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ...﴾	سورۃالحج	۱۹	۱۰۶
۸۴	﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ...﴾	سورۃالحج	۴۶	۱۵۰
۸۵	﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ...﴾	سورۃالنور	۴	۶۰
۸۶	﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا...﴾	سورۃالنور	۱۹	۵۳
۸۷	﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ...﴾	سورۃالنور	۲۳	۶۰
۸۸	﴿وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ﴾	سورۃالفرقان	۳۷	۱۵۳،۲۶
۸۹	﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾	سورۃالفرقان	۷۲	۵۹
۹۰	﴿أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَوَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ﴾	سورۃالشعراء	۱۲۸-۱۲۹	۱۱۷
۹۱	﴿وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ﴾	سورۃالشعراء	۱۳۰	۵۰
۹۲	﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً﴾	سورۃالشعراء	۱۳۹	۱۵۳
۹۳	﴿الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ﴾	سورۃالشعراء	۱۵۲	۵۲
۹۴	﴿مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾	سورۃالشعراء	۱۵۴	۱۱۳
۹۵	﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ﴾	سورۃالشعراء	۱۶۰	۲۷
۹۶	﴿وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ﴾	سورۃالشعراء	۱۸۶	۱۱۳
۹۷	﴿فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾	سورۃالشعراء	۱۸۷	۱۱۶

۹۸	﴿فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾	سورة الشعراء	۱۸۹	۵۵
۹۹	﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ ...﴾	سورة النمل	۴۷	۳۶
۱۰۰	﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾	سورة النمل	۵۲	۱۵۴
۱۰۱	﴿فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ﴾	سورة العنكبوت	۱۴	۵۰
۱۰۲	﴿لَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾	سورة العنكبوت	۳۵	۱۵۵
۱۰۳	﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ...﴾	سورة الروم	۴۱	۴۹
۱۰۴	﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾	سورة لقمان	۱۳	۶۷،۱۳
۱۰۵	﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُونَ الْعَذَابِ...﴾	سورة السجدة	۲۱	۶۹
۱۰۶	﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ...﴾	سورة الاحزاب	۴۰	۲۸
۱۰۷	﴿انَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيراً﴾	سورة الاحزاب	۶۴	۱۵
۱۰۸	﴿وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا ...﴾	سورة سبا	۳۵	۱۲۰
۱۰۹	﴿قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ...﴾	سورة يسين	۱۵	۱۳۱
۱۱۰	﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي ...﴾	سورة ص	۴۵	۷۷
۱۱۱	﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ...﴾	سورة الزمر	۶۰	۱۰۹
۱۱۲	﴿ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾	سورة الزمر	۶۲	۲۱
۱۱۳	﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ...﴾	سورة غافر	۷	۷۶
۱۱۴	﴿فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا...﴾	سورة فصلت	۱۵-۱۶	۱۱۷،۳۵
۱۱۵	﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى...﴾	سورة فصلت	۱۷	۱۱۸
۱۱۶	﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾	سورة الزخرف	۳۶	۷۷
۱۱۷	إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ، طَعَامُ الْأَثِيمِ﴾	سورة الدخان	۴۳-۴۴	۱۰۷
۱۱۸	﴿لَيسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾	سورة الشورى	۱۱	۲۱
۱۱۹	﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا...﴾	سورة الجاثية	۲۴	۳۱،۱۵۱
۱۲۰	﴿قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا...﴾	سورة الاحقاف	۲۲	۱۱۶
۱۲۱	﴿تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ﴾	سورة الاحقاف	۲۵	۸۶
۱۲۲	﴿وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَى وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ...﴾	سورة الاحقاف	۲۷-۲۸	۲۴

۱۲۳	﴿وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا...﴾	سورۃالفتح	۱۳	۲۳
۱۲۴	﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾	سورۃالفتح	۲۹	۶
۱۲۵	﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾	سورۃالحجرات	۱۲	۱۴۴
۱۲۶	﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾	سورۃالذاریات	۵۶	۲۱
۱۲۷	﴿فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِروفَجَّرْنَا الْأَرْضَ...﴾	سورۃالقمر	۱۱–۱۳	۸۴
۱۲۸	﴿ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾	سورۃالقمر	۱۸	۲۷
۱۲۹	﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾	سورۃالحدید	۲۰	۱۴۶
۱۳۰	﴿فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ﴾	سورۃالحشر	۲	۱۴۹
۱۳۱	﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ...﴾	سورۃالحشر	۱۸	۱۳۹
۱۳۲	﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ...﴾	سورۃالحشر	۲۳	۱۰
۱۳۳	﴿نَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾	سورۃالتغابن	۱۵	۱۳۳
۱۳۴	﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾	سورۃالطلاق	۲	۷۴
۱۳۵	﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾	سورۃالملک	۱	۲۶
۱۳۶	﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا...﴾	سورۃالحاقۃ	۶–۴	۵۷
۱۳۷	﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ...﴾	سورۃالحاقۃ	۴۶–۴۴	۵۸
۱۳۸	﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ...﴾	سورۃنوح	۱۱–۱۰	۹۱
۱۳۹	﴿ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ﴾	سورۃالتکویر	۹	۴۳
۱۴۰	﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾	سورۃالمطففین	۱۴	۷۵
۱۴۱	﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ ...﴾	سورۃالبروج	۸	۱۵
۱۴۲	﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ ...﴾	سورۃالبینۃ	۶	۱۰۰
۱۴۳	﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ...﴾	سورۃالعصر	۱_۳	۱۵۲
۱۴۴	﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ﴾	سورۃالفیل	۱	۱۵۹
۱۴۵	﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ...﴾	سورۃاللھب	۱_۳	۹۸

فہرست احادیث

نمبر شمار	متن حدیث	کتاب کا نام	حدیث نمبر	صفحہ نمبر
۱	«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ،قِيلَ يَا... »	سنن نسائی	۳۶۷۱	۶۱،۶۳
۲	«الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ أَوْ قَالَ ...»	سنن ابی داوٗد	۴۷۹۸	۸۰
۳	«إن العبد إذا سبقت له من الله منزلة، لم...»	سنن ابی داوٗد	۳۰۹۰	۷۰
۳	« المسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ...»	سنن ترمذی	۲۶۲۷	۱۴۱
۴	«إذا رَأى مَخِيلَة فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ...»	صحیح بخاری	۳۲۰۶	۸۷
۵	«أعْطُوا الأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»	سنن ابن ماجہ	۲۴۴۴	۵۱
۶	«أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبائِرِ ثَلاثًا...»	صحیح بخاری	۲۶۵۴	۵۹
۷	«إنكم تتمون سبعين امة انتم خيرها ...»	سنن ترمذی	۳۰۰۱	۱۲۹
۸	«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ ...»	سنن ابی داوٗد	۱۵۸۴	۲۰
۹	«إِنَّ الْعَبْدَ إِذا أخْطأَ خطيئة، نُكِتَتْ فِي ...»	سنن ترمذی	۳۳۳۴	۷۵
۱۰	«إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كلامْ النُّبُوَّةِ ...»	سنن ابن ماجہ	۴۱۸۳	۸۰
۱۱	«إِنَّ اللهَ لاَ يَظْلِمُ مُؤْمِناً حَسنَةً يُعْطَى...»	صحیح مسلم	۵۷	۴۶
۱۲	«إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِي لِلظَّالِمِ...»	صحیح مسلم	۲۵۸۳	۵۰
۱۳	«إِنَّ مِنْ أَخْوَفِ مَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي...»	شعب الایمان	۴۹۸۹	۱۵۵
۱۴	«أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، وَلَا فَخْرَ...»	سنن ابن ماجہ	۴۳۰۸	۱۲۷
۱۵	«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ ...»	سنن ابی داوٗد	۱۰۲۴	۱۳۲
۱۶	«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وفِتْنَةُ أُمَّتِي المالُ...»	سنن ترمذی	۲۳۳۶	۱۳۳
۱۷	« إن الله زوى لي الارض...»	سنن ترمذی	۲۱۷۶	۱۳۶
۱۸	«ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيامَة...ِ	صحیح مسلم	۱۷۸۰	۵۸
۱۹	«ضِرْسُ الْكَافِرِ، أَوْ نَابُ الْكَافِرِ...»	سنن ابن ماجہ	۴۳۲۲	۱۰۸
۲۰	«فَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي...»	صحیح بخاری	۶۴۶۹	۱۲۶

۲۱	«كَانَتْ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ...»	سنن الکبریٰ	۳۳۲۷	۴۰
۲۲	«كُلُّ مُسْكِرٍحَرَامٌ، إِنَّ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ...»	صحیح مسلم	۱۲۶۴	۶۳
۲۳	«كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى، إِلاَّ الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ...»	صحیح بخاری	۶۰۶۹	۸۲
۲۴	«لاتقوم الساعة حتى يتسافدوا في الطريق ...»	مصنف عبد الرزاق	۲۰۷۸۱	۱۵۶
۲۵	«لَا تَشْرَبْ الْخَمْرَ, فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ...»	مصنف عبد الرزاق	۴۲۰۳	۱۴۹
۲۶	«لاَ يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ أَتَى...»	صحیح ابن حبان	۴۲۰۳	۲۸
۲۷	«لا تسبُّوا الدَّهْر فإنَّ الله هو الدَّهْر »	صحیح مسلم	۲۲۴۶	۳۱
۲۸	« لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ،...»	صحیح بخاری	۷۳۲۰	۱۲۴
۲۹	«لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا...»	سنن ابی داؤد	۳۳۳۵	۵۶
۳۰	«لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي...»	السنن ابن ماجہ	۲۳۱۳	۱۴۲
۳۱	«لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ... »	صحیح بخاری	۳۳۵۳	۴۱
۳۲	«لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ...»	المعجم الاوسط	۴۶۷۱	۵۳
۳۳	«لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ ...»	صحیح بخاری	۶۸۴۶	۲۴
۳۴	«مَامِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلاَ فِضَّةٍ...»	صحیح مسلم	۵۰۷	۱۰۳
۳۵	« مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ...»	مسند احمد	۲۴۳۵۳	۵۱
۳۶	« مَنْ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ...»	سنن الصغیر	۱۱۶۶	۱۰۳
۳۶	«وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ ...»	سنن ابن ماجہ	۴۰۱۹	۹۱،۶۵
۳۷	«وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ...»	سنن ابن ماجہ	۴۰۱۹	۹۴،۵۵
۳۸	«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالمعْرُوفِ ...»	مسند ابی یعلی	۵۰۳۵	۱۳۰
۳۹	« وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالمعْرُوفِ...»	سنن ترمذی	۲۱۶۹	۹۷
۴۰	«يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ...»	سنن ترمذی	۲۴۹۲	۱۰۹
۴۱	«يَكُونَ فِي أُمَّتِي خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ ...»	سنن ابن ماجہ	۴۰۶۲	۹۲

فہرست اعلام

نمبر شمار	نام شخصیت	صفحہ نمبر
۱	ابو محمد عبد الحق حقانی	۱۲۰
۲	ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی	۲۱
۳	علامہ نعیم الدین مراد آبادی	۹۶
۴	مفتی احمد یار خان صاحب	۴۰
۵	مولانا احمد سعید دہلوی	۳۶
۶	مولانا اسحاق احمد مدنی	۱۳۱
۷	مولانا عبد الحمید سواتی	۱۳۵
۸	مولانا عبید اللہ سندھی	۹۳
۹	مولانا غلام اللہ خان	۱۱۶
۱۰	مولانا وحید الدین	۵۹

فہرست اماکن

نمبر شمار	نام جگہ	صفحہ نمبر
۱	چکار	۹۳
۲	چلی	۸۹
۳	سینڈائی	۸۹
۴	فوکوشیما	۸۹
۵	ہیٹی	۸۹

فہرست مصادر ومراجع

- القرآن الکریم

کتب احادیث

- ابن حبان، محمد بن حبان بن معاذ بن معبد بن تمیمی، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، تحقیق: شعیب ارنوط، مؤسسہ الرسالہ - بیروت، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۳ء۔
- ابن ماجہ، محمد بن یزید ابو عبداللہ، السنن، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار الفکر - بیروت، س ن۔
- ابو عبداللہ حاکم محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیہ - بیروت، طبع اول: ۱۴۱۱ھ - ۱۹۹۰ م۔
- ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، سنن الکبریٰ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ فی الھند ببلدہ حیدر آباد، طبع اول: ۱۳۴۴ھ۔
- ابو عبداللہ، محمد بن احمد بن حنبل بن ھلال بن اسد شیبانی، مسند احمد، تحقیق: شعیب ارنوط، عادل مرشد، مؤسسہ الرسالہ، طبع اول: ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱ ء۔
- ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر، دار طوق النجاۃ، طبع اول: ۱۴۲۲ھ۔
- ابو بکر، عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی، مصنف عبد الرزاق، تحقیق: حبیب الرحمٰن الاعظمی، المکتب الاسلامی - بیروت، طبع سوم: ۱۴۰۳ھ۔
- ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی، السنن، دار الکتاب العربی - بیروت، س ن۔
- احمد بن شعیب عبد الرحمٰن نسائی، سنن نسائی، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدۃ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ - حلب، طبع دوم: ۱۴۰۶- ۱۹۸۶ء۔
- احمد بن علی بن المثنی ابو یعلی الموصلی التمیمی، مسند ابی یعلی، تحقیق: حسین سلیم اسد، دار المامون للتراث - دمشق، طبع اول: ۱۴۰۴ھ - ۱۹۸۴ء۔
- احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی الخراسانی، شعب الایمان، ابو بکر البیہقی، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، طبع اول: ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۳ م۔

- ترمذی، محمد بن عیسی، السنن، تحقیق: احمد بن شاکر، دار احیاء التراث العربی- بیروت، س ن۔
- الخراسانی، احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخُسْرَوْجِردی، السنن الصغیر للبیھقی، تحقیق: عبد المعطی امین قلعجی، جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی، پاکستان، طبع اول:۱۴۱۰ھ - ۱۹۸۹ء۔
- طبرانی، ابو قاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، تحقیق: طارق بن عوض اللہ بن محمد، عبد المحسن بن ابراہیم حسینی، دارالحرمین-القاھرہ، ۱۴۱۵ھ۔
- عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ، مختصر صحیح مسلم، تحقیق: محمد ناصر الدین البانی، المکتب الاسلامی، بیروت - لبنان، طبع ششم:۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷ء۔
- ناصر الدین البانی، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ وشی من فقھھا وفوائدھا، مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع - الریاض، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۵ء۔
- ناصر الدین البانی، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السئ فی الامہ ، دار المعارف، الریاض - المملکہ العربیہ السعودیہ، طبع اول : ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲م۔
- ناصر الدین البانی، التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان وتمییز سقیمہ من صحیحہ ،وشاذہ من محفوظہ، دار باوزیر للنشر والتوزیع، جدۃ-المملکہ العربیہ السعودیہ، طبع اول: ۱۴۲۴ ھ - ۲۰۰۳م۔
- ناصر الدین البانی، صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، المکتب الِاسلامی، س ن۔
- ناصر الدین الالبانی، صحیح السیرۃ النبویہ، المکتبہ الاسلامیہ -عمان- الاردن، طبع اول، س ن۔
- ناصر الدین البانی، صحیح ابن ماجہ، بدون الناشر والسنہ۔
- ناصر الدین البانی، صحیح الترغیب والترہیب، مکتبہ المعارف - الریاض، طبع اول:۱۴۲۱ - ۲۰۰۰ م، ۲/۳۰۷، رقم الحدیث:۲۴۰۳۔
- ناصر الدین البانی، السلسلہ الصحیحہ، مکتبہ المعارف-الریاض، س ن۔
- مسلم بن حجاج ابو الحسن قشیری نیسابوری، المسند الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل اِلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاء التراث العربی - بیروت، س ن۔

متفرق کتب

- ابراھیم مصطفی، احمد الزیات، حامد عبد القادر-محمد النجار، المعجم الوسیط، تحقیق: مجمع اللغہ العربیہ، دار الدعوہ، س ن۔
- ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، النھایہ فی غریب الحدیث والاثر، تحقیق: طاھر احمد الزاوی - محمود محمد الطناحی المکتبہ العلمیہ-بیروت، ۱۳۹۹ھ - ۱۹۷۹ء۔
- ابو محمد الحسین بن مسعود البغوي، معالم التنزیل، تحقیق: محمد عبد اللہ النمر- عثمان جمعہ ضمیریہ-سلیمان مسلم الحرش، دار طیبہ للنشر والتوزیع، طبع چہارم: ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۷م
- ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، دار طیبہ للنشر والتوزیع، طبع دوم: ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹م۔
- ابو القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق: محمد سید کیلانی، دار المعرفہ، س ن۔
- ابو محمد بن حسین الفراء بغوی، تفسیر بغوی، ادراہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ۱۴۳۶ھ۔
- ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری الفارابی، الصحاح تاج اللغہ وصحاح العربیہ، تحقیق: احمد عبد الغفور عطار، دار العلم للملایین-بیروت، طبع چہارم: ۱۴۰۷ھ - ۱۹۸۷ء۔
- ابو نعمان سیف اللہ خالد، دعوۃ القرآن، دار اندلس، س ن۔
- ابو طاہر محمد بن یعقوب، تفسیر ابن عباس، مترجم، محمد سعید احمد عاطف، مکی دار الکتب، ۲۰۰۵ء۔
- ابو محمد عبد الحق حقانی، تفسیر حقانی، میر محمد کتب خانہ کراچی، س ن،
- ابی الحسین احمد بن فارِس بن زکریا، مجم مقاییس اللغہ، تحقیق: عبد السلام محمد ہارون، اتحاد الکتاب العرب، طبع: ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء۔
- ابی عبد الرحمن الخلیل بن احمد الفراھیدی، کتاب العین، تحقیق: مہدی المخزومی وابراھیم السامرائی، دار ومکتبہ الھلال، س ن۔
- امام محمد بن محمد غزالی شافعی، احیا العلوم، مکتبہ مدینہ باب المدینہ کراچی، مطبع: ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء، ۱۴۳۴ھ - ۲۰۱۳ء۔

- امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن، فاران فاؤنڈیشن - لاہور، طبع چہارم:۱۴۱۱ھ - ۱۹۹۱ء۔
- ایوب بن موسی الحسینی القریمی الکفوی، ابو البقاء الحنفی، الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویہ، تحقیق: عدنان درویش - محمد المصری، مؤسسہ الرسالہ - بیروت، س ن۔
- پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء۔
- حافظ محمد سید احمد حسن، احسن التفاسیر، مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور، س ن۔
- حضرت علامہ سید مدنی اشرفی جلانی، تفسیر اشرفی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، طبع اول:۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء۔
- حضرت مفتی محمود صاحب، تفسیر محمود، جمیعہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء - ۲۰۱۱ء۔
- حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی، معالم العرفان، فی دروس القرآن، مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ، ۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ء۔
- حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، پاک کمپنی رجسٹرڈ، اردو بازار - لاہور، ۲۰۰۷ء۔
- حضرت مولانا احمد سعید دہلوی، کشف الرحمٰن، مکتبہ رشیدیہ کراچی، س ن۔
- خلیل الرحمٰن چشتی، قیادت وہلاکت اقوام، الفوز اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء۔
- خواجہ احمدُ الدین، تفسیر بیان للناس، دوست ایسوسی ایٹس، س ن۔
- احمد مختار عبد الحمید عمر، معجم اللغہ العربیہ المعاصرہ، عالم الکتب، طبع اول: ۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ء۔
- ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، ۲۰۱۵ء۔
- ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی، تفسیر فیوض القرآن، سعید ایم ایچ کمپنی، ۱۴۰۴ھ - ۱۹۸۳ء۔
- ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، تفسیر انوار القرآن، سروسز بک کلب، ۱۹۹۸ء۔
- رفعت اعجاز، مفہوم القرآن، بیت القرآن لاہور، ۲۰۰۸ء۔
- رافعی احمد بن محمد بن علی المقری الفیومی، المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، المکتبہ العلمیہ - بیروت، س ن،
- زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الحنفی الرازی، مختار الصحاح، تحقیق: یوسف الشیخ محمد، المکتبہ العصریہ - الدار النموذجیہ، بیروت - صیدا، طبع پنجم: ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء۔
- زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاھری، التوقیف علی مھمات التعاریف، عالم الکتب ۳۸ عبد الخالق ثروت - القاھرہ، طبع اول: ۱۴۱۰ھ - ۱۹۹۰ء۔

- سعید اے شیخ، رابعہ اردو لغت جامع، اسلامک بک سروس، ۲۰۰۷ء،
- سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، ادارہ منشورات اسلامی، ۱۹۹۷ء۔
- سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، کنز الایمان، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، س ن۔
- السیوطی، امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، تفسیر در منثور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔
- شہاب الدین محمود ابن عبد اللہ الحسینی الآلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار إحیاء التراث العربی - بیروت، س ن۔
- صالح بن عبد اللہ بن حمید امام وخطیب الحرم المکی، نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم ﷺ، دار الوسیلہ للنشر والتوزیع، جدہ، طبع چہارم، س ن
- صوفی عبد الحمید خان صواتی، عون الخبیر، شرح الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، مدرسہ نصرۃ العلوم، ۲۰۰۵ء۔
- عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی، تفسیر السعدی،، دار السلام، س ن۔
- عبد الرحمٰن کیلانی، تیسر القرآن، مکتبہ السلام، طبع: ۱۴۳۲ھ۔
- عبد الغفار، قحط سالی اور دیگر قدرتی آفات، تدارک اور عملی اقدامات، سیرت سٹڈیز، ۲۰۱۶۔
- عبد القیوم مہاجر مدنی، تفسیر فوائد القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ: چوک فوارہ ملتان پاکستان، ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۵ء،
- عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، مکتبۃ العلم، س ن۔
- علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، تفسیر الحسنات، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء۔
- علامہ جلال الدین محمد سیوطی، تفسیر کمالین شرح جلالین، مکتبہ شرکت علمیہ، س ن۔
- علامہ سید امیر علی ملیح آبادی، مواہب الرحمٰن، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور، طبع اول: ۱۲۷۴ھ - ۱۳۳۷ھ، طبع دوم: ۱۸۵۸ھ - ۱۹۱۹ء۔
- علامہ نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، مکتبہ عثمانیہ، س ن۔
- علامہ غلام احمد پرویز، مطالب القرآن فی دروس القرآن، ادارہ طلوع اسلام لاہور، ۲۰۰۴ء۔
- علاء الدین علی بن محمد الشیحی المعروف بالخازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل، محمد علی شاہین، دار الکتب العلمی - بیروت، طبع اول، ۱۴۱۵ - ۱/۴۴۰۔

- علی بن محمد بن علی الجرجانی، التعریفات، تحقیق: ابراھیم الابیاری، دار الکتاب العربی- بیروت، طبع اول: ۱۴۰۵ھ۔
- علی محمد پی، سی، ایس، ایڈیشنل کمشنر، انوارالبیان، مکتبہ سید احمد شہید، ۲۰۰۵ء۔
- عمادالدین، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۹ء۔
- غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، طبع التاسع: ۱۴۳۵ھ - ۲۰۱۳ء۔
- فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، س ن۔
- قاضی ثناء اللہ پتی، تفسیر مظہری، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء۔
- لسان العرب، ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری، دار صادر - بیروت، طبع اول: س ن۔
- مجد الدین، ابو طاھر محمد بن یعقوب فیروزآبادی، بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز، تحقیق: محمد علی النجار، مجلس الاعلی للشون الاسلامیہ -لجنہ احیاء التراث الإسلامی، القاھرہ، ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲ء۔
- محمد ایوب عباسی، عیسائیت کے باطل عقیدوں کی تردید (قرآن اور بائبل کی روشنی میں)، الخلیل پبلشنگ ہاؤس، س ن۔
- محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمّد صابر الفاروقی الحنفی التھانوی، موسوعہ کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، تحقیق: علی دحروج، مکتبہ لبنان ناشرون -بیروت، طبع اول: ۱۹۹۶م۔
- محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسینی، تاج العروس من جواھر القاموس، تحقیق مجموعہ من المحققین، دار الھدایہ، س ن۔
- محمد بن یعقوب الفیروزآبادی، القاموس المحیط، تحقیق: مکتب تحقیق التراث فی مؤسسہ الرسالہ، للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت -لبنان، طبع: ۱۴۲۶ھ - ۲۰۰۵ء۔
- محمد تبریز احمد قاسمی، زلزلے، سائنس اور اسلام کی لائبریری، دارالعلوم حیدر آباد، ۲۰۱۵ء۔
- محمد لقمان سلفی، تیسر الرحمٰن، جمعیہ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱ء۔
- مفتی اقتدار احمد، تفسیر نعیمی، نعیمی کتب خانہ گجرات، ۲۰۰۵ء۔
- مفتی محمد تقی عثمانی، اشرف التفاسیر، ،ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، س ن۔
- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف کراچی، طبع: ۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء۔

- موالاناوحید الدین، تذکیر القرآن، فضلی سنز لمیٹیڈ، س ن۔
- مولانا ادریس کاندھلوی، معارف القرآن، مکتبہ عثمانیہ، طبع دوم:۱۹۸۳ء۔
- مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ، حل القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ،۱۴۱۶ھ۔
- مولانا اشرف علی تھانوی، بیان القرآن، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۴۲ھ۔
- مولانا حنیف ندوی، سراج البیان، مکتبہ شرکت علمیہ، ۱۹۸۴ء۔
- مولانا عبد الکلام آزاد، ترجمان القرآن، اسلامی اکادمی، س ن۔
- مولانا عبید اللہ سندھی، الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن، مکتبہ اوراق لاہور، ۲۰۱۰ء۔
- مولانا غلام اللہ خان، جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، س ن۔
- مولانا محمد آصف قاسمی، بصیرت قرآن، مکتبہ بصیرت انٹرنیشنل-کینیڈا، س ن۔
- مولانا مودودی، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن-لاہور، س ن۔
- مفتی احمد یار خان صاحب، نور العرفان، ادارہ کتب اسلامیہ، س ن۔
- مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ، ادارہ منشورات اسلامی ۱۳۵۰ھ۔
- مولانا اسحاق احمد، تفسیر مدنی، ادارہ تالیفات اشرفی، س ن۔

انٹرنیٹ

- "پاکستان میں اب تک ۱۶ بڑے سیلاب آئے"retrived from https://daily pakistan.com.pk, accessed on 20Aug, 2020 at 9:30 pm.
- "فہرست جاپانی شہر بلحاظ آبادی"retrived from https://ur.wikipedia.org/wiki/, accessed on 23 Aug, 2020 at 11:54 am.
- 1 -"عذاب اور آزمائش میں فرق" Retrived from https://www.facebook.com/javedahmadghamidi/videos, accessed on 5Dec, 2020 at 1:07 Pm
- "گزشتہ ۱۰ برس میں دنیا بھر میں آنے والے تباہ کن زلزلے" Retrived from https://www.dw.com/ur/92/a-14908226, accessed on 23 Aug, 2020 at 12:09 am.
- Retrived from https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2010/02/100210_kashmir_homeless_lake accessed on 24 Aug, 2020 at 9:26 am.
- " موجودہ دور میں پانی کی کمی: اسباب و علاج"retrived from https://hamariweb.com/articles/50516, accessed on 24 Aug, 2020 at 10:30 am.
- "بلوچستان میں خشک سالی" retrived from https://urdu.arynews.tv/people-cutting-their-gardens-because-drought-in-balochistan/ , accessed on 23 Aug, 2020 at 12:39 pm.